

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-234231

UNIVERSAL
LIBRARY

ناون بمل و نژ نظیر سیر اپا و حبیب و پذیر

مصنفه سنخور با کمال و شاعر پاکیزه خیال نسیم و الاقتدار در سر با تفاضل
جناب مولوی سید فضل الدین احمد خان صاحب بهادرتوطن قصبه بادام من
مضافات عظیم آباد پٹنہ خاف احمد ق جناب ابی میر علی خاں نصیب آباد وزیر سابق شاه اودھ

فسانہ خورشید

بعد حصول اجازت جناب صنف مہج بفرمایش اہتمام امیدوار رحمت
رب الکونین مکترین حاجی سید جان و جنت حسین غفرلہ مالک الدارین تاجر ان
پٹنہ محمد گورہٹہ مالک مطبع سیدی و حسن سعی کارپردازان مطبع

و مطبع سیدی ارفع پٹنہ محاکمہ مطبع



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیون نہ مقبول ہو مری تحریر
 او سکی قدرت بیانے باہر ہے
 عند لیبان گمشدنِ فطرت
 کیسا صانع ہے جسکی صنعت سے
 نور پھیلایا ہے عالم میں
 آسمان جاہ ہے کوئی انسان
 سم کوئی مشتری۔ کوئی زہرہ
 جسکے احوال اوسپہ روشن ہیں

زیب عنوان ہے حمد ربِ قدیر
 بند ہے اس جگہ لبِ تقریر
 ہن یہاں مثل لبِ تصویر
 بے ستون آسمان کی ہے تعمیر
 چرخ پر جلوہ گر ہے سعد کبیر
 کوئی خورشیدِ پُرنیا کی نظیر
 ہے کوئی بے نظیر و بدر منیر
 ہے بلاریب وہ علیم و خبیر

اوسکے محبوب کا وہ رتبہ ہے
 ہے وہ معشوق اور خدا عاشق
 نور احمد سے ہر جہان روشن
 ہیں جو اصحابِ بادِ فاوون کے
 ہیں بنِ آفتاب اور یہ لوگ
 ہے سہرِ حبت چار یار مجھے
 اونسے آرزو میں رہوں تو بہ
 اور خصوصاً علی شیر خدا
 قوتِ دین و بازو سے احمد
 کیا سخاوت تھی شاہِ مردان کی
 آپ بھوکے رہے دیا بالکل
 صدقے اس بخشش و ترحم کے
 پر کیا غل کہ شیرِ حق آیا
 فاطمہؑ ہیں وہ مصدِ رعیت
 ادنیٰ اولاد سب مطہر ہیں

آپ جسکو کہا بشیر و نذیر
 جہاں شان و مرجا تو قیصر
 ہے اوسی مہ کی عرش پر تویر
 دامِ الفت میں ہوں بھونکنا اسیر
 ہیں ہر اک مثلِ نجسمِ چرخِ سر یہ
 بعض ان سے ہو قہر کی شمشیر
 جنگی خود مصطفیٰ کرین تو قیصر
 رنوج زہرا و والدِ شبیر
 جنگو کہتے ہیں شاہِ خیبر گیر
 آئی جب کان میں صدائے فقیر
 پاس موجود تھی جو نانِ شعیب
 واہ ری رحمتِ جنابِ امیر
 جنگ میں مہنہ سے نکلی جیت گیر
 شان میں جنگی ہے آیتِ تطہیر
 ہمیش حق سب کی ہو بڑی تو قیصر

الغرض نور کبریا ہیں سب
 عرض ہوا یہ افضل الدین کی
 باغ ہے ایک میرے مکان کو قریب
 اوسمین اک دن تھا جلسہ اجنا
 سب کے دل تھے منگفتہ گل کی طرح
 جانفراتھی عجب گلوں کی بہانہ
 رنگِ عشرت تمام گلشن میں
 عکس گہاے سرخ سے یکسر
 تھی زبانوں پہ بلبون کی صدا
 ایک جا ذکر نظمِ دلکش کا
 کوئی کرتا تھا شعر کی تعریف
 کوئی کہتا تھا "اندون ناول
 اس میں اک مہربان نے فرمایا
 چاہتے ہو بقاے نام اگر
 پر ہے یہ شرط خوب یاد رہے

فرد اول سے تا بہ منہِ اخیر
 پیش اہل سخن بعجز کشید
 پُر فضا پُر بہار و خلد نظمیر
 مہتمم اوس کا تھا یہ عبد حقیر
 اور چھایا ہوا تھا ابرِ مطہر
 اور دلکش وہ بلبون کی صغیر
 اور ہوا میں نشاط کی تاثیر
 خاک تک ہو گئی تھی رشکِ عمیر
 یہ گلستان ہو غیرت کشمیر
 دوسری جا پہ نشر کی تقریر
 کوئی کرتا تھا نشر کی توقیر
 کیا کیا عمدہ ہوئے ہیں نقش پذیر
 "ایسے رہتے ہو یا رکیون دیگر"
 تم بھی ناول کرو کوئی تسطیر
 ہوز و اند سے دور وہ تحریر

ہونہ کچھ سحر اور فسون کا بیان
 ہونہ اوس خواب کا کبھی اظہار
 ہونہ اوس حسن و عشق کی توصیف
 درد انگیز ہو ہر اک فقرہ
 ہر حکایت ہو اس طرح روشن
 ہونہ اوس چیز کا بیان ہرگز
 کہہ چکے وہ تو عرض کی مین نے
 پر ہے معلوم کچھ مری حالت؟
 نہ وہ راحت نہ وہ زمانہ ہے
 ہاتھوں میں تھکڑی تاشف کی
 اور سوا اسکے واقعی یہ ہے
 ملکِ معنی نہ اپنے قبضہ میں
 نہ میں شاعر نہ کچھ دبیر ایسا
 ایسی حالت میں آپ سے اپنی
 ہنسکے کہنے لگے وہ یہ سنکر

دیو اور جن کی جس سے ہوتی تخیل
 ٹھیک جسکی نہ ہو سکے تعبیر
 جنکو سمجھیں خیال کی تصویر
 دلمین ہر شخص کے کرے تاثیر
 جس طرح مہرِ ماہ کی تنویر
 جسکو کہتے ہیں مکر اور تزویر
 خوب بتلائی آپ نے تدبیر
 کیسی برگشتہ ہے مری تقدیر
 فکر ہے ہر گھڑی گریبان گیر
 پانوں میں رنج و غم کی ہے زنجیر
 نہ میں اہل زبان نہ خوش تقریر
 نہ زمین سخن مری جاگیر
 نہ محدث نہ صاحبِ تفسیر
 کس طرح سے بھلا کروں تشہیر
 میں سمجھتا ہوں سب تہی تزویر

نسخہ عذر طاق پر رکھ دو ورنہ رنجیدہ دل اجبتا آخر شش جب مضر ہوئے وہ بہت تھوڑی مدت میں فضل باری سے شکر صد شکر حضرت داود اسکی سچ دھج سبھی نرالی ہے جبکہ دیکھینگے اہل فضل و ہنر قدر دانی سے تب کہینگے ضرور دل و حشر زدہ کی ہے امید	کر و تعمیل حکم کی تدبیر جہل ہے اور موجب تشویر کچھ چلی پھر نہ عذر کی تفسیر کھنچ گئی اس کتاب کی تصویر کہ ہوئی شکل خوب عکس پذیر اسکی ہر وضع بے عدیل و نظیر اسکو اول سے لیکے تا بہ اخیر واہ وا کیا ہوئی ہے یہ تحریر! ہوں بخور نہ اس کے آہو گیر
--	---

عیب پوشی کو کام نہ مائین
کہ خطا سے بشر کی ہے تحمیر!





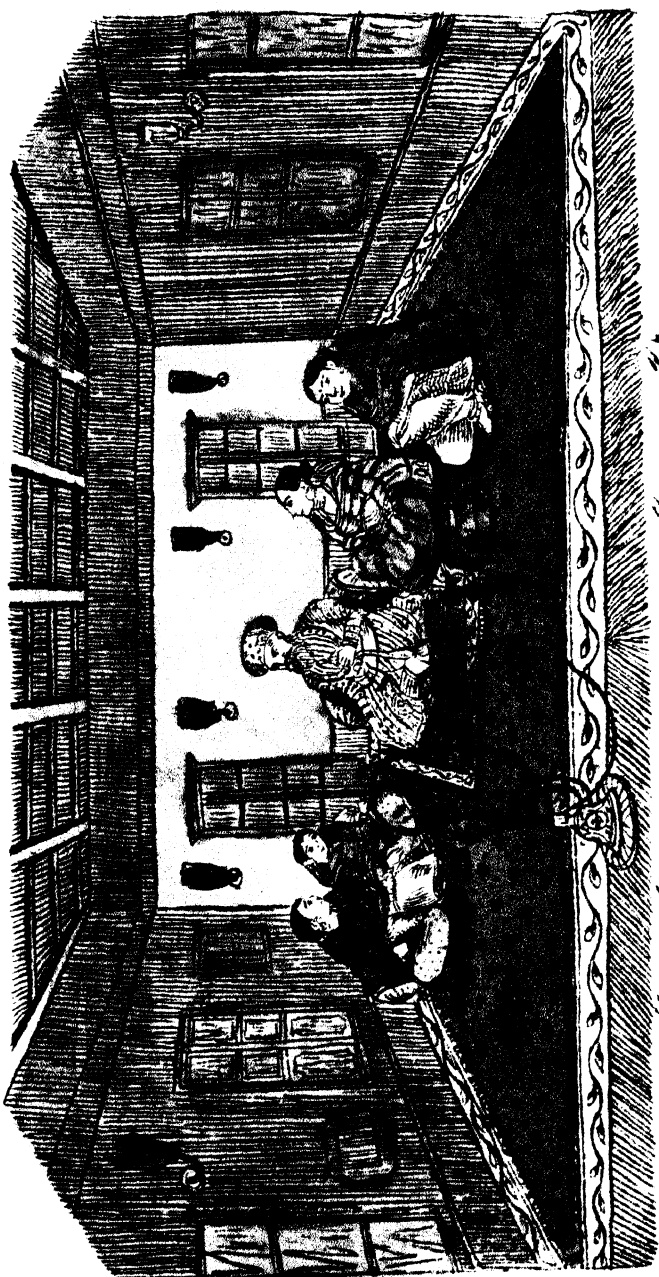
نواب محترم الدولہ بہادر کے قصر عالمی کا ایک دلچسپ کمرہ

خضر پور کے پُل کے دکھن - داہنے ہاتھ - ٹرک پر - کوئی دس سیس قدم
پچھم ہٹ کر لب دریا ایک مکان فرحت تو امان جسکے آگے قصور
بہشتی سرچھکائیں اور ایوانات شاہی شرمائیں نہایت سچ دھج سے
سرفلک ہو - اوسکے ایک دلچسپ کمرے میں پانچ شخص ممکن تھے -
فرش نہایت مکلف کچھا ہوا تھا - موقع موقع سے جھاڑ کونڈیاں لٹکی
ہوئی تھیں - قمقمے سرنج و سبز وزنگاری آویختہ تھے - وقت روشنی
اونکی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ بلکہ ماہ و پروین کو تیرہ کرتی تھی - چائے
بیش بہا نہایت صاف و شفاف طلائی چوکھٹوں میں جڑے ہوئے

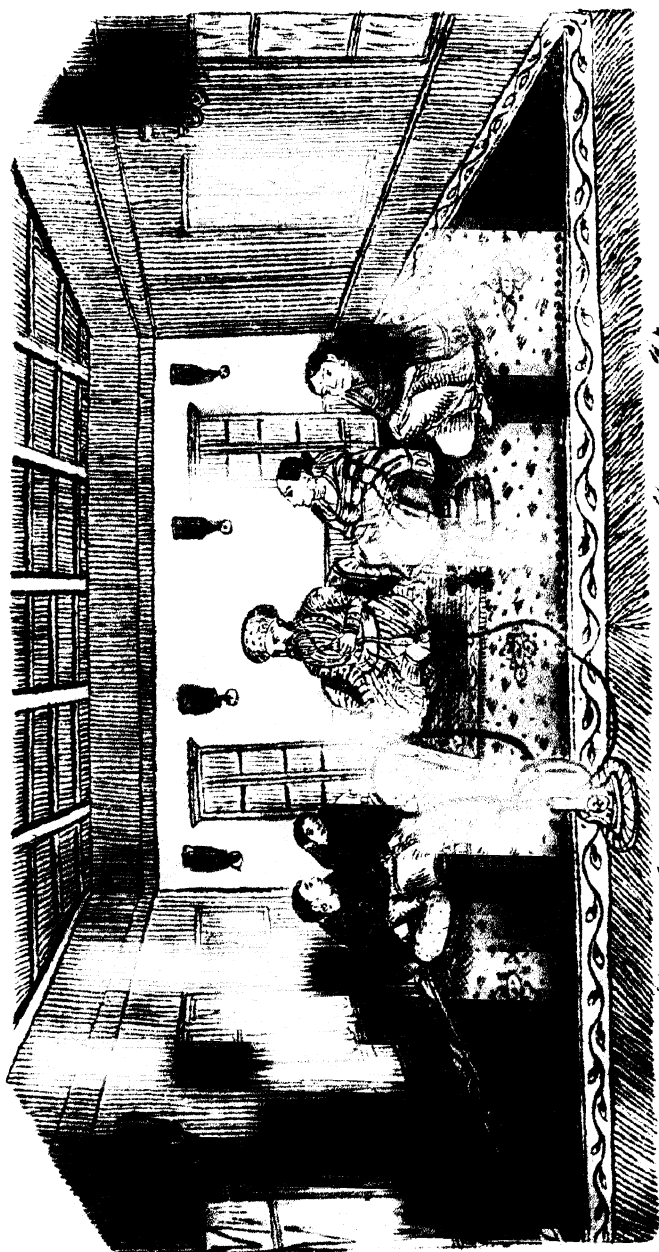
بڑے بڑے حلبی آئینے دیواروں سے آویزان تھے۔ اون کے عکس
 سے کمرہ مثل آفتاب کے چمکتا تھا۔ تصویریں بزرگان خاندان کی اور
 نقشے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و دیگر روضات متبرکہ کے موقع موقع سے
 سنہرے چوکھٹوں میں اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ چونکہ سرما بشت تھا
 دروازے شیشوں کے بند کر دئے گئے تھے جسمیں بادزہر میلازارند
 آتشخانہ روشن تھا۔ قریب اوس آتشیانے کے ایک بزرگ بریش سفید
 رونق افروز تھے۔ نہایت بیش بہا جامہ ارکا دکھ جسمیں بنارسی بیل
 ٹنگی ہوئی تھی زیب بر سیاہ کشمیر کا پائجامہ زیب بدن پائون
 مین موزے۔ سر پر شال کا عمامہ۔ بدین ہیئت کدائی گاؤ تکیہ پرہنی
 ٹیکے اپنی پیاری خوبصورت بیٹی کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ ان کا
 اسم مبارک نواب محترم الدولہ تھا۔ بہ سبب دولت و کبر سنی کے
 تمام شہرانکو اپنا سردار و سرگروہ سمجھتا تھا۔ علاوہ دولت و غرت
 کے انکے ذاتی اوصاف بھی بہت تھے۔ فارسی عربی تو انکے گھر کی
 لونڈیاں بھین۔ لیکن انگریزی اور فرانسیسی بھی خوب جانتے تھے۔
 بہت بہت ملکوں کی سیر بھی کر آئے تھے۔ وسعت یورپ میں

ملک ایسا نہ تھا جسکو پائے تخت میں یہ نہ رہ آئے ہوں۔ گورنمنٹ
 کے نزدیک نہایت معزز و محترم تھے۔ باوجود اس ثروت و شہرت کے
 منکسر ایسے کہ ایک ادنیٰ شخص کے واسطے بھی سروس و قد تعظیم کو
 اوٹھ کھڑے ہوتے۔ غربا کا خیال ہمہ دم مد نظر رکھتے تھے۔ کنوئین
 جا بجا کھدوائے تھے۔ مسجدین امام باڑے متعدد بنوادئے تھے
 مدرسے واسطے تعلیم غربا کے قائم کئے تھے۔ مسافر خانے سرائین
 جا بجا تھیں۔ غرض یہ اس خوبی و مروت کے آدمی تھے کہ سبحان اللہ!
 سبحان اللہ!! انکے سامنے ایک فخریازدہ سالہ جسکے حسن کے
 آگے حوران بہشتی پانی بھرتین۔ جس کے رخ انور سے ماہ چار دہ
 خار کھاتا۔ نہایت نزاکت سے بیٹھی تھی۔ جو دیکھتا ہے اختیار یہی کہتا۔
 کیا خدا داد حسن پایا ہے؟ آپ اللہ نے بنایا ہے؟
 آفریدگار مہر و ماہ نے اوس بدر منیر۔ غیرت خورشید۔ شستری فطرت
 عطار و فطنت۔ زہرہ صورت۔ جہر طلعت کو آسمان حسن بنایا تھا۔
 سراپانور۔ ہمہ تن خوبیوں سے معمور۔ گیارہواں سال۔ اوپر یہ حسن و جمال
 قیامت تھا۔ ہوتا تھا لگان خلق کو اوس زہرہ جبین پر؟

چھوٹی بک بڑی بک نواب مختار الدولہ خورشیدی بک مشرقی بک



پھول بیگ بری بیگ نواب مختار الدولہ خورشیدی بیگ مشرقی بیگ



خوفِ فلک سے اوتر آیا ہے زمین پر وہ نامِ خدا نام بھی اوس
 جوزا شامل کیوں منازل بہرام ششم بر جیس شیم کا خوشیدی سگم
 تھا۔ اشار اللہ چشم بد دور! حضرت احسن الخالقین نے سراپا بھی
 ایسا ہی حسب حال عطا فرمایا تھا کہ جمالِ جہان افروز نے اوس نہرِ نمرود
 کے عالم کو منور کر دکھایا تھا ۵ قمر کو بھی فلک پر خوب دکھا ۶
 کتان کے اوٹ میں تجو ب دکھا ۷ ولے افضل خدا شاہد ہر مین ۸
 نہیں ایسا کوئی محبوب دکھا ۹ شوخی بدن میں کوٹ کوٹ
 بھری ہوئی۔ کیا مجال کہ گھڑی دو گھڑی کو بھی ایک جگہ تہرا
 سے بیٹھ جائیں۔ آرائش سے سروکار نہیں۔ زیور گلے کا بار نہیں
 ۱۰ ناک میں نیم کا فقط تنکا ۱۱ شوخی چالاکی مقتضائیں کیا
 صرف ایک طوقِ منت کا گوری گوری گردن میں پڑا ہوا وہ بھی
 بڑی بیگم صاحب کی منت و ماحبت سے۔ چونکہ یہی ایک
 لڑکی اللہ آمین کی تھی اسلئے ہر کسی کی منہ لگی تھی بڑی بیگم
 انہر جان دیتی تھیں۔ چھوٹی بیگم کی منہ لگی پیاری بھانجی
 تھیں۔ یہ نوا ب صاحب کے بغل میں ایک ماہ پارہ زہرہ شامل

سے باتیں کر رہی تھیں۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ دونوں سگی بہنیں ہیں۔ ماشا اللہ انکا بھی حسنِ جادو انکیز ستم خیز تھا اور ملاحت تو چہرے میں اسقدر تھی کہ یہی جی چاہتا تھا کہ منہ چوم لیجئے وہ کالی کالی زلفیں وہ چہرہ گلاب سا چھایا ہوا باغ میں جیسے سحاب سا بدوون حسین۔ دونوں مہربین۔ دونوں گلابدن۔ دونوں سیم تن۔ فرق اسقدر تھا کہ خورشیدی بیگم سرخ و سفید تھیں اور شوخی ہر رنگ و ریشہ میں بھری ہوئی تھی۔ مشتری بیگم ذریٰ نستعلیق تھیں۔ اور رنگ کچھ اون سے دبّا ہوا تھا۔ لیکن ملاحت و نمکینی حد درجہ کی۔ یہ دونوں سگی خالہ زاد بہنیں تھیں۔ لیکن محبت ملاپ اسقدر تھا کہ کیا سگی بہنوں میں ہوگا۔ ان دونوں سے الگ کچھ دور چھوٹی بیگم صاحب بیٹی ہوئی تھیں۔ صورت سے صاف آثارِ رنج و مصیبت کے پائے جاتے تھے۔ گوسن چالیس سے تجاوز نہ تھا لیکن بال سر کے اکثر سفید ہو گئے تھے۔ کمر رنج و الم سے خم ہو گئی تھی۔ یہ چپاری بیوی تھیں لیکن انکو اپنے بیوکا ہونے کا انارنج نہ تھا

جتنا کہ اپنی بیٹی مشتری بیگم کے بیوہ ہو جانے کا۔

چھوٹی بیگم و مشتری بیگم کی بیوگی کی حقیقت

لوگوں کو تعجب ہو گا کہ ایں مشتری بیگم کا سن تو ابھی پورے بارہ برس کا بھی نہوا تھا پھر بیوہ ہو جانا چہ معنی دارد۔ یہ ایک قصہ طلب بات ہے۔ چھوٹی بیگم کے شوہر نواب ممتاز الدولہ بھی اپنے گھر کے رئیس اور بڑے مالدار تھے۔ لیکن اکثر بیمار رہا کرتے۔ ایک دن یہ بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں اپنی بی بی کو بلایا اور کہا کہ زندگی موت کا کیا بھروسہ خصوصاً مجھ جیسے بیمار کو کہ ہمیشہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا اسلئے میں چاہتا ہوں کہ مشتری کا سہرا میں اپنے ہاتھوں سے باندھوں۔ یہی ایک آرزو باقی ہے۔ چھوٹی بیگم نے جو یہ کلمات یاس کے سنے بے اختیار رونے لگیں۔ نواب ممتاز الدولہ نے سمجھایا کہ روتی کیوں ہو میں نے کچھ یہ تو کہا نہیں کہ کل یا پرسون ضرور مر ہی جاؤں گا بلکہ میں نے صرف

یہ کہہ کہ انسان کو اپنی حیات موت کی کیا خبر ہے۔ خدا جانے کب مرے۔ کب تک جائے۔ اس لئے اگر مشتری کا بیاہ میرے سامنے ہو جاتا تو میری تمنا پوری ہو جاتی۔ گو یہ ابھی کم سن ہے لیکن نسبت اپنی فراغت میں ہے۔ جب چاہنا اس کو رخصت کر دینا چھوٹی سنے کہا کہ آپ اس بارے میں دو ٹوٹا بھائی سے بھی مشورہ کر لیجئے۔ میں بھی باجی سے کہو گی۔ لیکن آپ تو ایسی ایسی باتیں اس وقت کہہ رہے ہیں کہ جیسے (اتنا کہہ کر چھوٹی بیگم کی مارے رقت کے گھگھی بندھ گئی۔ اور آگے کچھ کہہ نہ سکیں) یہ حالت دیکھ کر نواب ممتاز الدولہ کے بھی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور چھوٹی بیگم کی بہت دلجوئی و تسلی کی۔ چھوٹی بیگم ادھر بڑی بیگم سے پوچھنے لگیں۔ ادھر نواب مختشم الدولہ تشریف لائے۔ نواب ممتاز الدولہ نے اظہار مطلب کیا۔ اور پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ نواب مختشم الدولہ نے کہا کہ میری رائے اس کے علاوہ نہیں ہے کہ جب تک اس کا اس قدر جلد شادی کر دیا جائے۔ ایک تو ابھی تک کچھ تعلیم اسکی نہیں ہوئی۔

دوسرے محض کس۔ نواب ممتاز الدولہ نے آہ بھر کر کہا کہ میرا پیمانہ عمر بے ریز ہو چکا۔ بہت جلد میری روح جسم خاکی سے پرواز کر جائیگی۔ میں چاہتا تھا کہ اسکا سہرا اپنے ہاتھوں باندھ لیستاً تو ارمان دل کے نکل جاتے۔ آپ کو یقین نہ آئے تو میں کیا کروں۔ لیکن میں اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہوں۔ ہاں آپ کو ایک وصیت بھی کرتا ہوں۔ بعد ہمارے آپ مشتری اور اونکی مان کو اپنے مکان میں لیجائیگا اور دونوں بہنوں کو ساتھ رکھئے گا۔ گو یہ مکان بھی آپ کے مکان سے ملا ہی ہوا ہے لیکن چونکہ وہ بہت نرم دل ہیں اس صدمے کا بوجھ شاید برداشت کر سکیں۔ جب دونوں بہنیں ساتھ رہیں گی تو ضرور غم غلط ہو جائیگا۔ مشتری کو بھی خورشیدی کے ساتھ رکھئے گا۔ اندوون لڑکیوں کے آپس میں بہت محبت ہے۔ جب سن شعور کو پہنچ جائے اسکو اسکی سسرال رخصت کر دیجئے گا۔ نواب مختار الدولہ نے سمجھایا کہ اسقدر آپ گھبرائیے نہیں۔ یہ کیوں ابھی سے مایوسی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں؟ اگر خدا خواستہ ایسا ظہور بین آئیگا

تو میں آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کروں گا۔ قصہ مختصر بڑی بیگم اور چھوٹی بیگم اور نواب مختتم الدولہ نے مشورہ کر کے یہ بات مسترد دی کہ مشتری بیگم کی شادی کر دی جائے چھوٹی بیگم چاہتی تھیں کہ شادی بڑی دھوم دھام سے ہو۔ لیکن ممتاز الدولہ کی عیادت روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ غصہ دل دن بدن زیادہ مہر جھایا جاتا تھا۔ لوگوں نے چاہا بھی کہ شادی کی تاریخ بڑھا دی جائے لیکن ممتاز الدولہ نے بڑا اصرار کیا۔ مجبور جن جن سے قریب کی قرابت تھی اور جو جو خاص احباب تھے۔ ان کے یہاں بلاوا گیا۔ بروز معین لوگ جمع ہوئے۔ دولہا ہر آیا مفتی صاحب بھی با عیادت وجہ تسبیح کھٹکھٹائے تغریف لائے لیکن خدا کی شان اس دن نواب ممتاز الدولہ کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر نے تھرمامیٹر جو لگایا تو پارا ایک سو آٹھ درجہ پر تھا۔ نہایت گھبرایا۔ لیکن چونکہ آدمی نمیدہ تھا وہاں پر کچھ نہ کیا۔ نواب مختتم الدولہ کو بلایا اور اسے تھلنے میں لہلہاں حال بیان کر دیا۔

نوابصاحب (حسرت سے) کیا کچھ بھی امید نہیں۔ بالکل یاس
ہی یاس ہے

ڈاکٹر۔ نہایت افسوس ہے۔ مرضی خدا۔!

نوابصاحب۔ (اشکبار ہو کر) یہ کس کو معلوم تھا کہ جسدن
دروازے پر شہنائی بجیگی۔ جسدن لڑکی کے سر سہرا بندھیگا
اوسیدن یہ آنکھیں بند کر لینگے۔ (مخاطب بہ ڈاکٹر)
کیا دو چار روز بھی نہ جیسین گے۔

ڈاکٹر۔ میں دو ایک خوراک تو پلا چکا ہوں۔ اور رکھی ہے
ایک ایک گھنٹے کے بعد اوس کو بھی پلائے کہہ دیا ہے۔ اگر
اس دوائے کچھ فائدہ کیا تو شاید دو ایک روز زندہ رہیں
نہیں تو مرضی مو لے از ہمہ اولے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا
میں نے کیا۔

نوابصاحب (آہ سرد بھر کر) اس میں آپ کا کیا قصور۔ موت
بھی آج تک کسی کے رو کے رُکی ہے۔

سول سرجن نوابصاحب سے رخصت ہوئے۔ نوابصاحب کا

دم نہایت گھبراتا تھا اور دل صی دل میں کہتے تھے کہ یا اللہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ اودھر شادیاں بچ رہے ہیں۔ اودھر انکی حالت یوں خراب ہو رہی ہے۔ یہہ اسی سوچ میں تھے کہ ایک شخص نے آ کے اطلال کی کہ نواب ممتاز الدولہ آپ کو بلا تے ہیں۔ نواب صاحب جو آئے تو دیکھا کہ مردنی صورت پر چھائی ہوئی ہے۔ بے اختیار انکی آنکھوں سے آنسو بھر آئے۔ لیکن چونکہ آدمی سنجیدہ تھے بہت ضبط کیا۔ اور منہ پھیر لیا کہ مریض کا دل ایک تو خود کمزور ہوتا ہے اگر محکوم شکیبار دیکھیں گے تو خدا جانے کیا حالت ہوگی۔

نواب ممتاز الدولہ۔ (نہایت آہستہ سے) عقد میں کیا دیر ہے؟

نواب صاحب (حُزن سے) کچھ نہیں۔ میں آپ کے دیکھنے کو ادھر چلا آیا۔ اسلئے کچھ توقف ہوا۔

نواب ممتاز الدولہ۔ (مسکرا کر) اب آپ کو میرے کہنے کا یقین آیا

تہ جلدی کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی تمنائیں میری جان لکجائے۔
نواب محترم الدولہ - نہیں نہیں گھبرائیے نہیں - ابھی کتر
کہہ گیا ہے - کوئی اندیشہ کی بات نہیں -

نواب ممتاز الدولہ - یا تو آپ میری تسفی کے واسطے کہتے
ہیں - یا ڈاکٹر جھوٹ کہہ گیا - مجھ کو سب معلوم ہے - خیر اس سے
کیا مطلب آپ بعد نکاح کے دو لہا دو لہن کو میرے پاس
لے آئے۔

مجبور نواب محترم الدولہ وہاں سے اندر تشریف لائے۔
کہا کہ دو لہن کو روکے کے پاس بھلاؤ مشقتی صاحب آئینگے۔
انگریزوں کے ہونے سے - مشقتی صاحب سے غلط پڑھا دیا۔
میں کہیں نہ دیکھتا ہوں - تو یہ صاحب سے دو لہا کا ہاتھ بھلاؤ
اندر لائے۔ دو لہا دو لہن کو ساتھ لیکر نواب ممتاز الدولہ
کے پاس پہنچے - مشقری بیگم نے دو چار روز سے نواب
ممتاز الدولہ کو دیکھا نہ تھا - آج جو دیکھا پہچان نہ سکیں -
کہاں کی شرم کسکا لحاظ (اور ابھی سن ہی کیا تھا) بے اختیار

دوڑیں اور پلنگ کی پٹی تھا کمززار زار روئے لگیں۔
 نواب ممتاز الدولہ (آنسو پونچھ کر) مشتری! بیٹا ادھر دکھو
 توبہ۔ آج کا دن خوشی کا ہے یا رونے کا۔ خواہی نخواہی اپنے
 کو پریشان کر رہی ہو۔

مشتری بیگم کی گھگھی بندھ گئی۔ نواب ممتاز الدولہ
 نے خوشیدی بیگم کو کہا کہ تم سمجھاؤ اپنی بہن کو۔ اس قدر زمین
 نہیں میں بہت اچھا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ دو چار روز میں
 اس مصیبت سے رہا ہو جاتا ہوں۔ تمھاری خالہ کہاں ہیں
 بلاؤ۔ اور اپنی اما جان کو میری بندگی کہو۔ کہو ذری
 سن جائیں۔

یہہ لوگ تو وہیں کھڑی تھیں سب آن موجود ہوئیں۔
 نواب ممتاز الدولہ۔ بیگم صاحب! میں نے آپ کو اس واسطے
 تکلیف دی کہ آپ میری ساری باتوں کو غور سے سنئے۔
 نواب صاحب! آپ بھی دھیان لگا کر سنیں۔ میں خداوند کریم کا
 ہزار ہا شکر کرتا ہوں کہ میری یہ دلی آرزو پوری ہوئی۔

اور میں نے جیتے جی ان دونوں بچوں کا سہرا دیکھا۔ لیکن ابھی مشتری صغیر سن ہے۔ سسرال میں اسکی طبیعت بہت گھبرائیگی۔ اسلئے میں آپ لوگوں سے کہے جاتا ہوں کہ بعد میرے مشتری کو اور اوذکی مان کو اپنے یہاں لے جائیگا۔ اور نہایت دلجوئی لیجئے گا۔

چھوٹی بیگم برابر سے روتی جاتی تھیں۔ لیکن یہاں خیر کا فقرہ اور ستم کا تھا۔ ضبط گریہ نہ کر سکیں بے اختیار چکارا اٹھیں۔
نواب ممتاز الدولہ۔ یہ کون رویا؟

بڑی بیگم۔ (اپنے منہ پر دہتھڑا کر) جسکے سر میں آگ لگائے جاتے جسکو بے والی کئے جاتے ہو۔ یا میرے اللہ یہ کیا ہوا۔

مشتری بیگم اور خورشیدی بیگم نے وہ بین کیا۔ وہ کہرام مچایا کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بیچارہ دوٹھا ایک خود کسن۔ چودہ برس بھی پورے نہوئے تھے۔

دوسرے اسطرح کی کبھی واردات نہ دیکھی تھی۔ بے اختیار لکیرا کر چیخ اٹھا۔ نواب مختتم الدولہ نے سینہ سے لگایا۔

اور سمجھایا کہ تم مرد ہو۔ عنان استقلال ہاتھ سے نڈر۔
 نواب مختار الدولہ کو اس آہ و بکا نے وہ صدمہ پہنچایا کہ یہ بچار
 بیہوش ہو گئے مستورات نے جانا کہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ آہ
 و ایل کی صدا بلند ہوئی۔

مشتری بیگم۔ اباجان بولے۔ ہاے چپ کیوں ہو گئے!
 چھوٹی بیگم۔ اجی یہ کیا ہوا سچ کہ میں بیوہ ہو گئی؟۔ اے ابھی تو
 بول رہے تھے پوری وصیت بھی تم نہونی تھی! (نواب
 مختار الدولہ کے خیموں پر گر کر) وہ لہا بھائی یہ کیا ہوا؟
 ہاے کیسی آگ لگی! یا میرے مولا سین کہیں کی نہ رہی!
 نواب مختار الدولہ۔ ٹھہر غل نہ کرو بجو نبض تو دیکھنے دو تم
 لوگ تو پہلے ہی سے فال بد نکال رہی ہو۔

بڑی بیگم۔ اب فال کیسی۔ نبض کسکی دیکھو گے؟ اے جب
 کچھ باقی بھی ہو۔ ہاے لوگو یہ کیسی شادی تھی! شادی اور غمی
 ایک ہی گھر میں!

نواب مختار الدولہ۔ (جھنجھلا کر) خدا کیواسطے پانچ منٹ بھی

چپ رہو مجکو نبض دیکھنے دو۔

بڑی بیگم۔ (آنسو پونچھ کر)۔ اچھا لو چپ ہوئی۔ ہائے ہائے!!
نواب محترم الدولہ نے نبض جو عوز سے دیکھی تو صاف حرکت
نبض کی معلوم ہوئی۔

نواب محترم الدولہ۔ میں پہلے ہی کہتا تھا۔ تملوگون نے وہ
شور و غل مچایا کہ تو یہ ہی بھلی۔

بڑی بیگم۔ کیا زندہ ہیں؟۔ بولو تملوگو میرے سر کی قسم
نواب محترم الدولہ۔ تملوگون کے شور و غل سے بیچارے
بیہوش ہو گئے ہیں جلد گلاب کا کنسر منگواؤ۔

بڑی بیگم۔ نبض چلتی ہے یا نہیں۔ ذری آئینہ تو ناک کے
پاس رکھو۔

نواب محترم الدولہ۔ صاف نبض چل رہی ہے۔ آئینے کی
کیا ضرورت ہے۔

بڑی بیگم۔ کچھ ہو۔ تملوگوں کی تشفی ہو جائیگی۔

مشرقی بیگم و ڈاکر آئینہ نواب ممتاز الدولہ کی ناک کے

پاس جوئے گئیں تو صاف ناک کی بھاپ آئیئے میں معلوم ہوئی
 بڑی بیگم شکر ہے شکر از زندہ ہیں جلد کسی ڈاکٹر کو بلو ابھیجو۔
 نواب محتشم الدولہ۔ ڈاکٹر کے یہاں تو میں نے آدمی بھیجا ہی ہے۔
 پہلے گلاب نو تھوڑا لاد۔ ذری انکو ہوش میں لے آئیں۔
 اتنے میں خورشیدی بیگم گلاب کا کنٹر لے مانہتی ہوئی۔
 پہونچیں۔ نواب صاحب نے تھوڑا گلاب منہ پر چھڑکا۔ نواب
 ممتاز الدولہ نے سانس لی۔ بڑی بیگم اور چھوٹی بیگم سجدہ
 شکر بجالائیں۔ نواب ممتاز الدولہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا
 نہایت آہستہ سے پوچھا کہ اس قدر بھیڑ کیوں ہے۔ مجھ کو کیا
 ہو گیا تھا۔ ہر چند خیال کرتا ہوں کچھ یاد نہیں آتا۔ ہاں تو یہ
 اب مجھ کو یاد آیا میں وصیت کرتے کرتے سو گیا تھا۔ اتنے
 میں باہر سے خبر آئی کہ سول سرجن صاحب تشریف
 لائے ہیں۔

نواب ممتاز الدولہ۔ یہہ ڈاکٹر کو کس نے بلایا۔ نواب صاحب
 آپ ناحق اس قدر تکلیف کر رہے ہیں۔ جب پیمانہ عمر بڑی ہے تو

ڈاکٹر یا حکیم کیا کر سکتا ہے۔ آپ اونکو رخصت کر دیجئے۔ اون کے آنے سے اور محکوم اذیت ہوگی۔

نواب محترم الدولہ۔ آخر اس میں قیامت کیا ہے؟ دو چار منٹ کے واسطے دیکھ جائیں۔ اب وہ آچکے ہیں پھر دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

نواب ممتاز الدولہ۔ آپ اس میں اصرار نہ کیجئے۔ قیس جوالے کیجئے اور کہئے کہ اپنے گھر کا رستہ لین۔

بڑی بیگم۔ اے نہیں تم بلو الو۔ مریض کی رائے کیا۔ ہلکے اوس کمرے میں چلے جاتے ہیں۔

نواب ممتاز الدولہ۔ بیگم صاحب! آپ کو قسم ہے جو جائے محکوم ابھی آپ سے بہت کچھ کہنا ہے۔

بڑی بیگم۔ تو کمین ہم دور جاتے نہیں۔ اوس کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ جب ڈاکٹر جالیگا۔ پھر آجائینگے۔

نواب ممتاز الدولہ۔ (ہاتھ ٹپک کر) آپ لوگ کچھ سمجھتیں ہی نہیں یہ سب آخر وقت جب دیکھتے ہیں کہ قوت زائل ہوئی جاتی ہے۔

تو شراب پلا دیتے ہیں۔ مجھ کو بھی اگر شراب پلا دینگے تو مجھ کو
نہایت رنج ہوگا۔

مشتری بیگم۔ (رؤ کر) آبا جان! میری خاطر سے ڈاکٹر کو ایک
مرتبہ اور بلوا لیجئے۔ ہنہن تو روتے روتے اپنا برا حال کر ڈالوتی
نواب مختار الدولہ۔ (بوسہ پیشانی نورانی کا لیکے) خیر
تمنے کہا ایک مرتبہ اور بلواتے ہیں۔ (ایک مرتبہ اور) کو بہت
روز دیکر کہا۔)

الغرض پردہ ہوا۔ باہر سے ڈاکٹر صاحب آئے۔ قریب
پلنگ کے بیٹھے اچھی طرح دل و جگر دیکھ لیگی۔ بخار بالکل ٹر گیا
تھا۔ گرمی کا نام تک نہ تھا۔ بلکہ پانوں میں سرد ہوئے جاتے تھے۔
ڈاکٹر باہر برآمدے میں چلا آیا اور نواب مختار الدولہ کو اشارہ
کے بلایا۔

سول سرحن۔ تھوڑی برائٹی جلد ننگو اسے۔

نواب مختار الدولہ۔ کیوں کیا انکو دیتے تھے گا۔؟

سول سرحن۔ ہاں جلد ننگو اسے۔ نہیں تو اسکا ٹھہرنا دشواری

پائون بالکل سرد ہو چکے ہیں۔ نبض کا پتا ہی نہیں ملتا۔

نواب محترم الدولہ۔ یہ شراب کبھی نہ پینے لے۔ اسیلے آپ کے بلانے میں
دریغ کرتے تھے۔

نواب صاحب نے بالکل حال بیان کیا۔

سول سرجن۔ یہ کیا بات ہے؟ اس وقت جان جاتی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں
کہ وہ کچھ روز زندہ رہیں تو جلد شراب منگوائے۔ لیجئے (کاغذ پر لکھ کر) جلد منگوائے
نواب صاحب نے ایک چوبدار کو فوراً بھیجا کہ سامنے کے شفاخانے
سے یہ دو الے آ۔ شفاخانہ قریب ہی تھا چوبدار فوراً لے آیا۔

سول سرجن۔ (گلاس میں ڈھال کے) آپ بالکل اسکو پلا دیں
نواب محترم الدولہ۔ میں آپ سے کہتا ہوں۔ اگر انکو معلوم
ہو جائیگا کہ یہ شراب ہے تو کبھی نہ پینے لے۔

سول سرجن۔ اچھا تھوڑا دودھ منگوائے۔

نواب صاحب نے پاؤ بھر گائے کا دودھ منگوا لیا۔ سول سرجن نے
شراب میں اسکو ملا دیا۔ بالکل رنگ سفید ہو گیا۔

نواب محترم الدولہ۔ ہاں اب شاید پی لیں تو تعجب نہیں لیکن

ابھی تک آتی ہے۔

سیول سرجن۔ بوتو کی طرح دفع نہوگی۔ لیکن وہ علیل ہیں اسوقت
اونکو اتنی تمیز کہاں۔ آپ فوراً پلا دیتجئے۔

نواب صاحب نے گلاس لیا۔ نواب ممتاز الدولہ کے پاس آئے اور کہا
کہ اسکو پی جائے۔

نواب ممتاز الدولہ۔ یہ کیا ہے۔ شراب تو نہیں ہے؟ دیکھئے
نواب صاحب یہ صدمہ محکوم نہ پہونچائے۔

نواب محترم الدولہ۔ اولاً تو ہے نہیں۔ اور اگر بالفرض ہو بھی تو اسکے
پینے میں کچھ ہرج نہین۔ دواؤ شراب پینا جائز ہے۔

نواب ممتاز الدولہ۔ ہاں اگر موت اس سے رُک جائے تو مضائقہ
نہین۔ لیکن جب اجل سر پر کھڑی ہو تو اسوقت اسکے پینے سے فائدہ؟
نواب محترم الدولہ۔ خیر اسکو تو پی لیجئے۔

نواب ممتاز الدولہ۔ ڈاکٹر صاحب یہ شراب تو نہیں؟

سیول سرجن۔ آپ پی کے خود دیکھ لیجئے نا۔

نواب ممتاز الدولہ نے گلاس ہاتھ میں لیا۔ دیکھا تو رنگ دھو

کا پایا۔ نہایت خوش ہوئے کہ شراب نہیں ہے۔ چاہا کہ پی جائیں
لیکن شراب کی بور مقے جو انکی ناک میں آئی تو یہ ذری جھجھکے۔
غور سے گلاس کو دیکھا۔ پھر سونگھا۔ ڈاکٹر نے نواب محتشم الدولہ کو
اشارے سے کہا کہ انکو کہئے جلد پی جائیں کہ میں ایسا نہو تمیز
کر جائیں۔ ابھی نواب محتشم الدولہ نے کچھ کہا بھی نہ تھا کہ نواب
ممتاز الدولہ نے گلاس فرش پر پھینک دیا۔ شراب بہہ گئی۔ گلاس
ٹوٹ پھوٹ کے برابر ہو گیا۔

نواب ممتاز الدولہ۔ (ہاتھ جوڑ کے) خدا کے واسطے مجھ پر رحم
کیجئے۔ انکو رخصت کیجئے۔ میں اب کوئی دوا نہ پونگا۔
ڈاکٹر۔ بڑا افسوس۔ نواب صاحب! کہ آپ جیسا آدمی اس طرح
کی حرکت کرے۔

نواب ممتاز الدولہ۔ آپ اپنا افسوس رستہ دیکھئے۔ آپ کے
چہرے سے مجھ کو نفرت معلوم ہوتی ہے۔ آپ لہ تشریف لیجائے۔
مے تو بہ کوئی لے بھی نہیں جاتا۔

سول مرجن نے نواب محتشم الدولہ سے کہا کہ اب حجت کرنا بہیکار ہے

بخ دلانے سے اور مرض بڑھ جائیگا۔ اب تن بہ تقدیر چھوڑ دیجئے۔
 مجکو تو خوف معلوم ہوتا ہے کہ شاید چار پانچ گھنٹے بھی نہ بچیں۔
 وصیت وغیرہ جو کرانا ہو کرالیجئے۔

سول سرجن رخصت ہوئے۔ نواب صاحب پھر مریض کے پاس آئے
 نواب ممتاز الدولہ۔ کہئے آپ نے رخصت کر دیا اوںکو؟

نواب محترم الدولہ۔ ہاں وہ گئے۔ لیکن آپنے بڑا کیا جو دوا پئی
 نواب ممتاز الدولہ۔ (مسکرا کر) یہ کیوں نہیں کہتے کہ شراب نہ پئی۔
 نواب محترم الدولہ۔ ایسے وقت میں شراب پینا بھی جائز ہے۔
 نواب ممتاز الدولہ۔ نواب صاحب! مجکو بالکل یاس ہے۔
 میری عمر تمام ہو چکی۔ ہاں اگر کچھ بھی امید زندگی کی ہوتی تو پی لیتا۔
 لیکن جب بالکل ناامیدی ہے تو پھر کیوں وہ چیز پیوں جو ہماری
 شرع میں قطعی حرام ہے۔ خیر اب پردہ کرائئے مستورات کو بلو ابھیجئے
 پردہ ہوا۔ عورتیں آئیں۔ بڑی بیگم نے پوچھا کہ اسوقت
 طبیعت کیسی ہے؟

نواب ممتاز الدولہ۔ ساجد اچھا ہوں۔ مشتری کہاں ہے؟

مشتری بیگم۔ کیا ہے آبا جان؟ یہیں تو بیٹھی ہوں۔

نواب ممتاز الدولہ۔ اور ثریا شکوہ کہاں ہیں؟

نواب محترم الدولہ نے ثریا شکوہ کو اشارے سے کہا کہ پلنگ کے

پاس جا رہو۔ بچارہ دو لٹھا پلنگ کے پاس کھڑا ہوا۔ نواب ممتاز الدولہ

نے مشتری بیگم کا ہاتھ ثریا شکوہ کو ہاتھ میں پکڑا دیا اور کہا کہ خوب

یاد رکھنا ثریا شکوہ! کہ یہی ایک لڑکی ہماری ہے۔ بڑے ناز و نعم

سے پلی ہے۔ کسی طرح کی تکلیف۔ کسی طرح کی اذیت اس کو نہ دینا۔

ہمیشہ اسکی دلجوئی و تشفی کرتے رہنا۔ ہنیں تو میری روح تم سے

ناراض رہیگی۔ برس و برس اپنی مان اور خالہ کے پاس ان کو رہنے دینا

اور اگر جی چاہے تو اسی مکان میں تم اپنا قیام رکھنا۔ تم ابھی کمسن ہو

نواب محترم الدولہ بہادر کے یہاں صبح و شام حاضر رہنا۔ اونکی

صدا رح و مشورہ سے کام کرنا۔ ہمیشہ آپ کو عزت و حرمت سے رکھنا

خدا کی عنایت سے اس قدر دولت و ثروت میں چھوڑے جاتا ہوں

کہ تملوگ عیش و عشرت سے بسر کرو گے۔ کسی بات کے محتاج

نہ رہو گے۔ مشتری بیگم ہر جھکائے روتی جاتی تھیں اور ثریا شکوہ

کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ غرض یہہ وصیت کر کے نواب
 ممتاز الدولہ نے آہ سرد بھر کر مشتری بیگم کی پیشانی نورانی
 کابو سے لیا۔ اور کہا کہ اب آپ گ جائے۔ انکی والدہ سے مجھ کو
 کچھ کہنا ہے۔ بڑی بیگم۔ مشتری بیگم۔ خورشیدی بیگم سب
 کی سب دوسرے کمرے میں چلی آئیں۔ نواب مختتم الدولہ اور
 ثریا شکوہ باہر کے دالان میں چلے آئے۔ پردے گر ادئے گئے
 جب تخلیہ ہوا تو نواب ممتاز الدولہ نے چھوٹی بیگم کی طرف دیکھا ہے
 دیکھا کہ زار زار رو رہی ہیں اور چہرہ مارے رنج و الم کے زرد ہو گیا
 نواب ممتاز الدولہ۔ یہہ اس قدر رو کیوں رہی ہو؟ ذری استقلال
 کرو۔ میرے پاس آؤ۔ اس پلنگ کے پاس بیٹھ جاؤ۔
 چھوٹی بیگم روتی ہوئی اونٹھیں اور پلنگ پر جا کر نوا بھنا
 کے پاس بیٹھ گئیں۔ نواب صاحب نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر
 کہا کہ سنو! کوئی شخص برابر یہاں رہنے کا نہیں۔ ہر کیسے لئے
 موت ہے کوئی جلدی کوئی دیر ضرور اس دنیا سے سفر کریگا۔
 پھر اس قدر رنج اور اپنے کو تباہ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

اگر تمھارا یہ حال ہوگا تو کون ان دو لٹھا دو لٹھن کو تسکین دیگا؟ یہہ
سنکر چھوٹی بیگم کی اور گھگھی بندھ گئی۔

نواب ممتاز الدولہ۔ تمکو میرے سر کی قسم اس قدر پریشان نہو۔
بعد میرے دو لٹھا دو لٹھن دو نوٹکوا اپنے پاس رکھنا۔ ہنسی خوشی
زندگی بسر کرنا۔

چھوٹی بیگم۔ (رو کر) میری خوشی تمھارے سبب تھی۔ میری
لالی تمھارے دم قدم کی برکت سے تھی۔ جب وہی ہنیں تو پھر
کیا۔ ہاے کاش میں ہی کبخت نصیبون جلی مر جاتی تو کیوں یہہ
روز بد نکھیتی! اللہ جانتا ہے مجھ سے یہہ صدمہ نہ سہا جائیگا۔
اگر حرام موت نہ ہوتی تو میرے کی کنی کھا لیتی بس فرصت جاتی
ممتاز الدولہ۔ (اشکبار ہو کر) تمکو خدا اور خدا کے رسول کی قسم
جو کبھی ایسا خیال کرو! ہنیں تو محکو ایک دم قبر میں چین نہ آئیگا۔
یہہ کہہ کے نواب صاحب کو حد درجہ کی کمزوری آئی اور آنکھیں
بند کر لین۔ چھوٹی بیگم نہایت گھبرائیں اور چاہا کہ لوگوں کو
بلا لیں لیکن نواب صاحب نے اشارے سے منع کیا۔ تھوڑی

ذیر بعد آنکھیں کھولیں۔ اور چھوٹی بیگم سے کہا کہ میری دو وصیتیں
ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم میرے واسطے آپ کو تباہ نہ کرنا۔ دوسرے
میری وجہ سے شادی میں توقف یا تخفیف نہ کرنا۔ ہاں ایک
بات اور کہنی ہے۔ لہذا اگر کوئی قصور ہوا ہو یا کوئی بات بُری بھلی
کہی ہو تو معاف کرنا۔

چھوٹی بیگم (رو کر) آپ نے میرا کیا قصور کیا۔ آپ نے تو میرے ساتھ
وہ کیا کہ جی ہی جانتا ہے۔ اور اس طرح سے مجھ کو آرام سے رکھا کہ آج تک
کسی نے نہ رکھا ہوگا۔ میں ہی بد بخت اندھی تھی کہ کوئی خدمت
آپ کے لائق نہ کر سکی۔

نواب صاحب۔ (ہاتھوں کا بوسہ لیکر) خدا کو حاضر و ناظر جان کر
کہتا ہوں کہ تم نے مجھ کو کس طرح کا رنج بہنیں پہنچایا۔ ہر طرح سے
آرام و آسائش سے اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے مجھ کو خوش کیا ہے۔
میں تمہارا احسان نہ بھولوں گا۔ تم جیسی عورتیں میں نے کم دیکھی
ہیں۔ نہ معلوم خدا کو کیا منظور تھا کہ اس قدر جلد بھولوں میں نہ جانوں
ہونیوالی ہے۔

نواب صاحب اور چھوٹی بیگم دونوں ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھ
 دیکھ رہے تھے۔ جھر جھر آنسو دونوں کی آنکھوں سے جاری تھے
 یکا یک ہاتھ ایک دوسرے سے چھوٹا۔ ادھر نواب صاحب
 پلنگ پر گرے۔ او دھر چھوٹی بیگم پلنگ سے فرش پر غش کھا کر
 گر پڑیں۔ گرنے کی جو آواز آئی تو بڑی بیگم اور مشتری اور خورشیدی
 دوڑی ہوئی آئیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ نواب ممتاز الدولہ کی
 آنکھیں بند ہیں اور چھوٹی بیگم فرش پر بہوش پڑی ہیں۔
 یا اللہ! یہ کیا ہوا؟ کسکو دیکھئے کسکو نہ دیکھئے!۔ نواب محترم الدولہ
 بھی فوراً آئے۔ نواب ممتاز الدولہ کی نبض دیکھی تو ساقط!۔
 بدن بالکل ٹھنڈھا۔ ناک پر ہاتھ لے گئے۔ سانس کا نام تک
 نہیں۔ نواب صاحب نے جلد چادر اوڑھادی اور قبلہ رخ کر دیا۔
 بڑی بیگم نے رو کر کہا کہ کیا ختم ہو گئے۔ نواب صاحب نے کہا صبر کرو۔
 مرضی خدا میں کیا چارہ چھوٹی بیگم کو لپٹاؤ۔ ہوش میں لاؤ۔
 میں لوگوں کو باہر سے بلائے لاتا ہوں۔

بڑی بیگم مشتری بیگم۔ خورشیدی بیگم۔ اما۔ اسیلین میلا نیان۔

روتی بیٹی گھر میں داخل ہوئیں۔ اور وہ کہرام شروع کیا کہ سننے والوں کے رنگے ٹکڑے ہوتے تھے۔ نواب صاحب باہر تشریف لائے لوگوں سے کہا کہ نواب ممتاز الدولہ انتقال کر گئے۔ تجھیز و تکفین کا جلد سامان کرو۔ سب لوگوں کو حیرت ہوئی کہ یا اللہ یہ کیا ہو گیا!۔ جو سنتا تھا افسوس کرتا تھا۔ ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو جا رہا تھا۔ نواب ممتاز الدولہ ہر دل عزیز تھے۔ ہر کسی کو انکے انتقال کا رنج ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ عجب حادثہ جانکاہ ہے۔ کہاں لڑکی کا بیاہ ہوتا تھا۔ کہاں جنازے کی تیاری ہونے لگی! کسی نے کہا کہ بھی دیکھنا دنیا کیا بڑی چیز ہے۔ ابھی ابھی شادی اپنے ہی گھر تھے برات کی تیاری ہو رہی تھی اور ابھی جنازہ نکلتا ہے! شادی غمی تو مانتے تھے وہ اپنی آنکھوں دیکھا۔

غرض کہ ہر شخص کلمات یاس کے زبان پر لاتا اور دست حسرت ملتا تھا۔ قصہ مختصر نواب ممتاز الدولہ کو نہلا دھولا تابوت میں رکھا ایک دو شالہ بیش بہا اوپر سے اوڑھا دفن کرنے لے چلے وہی لوگ جو تقریب عقد میں آئے تھے شریک جنازہ ہوئے۔

مقبرے میں لیجا کے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ لاش قبر میں رکھی گئی۔
 سمھون نے مٹی دی اور رومال سے آنکھیں پونچھتے ہوئے واپس
 آئے۔ تمام گھر جو محوڑی دیر پہلے جلکھارا تھا ماتم سہرا ہو گیا ایک
 ہوکا سا عالم تھا۔ نہ دوطھا کی خبر۔ نہ دوطھن کی پروا۔ دوطھا الگ
 زار زار رو رہا ہے۔ دوطھن نے الگ اپنا سہرا نوچ کھسوسکر
 پھینک دیا ہے۔

جب چھوٹی بیگم کو ہوش آیا تو مضطر ہو کے پوچھا کہ بھگو
 کیوں یہاں لے آئیں۔ کہو اب اونکا کیا حال ہے۔ نیند
 آگئی تھی نا۔ نیند کا آنا مرض کو دفع کرتا ہے۔
 بڑی بیگم۔ ہاں خوب میٹھی نیند سوئے ہیں۔ اب اون کو
 کی طرح کی تکلیف نہیں۔
 چھوٹی بیگم۔ شکر!

ہاے یہ فقہ اور ستم تھا۔ سننے والوں کے رونگٹے
 کھڑے ہو جاتے تھے۔ اتنے میں شور و غل کی آواز چھوٹی بیگم
 کے کان میں آئی تو گہرا کر اوٹھ بیٹھیں۔

چھوٹی بیگم - باجی! دیکھو برات دروازے لگتی ہے دو وطن کو
جلدی سے سنوارو۔ اے باجے والے کہاں ہیں۔ مان شاید
اونکے خیال سے منع کر دیا ہو گا کہ نیند ٹوٹ نہ جائے۔ اے واہ!
یہ لوگ کھڑے کیوں ہیں؟۔ کوئی سنتا ہی نہیں۔ اے لوگو
دو وطن کو تو سنوارو۔ باجی! تم رو کیوں رہی ہو۔

کسی نے جھک کے کان میں کہا کیسا سنوارنا اور کسکی
برات؟ یہ نواب ممتاز الدولہ کا جنازہ نکلا ہے۔ تم بیوہ ہو گئیں
مشرقی یتیم ہوئی۔ چھوٹی بیگم "این" کہلے پھر غش کھا کر
گر پڑیں۔ بڑی بیگم نے سراونکا اوٹھا کر گود میں لے لیا۔
گلاب چھڑکا بڑی دیر بعد ہوش آیا۔

چھوٹی بیگم - باجی! میں سچ بیوہ ہو گئی۔؟ اے اب ڈرو
نہیں مجھ کو اب کچھ نہوگا۔ جو میری تقدیر میں لکھا تھا وہ ہوا۔
شکر ہے اللہ تیرا! تجھ کو افسوس اتنا ہی آتا ہے کہ میں کیوں
بیستی رہی اور اون کے سامنے کیوں نہ مر گئی۔ ہاے جب وہ کلمات
تسکین یاد آتے ہیں کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ کس کس طرح مجھ کو

نصیحت کی۔ کیسی کیسی وصیتیں کیں۔ (رو کر) مجکو قسم دے گئے
ہیں کہ اون کے واسطے نہ پیٹوں۔ اونکو سہے سہے نکروں۔
رنج و غم نہ نکروں۔ لیکن کیا کروں دلکو کیسے سمجھاؤں۔ (کلیج
پر ہاتھ رکھ کر)۔ یہہ قابو میں نہیں جب تو۔ ہائیں اتنے دنوں تک
اون کی کچھ خدمت نہ کر سکی! کیا جانتی تھی کہ اتنا جلد آنکھیں
بند کر لینگے۔ لیکن خیر جو جو وصیتیں کر گئے ہیں اوپر عمل
کر دنگی۔ اور کچھ نہیں تو روح تو اونکی خوش ہوگی۔ باجی!
دوٹھا کو گھر میں بلوالو۔ رسومات شروع کر دو۔ مجکو ہزار ہا
قسمیں دے گئے ہیں کہ ریت رسم کیطرح موقوف نہ رہنے پاؤں۔
بڑی بیگم۔ (رو کر) آج کون موقع ہے؟
چھوٹی بیگم۔ نہیں باجی۔ جیسا وہ کہہ گئے ہیں ویسا ہی دکھاؤ
سر مو فرق ہونگا۔

جو لوگ سنتے تھے خاک سر پر اوڑاتے تھے۔ اور آنسوؤں
کے دریا بہاتے تھے۔ خورشیدی بیگم اور عزیز بیگمات مشتری بیگم
کے پاس بیٹھی تھیں۔ دلجوئی و تشفی کر رہی تھیں۔ جب یہ خبر

سُنی کہ دو لٹا گھر میں بلوایا جاتا ہے۔ رسمیں ہونگی۔ تو ان لوگوں کو نہایت حیرت ہوئی کہ آج ہی یہ حادثہ ہوا اور آج ہی رسمیں! ایک مغلائی نے کہا کہ بڑی بیگم صاحب ہر چند سمجھاتی ہیں۔ مانتی ہی نہیں۔ کہتی ہیں کہ بہشت نصیب کی (ماے ابھی صبح کو لوگ نام لیتے تھے اور اب یوں پکارے بھلتے ہیں!) وصیت ہے کہ کی طرح رسومات میں فرق نہو۔ اگر یہ انجام نہ پائیں تو قبر میں ان کو چین نہ آئیگا۔ چھوٹی بیگم صاحب فرماتی ہیں کہ ہر ہر وصیت کو ان کی بجا لاؤنگی۔ چنانچہ اب روتی تک نہیں ہیں۔ ان کی بڑی ممانعت تھی کہ کبھی ان کے واسطے تباہ حال یا گریہ وزاری نہ کریں۔ لیکن پھر کہا تھا۔ آئسوکل ہی پڑتے ہیں۔ دو مرتبہ تو بیہوش ہو ہو گئیں۔ مشتری بیگم نے جو یہ سنا تو خورشیدی بیگم کے گلے مل خوب پھوٹ پھوٹ کے روئیں۔ اس قدر دونوں بہنیں روئیں کہ گھگھی بندھ بندھ گئی۔ لوگوں نے سمجھایا کہ چپ رہو۔ مشیت ایزدی سین کیا چارہ اللہ کے حکم میں کیا کیا اجارہ۔ جس نے اس دنیا میں بھیجا تھا

اوسنے پھر بلا لیا۔ صبر کر و صبر۔ مشتری بیگم کو ہر چند لوگوں نے
 سمجھایا لیکن رونا موقوف نہ ہوا۔ چھوٹی بیگم کو یہ خبر پہنچی
 تو زار زار رونے لگیں۔

چھوٹی بیگم۔ لوگو! اسکو کیا کم عنم ہوا ہوگا۔ اوسکو
 اپنی مٹی کا کیا صدمہ پہنچا ہوگا! ہاے کس ناز و نعم کی پٹی ہوئی تھی
 کیسی باپ کے لاڈ میں رہتی تھی۔ ہاے۔ ادھر ذری اونگلی میں
 پھنسی نکلے اودھر رات رات بھر نیند نہ آئے! ادھر ذری بدن
 پر حرارت ہو اودھر چٹپٹھا بنے تھا بنے شام سے صبح ہو۔ لوگو!
 جسوقت اوسکو یہ سب یاد آتا ہوگا تمھیں کہو کہ کیا حال ہوتا گا!
 ہاے ہاے کوئی پانی ٹھنڈھا جلد پلا دوزبان انٹھی جاتی ہے۔
 غرض کہ چھوٹی بیگم برف کا پانی پی مشتری بیگم کو سمجھانے
 چلیں۔ جوہنیں مشتری بیگم نے اپنی مان کو دیکھا دوڑ کر گلے سے
 لپٹ گئیں اور اسقدر دونوں روئیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں
 سے خون ٹپکنے لگا۔

مشتری بیگم۔ آجا جان یہ کیا ہوا؟ اے بولے چپ کیوں ہو گئیں؟

بڑی بیگم۔ ہاے پھر غش آگیا۔ دیکھئے ان دونوں کا کیا بداہوت ہوتا۔
 بڑی بیگم نے کلاب منہ پر چھڑکا۔ ہوش آ یا چھوٹی بیگم
 نے چاروں طرف دیکھا پھر شتری بیگم کو غور سے دیکھا اور گلے
 سے لپٹا لیا۔

چھوٹی بیگم۔ باجی تہہ جلد دوٹھا کو بلواؤ۔ رسومات جلدی جلد
 طے کرو۔ ہاے اوکلی روح قبرین پھڑک رہی ہوگی۔
 بڑی بیگم۔ آج کون موقع ہے خیراؤن سے (نواب محترم الدولہ
 سے) بھی مشورہ کر لوں۔

نواب محترم الدولہ کو بلوا کے بڑی بیگم نے پوچھا تو اونھوں
 نے صاف انکار کیا کہ آج کیا ماہم کوئی سامان شادی ہنہن
 ہو سکتا۔ زمانہ کیا کہیگا۔ چھوٹی بیگم نے جو سنا تو زار زار روتی
 ہوئی نواب صاحب کے پاس آئیں اور قدموں پر گر کر سارا حال بیان
 کیا۔ اور نہایت عاجزی و بیکاری کے ساتھ اجازت چاہی۔
 نواب صاحب سے اسکی اوسوقت ہمت نہ ہو سکی کہ اون کے
 دلو شکستہ نہ کریں۔ سوائے اجازت دینے کے کچھ بن نہ آئی۔

چنانچہ دولہا گھر میں بلوایا گیا۔ شرعی طور سے جلد جلد سامان عروسی
طے پائے۔

خدا کی قدرت عین چوتھی کے روز پچارے دولہا نے
بیہضہ کیا اور جان بحق تسلیم ہوا۔ اس سانحہ جگر دور کی خبر جسکو
پہونچی دوست سے دشمن تک سمجھون نے دریائے اشک
بہایا اور انگشت حیرت انہوں کے تلے دابی۔ سب زیادہ صدمہ
اسکا نواب محترم الدولہ کو پہونچا۔ کس واسطے کہ آدمی دورانِ شیش
تھے۔ مشتری بیگم کی خرد سالی خیال کر کے آنکھوں سے آنسو
ہمہ دم روان تھے اور دس دس منٹ پر یہ مصرعہ پڑھتے تھے۔
مصرعہ یک داغ نیک ناشدہ داغِ دگر نہ بد

مستورات کا حال زبانِ قلم سے اظہار ہونا دشوار ہے جبکہ
نواب محترم الدولہ جیسے ضابط و صابر شخص کا یہ حال ہو تو عجوبہ
کا کیا ذکر۔ اس قدر کہنا کافی ہے کہ اون کے نالہ و شیون سے
مرغانِ چمن روتے تھے۔ جانوروں تک کے سینے دہلتے تھے۔
چھوٹی بیگم نے اپنے کو کوئین مین کر کر ہلاک کرنا چاہا لیکن لوگ

زبردستی پکڑ کر کنارے سے لے آئے۔

چھوٹی بیگم خدا کے واسطے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھ کو چھوڑ دو۔
 مجھ سے یہ صدمہ برداشت نہوگا۔ تلو خاتون جنت کی قسم مشکاکشا
 کی قسم۔ مجھ کو چھوڑ دو مجھ کو جان دینے دو۔

چھوٹی بیگم نے ہر چند چاہا کہ لوگوں سے آپ کو چھوڑ آئیں
 لیکن وہ سب دس بارہ یہہ پجاری اکیلی۔ کتنا زور کریں اور کس
 کس سے جان چھوڑ آئیں۔

چھوٹی بیگم۔ تلوگ بڑی سنگدل ہو میرے حال پر کچھ رحم
 نہیں کرتیں۔ خیر اس روکنے سے کیا ہوگا۔ اس وقت نہیں اور قیوت
 مشتری بیگم کو اپنے باپ کے مرنے کا کیا صدمہ پہنچا تھا
 جو اسکا خیال کرتیں۔ یہہ ایک سکتے کی حالت میں بیٹھی تھیں کہ
 خورشیدی بیگم روتی ہوئی آئیں کہ خالہ جان اپنے کو کوئین مین
 گراتی ہیں۔ مشتری بیگم ننگے سر ننگے پانون دوڑی ہوئی آئیں۔
 اور چھوٹی بیگم کے گلے سے لپٹ کر خوب پھوٹ پھوٹ کر روتیں
 اس وقت ان دونوں نے وہ کہرام مچایا کہ سننے والوں کی

آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔

مشتی بیگم۔ (رو کر) اما جان۔ آپ بھی نچو چھوڑ کر چلی تھیں؟
چھوٹی بیگم۔ اماں تجھ پر سے قربان۔ تجھ پر سے داری۔
میں کجخت نصیبوں جلی کس طرح تجھے منہ دکھاؤں۔ کس طرح
تجھ سے آنکھیں برابر کروں۔ ماے یہ بچپن اور یہ زندہ پایا!
ہاے دو ہی دن کا سو ہاگ قسمت میں لکھا تھا۔!

چھوٹی بیگم نے زمین پر اس زور سے سر پٹکا کہ سر
پھوٹ گیا۔ چھوٹی بیگم کو بخش آگیا اور سر سے خون جاری ہوا۔

ہر چند اوگون نے رومال سے سر باندھ لکھا اور کیوڑا
چھڑکا لیکن نہ خون رُکنا نہ چھوٹی بیگم کو ہوش آیا۔ بڑی بیگم
نہایت گھبرائیں اور رو کر کہا کہ کوئی خدا کے لئے باہر جا کر خبر
کرو۔ یہ کیا ظلم کا سامنا ہے۔ ماے کیا غمی پر غمی ہوتی جائیگی۔

ارے رومال سے سر تو مضبوط باندھو۔ کوئی ڈاکٹر کو جلد
بلوؤ۔ نہیں تو بہ ڈاکٹر نہیں۔ اب ڈاکٹر کو سلام۔ کوئی حکیم کو
بلوؤ۔

نواب صاحب جلدی ڈاکٹر کو لئے ہوئے آئے۔ چھوٹی بیگم کو
 ہوش آ یا۔ علاج معالجہ شروع ہوا۔ لیکن چھوٹی بیگم کی حالت
 روز بروز بدتر ہوتی جاتی تھی۔ گو سرکارِ حتم بھرا یا تھا۔ لیکن انکی
 عجب کیفیت تھی۔ جنون سا ہو گیا تھا۔ بہکی بہکی باتیں کرتی
 تھیں۔ نواب صاحب نہایت گھبراے۔ اطبا اور ڈاکٹروں
 کی راے سے دو برس تک برابر سمندر اور پہاڑوں اور سرد
 ملکوں میں ان لوگوں کے ساتھ پھرا کئے۔ اس سیر و تفریح و
 تبدیل آب و ہوا سے ان لوگوں کا دن بہل گیا۔ اور پھر خداوند
 تعالیٰ صبر عطا فرماتا ہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو کوئی شخص زندہ
 نہ رہے۔ چنانچہ جس زمانے کا ذکر ہو رہا ہے اس وقت تک یہ
 لوگ سیر و تفریح کر کے واپس آچکے تھے۔ اگلی باتیں سب
 خواب و خیال ہو چکی تھیں۔ دونوں بہنیں ایک ہی مکان میں
 رہتی تھیں اور آرام و چین سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ یہ تو کسی
 کہا جائے کہ انکو رنج نہ ہوتا تھا جب کوئی ذکرِ نواب ممتاز الدولہ
 یا اثرِ اشکوہ کا کرتا تو آنکھوں سے آنسو نکل ہی پڑتے تھے۔

لیکن وہ پہلی سی باتیں نہ تھیں۔ گانا بجانا۔ ہنسی تفریح سبھی کچھ ہوتا تھا۔

مشتری بیگم کی سرگزشت سے رجوع

اور نفس مطلب کا حسن شروع

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نواب محترم الدولہ کے روبرو خورشیدی بیگم بیٹھی تھیں۔ انکے ہم پہلو مشتری بیگم۔ انکی بغل میں چھوٹی بیگم ایک ہلکی صندلی رضائی اوڑھے ہوئے جسمین سبز گرینٹ کی چار انگل چوڑی گوٹ لگی ہوئی تھی۔ انکے سامنے ایک چھوٹا سا لقمی پاندان رکھا ہوا تھا اور اپنے ہاتھوں سے گلو ریان بنا رہی تھیں۔ انکو یہہ شعشعل دن بھر تھا۔ باوجودیکہ مغلا نیان پیش خدمتین سیکڑوں تھیں۔ لیکن یہہ اپنی ہی ہاتھوں برابر گلو ریان بنایا کرتی تھیں۔ انکی بغل میں نواب صاحب کے متصل آتشخانے کے اوس سرے پر بڑی بیگم تشریف رکھتی تھیں۔ یہہ چاہیتی بی بی نواب محترم الدولہ کی

تھقین۔ گو یہ اپنی چھوٹی بہن یعنی چھوٹی بیگم سے سب سے مین
 بڑی تھقین۔ لیکن باشار اللہ قوسے اچھے تھے۔ بال سر کے
 سیاہ ہی تھے۔ اور چہرہ ابھی تک کندن کی طرح دکھتا تھا۔
 صورت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اپنے زمانے میں
 ہر اردو مین کیا لاکھون مین ایک ہونگی۔ اور کیون نہو۔ جی
 تو نواب محترم الدولہ جیسے آدمی اون کے دام محبت مین اسیر
 تھے۔ یہہ کا کریزی رضائی جسمین پیک۔ بانکڑی ٹنکی۔ اور سرخ
 زرد۔ اور سبز گرنٹ کی پڑا قے دار گوٹ لگی تھی اور ٹھے ہوئے
 تھقین۔ عطر فستہ دبوے لبان تمام کرے کو معطر کر رہی تھی
 مشتری بیگم بھی نابخی خلیل خانی اور ٹھے ہوئے تھقین۔
 لیکن خورشیدی بیگم کی بلا اور ٹھے انکو اسقدر تاب
 کہان کہ یہہ جھگڑا اپنے پیچھے لگائیں۔ صرف کاشانی محل کا
 شلو کا ڈو پٹے کے نیچے پہن لیا تھا۔ یہی غنیمت تھا۔
 بڑی بیگم۔ اے خورشیدی! تمکو سردی نہیں معلوم ہوتی؟
 خلیل خانی کیون نہیں اور ہتھتین؟

خورشیدی بیگم نے عمداً کچھ جواب نہ دیا اور مشتری بیگم سے

باتیں کرنے لگیں۔

بڑی بیگم۔ اسے واہ! اسنا بھی یا نہیں۔ میں نے ابھی کیا کہا؟
خورشیدی۔ (منہ بنا کر) اماں جان! سردی معلوم ہو جب تو
بڑی بیگم۔ کیا خوب کہتی ہیں۔ سردی معلوم ہو جب تو!
یہاں سب کوئی جاڑے سے بیٹھے کانپ رہے ہیں۔ اور
انکو سردی ہی نہیں معلوم ہوتی۔ سردی تو ضرور معلوم ہوتی
ہوگی۔ لیکن یہ کہو آ لکسی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ (پہنکے)۔ اماں جان خلیل خانی تو مجھ سے
نہیں اوڑھی جائیگی۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دس
سین کا بوجھ پیٹھ پر رکھ دیا۔ کمر ٹوٹنے لگتی ہے۔ آخر یہ شلو کا
توپہنے ہوں۔ یہہ کیا کم ہے۔

بڑی بیگم۔ اچھا تو یہہ میری رضائی لو۔ یہہ تو خاصی ہلکی
پھلکی ہے۔

خورشیدی۔ واہ۔ اماں اور آپ؟۔

بڑی بیگم - میرا کیا - میں آگ کے پاس بیٹھی ہوں - مجکو سردی
 نہیں معلوم ہوتی -
 خورشیدی بیگم - واہ آمان جان - ابھی تو آپ نے کہا
 سردی سے کانپ رہے ہیں - اور ابھی اپنی رضائی مجکو دیتی
 ہیں - میں تو نہ اڑھونگی -

بڑی بیگم - یہ ساری حجت اسلئے ہوتی ہے کہ انکو کچھ
 اڑھاؤ بہین - خیر تم یہ رضائی لو - میں تمھاری خلیل خانی اور
 لیتی ہوں - بی مغلانی ! - خورشیدی بیگم کی خلیل خانی تو لاؤ -
 (خورشیدی بیگم سے) کہاں رکھی ہے؟

خورشیدی بیگم - بالا خانے پر -

چھوٹی بیگم - اے واہ کیا یاد ہے ! - واہ تو بچے والا
 میں رکھی ہوئی ہے - چھوٹا گاؤ تکیہ ہے نا؟ - بی مغلانی ! اے
 سر ہلاؤ اگر سمجھیں نہیں تو مجھ سے پوچھ لو - منہ تکیے سے کیا
 معلوم ہو گا کہ تم سمجھیں یا نہیں -

مغلانی - جی ہاں بیگم صاحب میں سمجھی - چھوٹا گاؤ تکیہ محل کا

جو ہے پورب رخ کے دالان میں۔

چھوٹی بیگم پتھر پڑیں تمھاری سمجھ پر۔ یہ چلی تھیں لانے کو!
اور پوچھتی ہوں تو کہتی ہیں کہ میں سمجھ تو گئی۔ اسے پورب کے دالان
میں نہیں۔ اس سامنے والے دالان میں ایک چھوٹا سا گاو
تکیہ رکھا ہوا ہے۔ بس اوسیکے نیچے ایک لال خلیل خانی رکھی
ہے اوسکو لے آؤ۔

بی مغلانی (پان گال میں باکر)۔ وہ تو خورشیدی بیگم کی ہی
میں جانتی ہوں وہاں رکھی ہے۔

(اسپر سب لوگوں نے قہقہہ مارا اور نوا ب صاحب بھی خوب ہنسی)
بڑی بیگم۔ تم ایسی سٹیا کیوں گئیں۔ خورشیدی کی خلیل
نہیں مانگی تھی تو کسی مانگی تھی؟۔ تمھارا وہی حال ہے کہ سارا
قصہ سن گئیں پھر پوچھتی ہیں کہ زلیخا عورت تھی یا مرد۔ جاؤ
جلد لے آؤ۔

بی مغلانی گئیں اور خلیل خانی لے آئیں۔

خورشیدی بیگم۔ (منہ بنا کر) اما جان کو جو ہر دی معلوم ہوئی

تو سمجھتیں ہیں کہ سب کو یہ نہیں ستاتی ہے۔

(اسپر نواب صاحب ہنس پڑے)

بڑی بیگم۔ (ظن سے) اور منستے ہیں!۔ اتنی توفیق تو نہ ہوئی کہ اوس کو کچھ اڑھنے کو دین۔ آپ سر سے پائون تک شال میں لپیٹے کیا بیٹھے ہیں کہ سمجھتے ہیں ہر کوئی اسی آرام سے ہے سچ ہے مردوں کا دل قصائی جیسا ہوتا ہو۔

نواب صاحب۔ ذرا اپنی رضائی جو اڑھنے کو دی تو سمجھیں کہ بچوں دیکرے نیت۔

چھوٹی بیگم۔ اتنا تو کہو نگی دو لٹھا بھائی! کہ اوس جگہ آپ تھے اور وہیں باجی بھی تھیں۔ باجی سے رمانہ گیا۔ اپنی رضائی اڑھادی۔ اور آپ نے زبان تک نہ ہلائی۔ آپ میں اون میں اتنا بل ہے۔

نواب صاحب۔ اول تو خود اونھون نے اسکا ذکر کیا تھا۔ دوسرا اب خورشیدی کچھ دو برس کی بچا نہیں ہے۔ اگر اوس کو سردی معلوم ہوتی تو وہ خود اڑھ لیتی۔ اسمین کہنے کی کیا

حاجت ہو۔ سب کو اپنی عزیز ہے۔ کیا مجال کہ اس کو سردی معلوم
ہو اور گرم کپڑے نہ پہنے

بڑی بیگم۔ اچھا خورشیدی پتہ سچ کہو۔ تم کو سردی معلوم ہوتی
تھی یا نہیں؟

خورشیدی بیگم۔ (مسکرا کر) نہیں۔ مجھ کو تو کچھ بھی معلوم نہ ہوتی
(نوا بصاحب نے قہقہہ لگایا)

بڑی بیگم۔ (شرما کے) ہاں کیون نہیں۔ باپ کی طرف ملگئیں
سچ۔ لڑکی باپ کو چاہتی ہی ہے۔ لڑکا ہوتا تو مان کو چاہتا۔

خورشیدی۔ نہیں اما جان یہ نہ کہتے۔ اللہ جانتا ہے
میں آپ کو اپنی جان سے بڑھ کے چاہتی ہوں۔

بڑی بیگم۔ جاؤ بس دیکھ لیا۔ ابھی تو باپ کی طرف دوڑی
تھیں اب آئی ہیں مجھ کو ملانے۔

نوا بصاحب۔ اچھا بیٹا کہہ دو کہ تم کو سردی معلوم ہوتی تھی
یہ مجھے اب خوش ہوئیں؟

بڑی بیگم۔ وہ کچھ ہو۔ لیکن باپ کی نسبت مان لڑکوں کو

تو سمجھتیں ہیں کہ سبکو یونہی ستاتی ہے۔

(اسپر نوا بصاحب ہنس پڑے)

بڑی بیگم۔ (ظن سے) اور ہنستے ہیں! اتنی توفیق تو نہ ہوئی کہ اوسکو کچھ اڑھنے کو دین۔ آپ سر سے پائون تک شال میں لپیٹے کیا بیٹھے ہیں کہ سمجھتے ہیں ہر کوئی اسی آرام سے ہے صح ہے مرد و نکا دل قضائی جیسا ہوتا ہو۔

نوا بصاحب۔ ذرا اپنی رضائی جو اڑھنے کو دی تو سمجھیں کہ بچوں دیگرے نیست۔

چھوٹی بیگم۔ اتنا تو کہنوں کی دوٹھا بھائی! کہ اوس جگہ آپ تھے اور وہیں باجی بھی تھیں۔ باجی سے رمانہ کیا۔ اپنی رضائی اڑھادی۔ اور آپ نے زبان تک نہ ہلائی۔ آپ میں اون میں اتنا بل ہے۔

نوا بصاحب۔ اول تو خود اوٹھون نے اسکا ذکر کیا تھا دوسرے اب خورشیدی کچھ دو برس کی بچا نہیں ہے۔ اگر اوسکو سردی معلوم ہوتی تو وہ خود اوٹھ لیتی۔ اسمین کہنے کی کیا

حاجت ہو۔ سب کو اپنی غریزہ ہے۔ کیا مجال کہ اس کو سردی معلوم
ہو اور گرم کپڑے نہ پہنے

بڑی بیگم۔ اچھا خورشیدی پتہ سچ کہو۔ تم کو سردی معلوم ہوتی
تھی یا نہیں؟

خورشیدی بیگم۔ (مسکرا کر) نہیں۔ مجھ کو تو کچھ بھی معلوم نہ ہوتی تھی۔
(نوا بصاحب نے فقہہ لگایا)

بڑی بیگم۔ (شرما کے) ہاں کیون نہیں۔ باپ کی طرف ٹل گئیں۔
سچ۔ لڑکی باپ کو چاہتی ہی ہے۔ لڑکا ہوتا تو مان کو چاہتا۔

خورشیدی۔ نہیں اما جان یہ نہ کہتے۔ اللہ جانتا ہے
میں آپ کو اپنی جان سے بڑھ کے چاہتی ہوں۔

بڑی بیگم۔ جاؤ بس دیکھ لیا۔ ابھی تو باپ کی طرف دوڑی
تھیں اب آئی ہیں مجھ کو ملانے۔

نوا بصاحب۔ اچھا بیٹا کہہ دو کہ تم کو سردی معلوم ہوتی تھی
لیجئے اب خوش ہوئیں؟

بڑی بیگم۔ وہ کچھ ہو۔ لیکن باپ کی نسبت مان لڑکوں کو

زیادہ ہی چاہتی ہے۔ کیونکہ محبت پرداخت سب کچھ مان کرتی ہے۔ باپ تو صرف کہلانے کو ہوتے ہیں۔

نواں صاحب۔ بجا۔ !

بڑی بیگم۔ اسمین بھی کچھ شک ہے۔ محنت و مشقت ساری مان کی۔ اول تو نوہینے کس مصیبت سے کاٹنے ہوتے ہیں۔ غذا بالکل چھوٹ جاتی ہے۔ کوئی چیز کھائی ہی نہیں جاتی۔ ادھر لقمہ حلق سے اترتا اور دھڑکی شروع ہوئی۔ جب اللہ اللہ کر کے نوہینے پورے ہوئے اور لڑکا پیدا ہوا تو پھر کیا کہون کیا محنت ہوتی ہے۔ جب تک لڑکا دودھ نہ چھوڑے کیا مجال کہ کوئی چیز کو کیسی ہی عمدہ ہو زبان پر رکھ سکے ہمیشہ پرہیز۔ اگر لڑکا آدھی رات کو نچل گیا تو ساری ساری رات نیند کو بالائے طاق رکھ کر برابر سے اس کو بہلا رہے ہیں۔ جب یہ سب محنت و مشقت مان کر لیتی ہے تو بچے سیانے ہوتے ہیں۔ تمھیں کہو خورشیدی کو ایک برس تک تنے گود میں بھی کبھی لیا تھا؟۔ دور ہی سے پیار کرتے تھے۔

اس ڈر سے گو دین نہ لیتے تھے کہ کپڑا خراب ہو جائیگا۔

نوا لصاحب۔ یہ سب جو تم نے کہا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

آنا تو بہاؤ بھی کرتے ہیں۔ مان کی محنت اولاد کے حق میں بہت

بہت دو نہیں چار برس تک کام آتی ہے۔ باپ کو دیکھو کہ کس قدر فکر

کرنی پڑتی ہے جس سے اس کا دماغ اوڑا رہتا ہے۔ اگر اولاد آگے چلے

نالاائق و جاہل نکلے تو یہ باپ کے قصور سے کہ اچھی تعلیم نہیں دی۔ ذرا

سی چوک میں عمر بھر کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اگر لڑکی ہے تو باپ کو

اور فکر کرنی پڑتی ہے۔ دن رات اسی تشویش میں گذرتی ہو۔ کسی

ایسی جگہ اس کو بیاہو جہاں ہمیشہ خوش و خرم رہے۔ لڑکا تعلیم یافتہ

ہو کہ وقت مصیبت و آفت دو چار پیسے کما سکے۔ چال چلن حرکات

و سکناات پسندیدہ ہوں۔ شریف ہو۔ مذہب کا درست ہو خوش

خلق و خوش رو ہو۔ غصہ ورنہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ آئے دن جوتیوں میں

دال بٹا کرے۔ زن و شود و نون کی افتاد مزاج و طبیعت کو اپنے

ذہن میں جاناچ پر تال لو تب بیاہ کرو۔ ایسا نہ کرو کہ جہاں روپیہ

پیدا دیکھو لڑکی کو وہیں آنکھ بند کر کے ڈھکیں دو۔ اور یہ خیال کر لو

کہ اب جوان کے نصیب میں ہو۔ اوسکی پرواہ نہیں قبل شادی کے
 اوسکو جہان تک ممکن ہو سکے پڑھاؤ لکھاؤ۔ ہنر سلیقہ سکھاؤ۔ جسمیں کسی
 کی دست نگر نہ ہو۔ کیا یہ باتیں تمھارے نزدیک کم ہیں جو تم ہمکو طعنہ دیا
 کرتی ہو؟۔ یہہ آپ کے پرہیز کرنے اور رات رات بھر بہلاتے رہنے
 سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔

بڑی بیگم۔ اے ہاں خوب یاد دلایا۔ آخر اسکی نسبت کہیں ڈھونڈھی؟
 تنے تو جیسے آنکھوں پر پیٹی باندھ لی ہے۔ آخر کچھ فکر کرو۔ لڑکی
 دن بدن جوان ہوتی جاتی ہے۔ کب تک گھر میں بیٹھائے رکھو گے؟
 نوا بصاحب۔ ابھی تعلیم تو اسکی ہوئی نہیں اور آپ چلین
 بیاہنے۔ میں نے اتنے دنوں تک تمھاری راے پر چھوڑ دیا تھا
 اب میں نہ مانو لگا۔ اوسوقت تو سب مل گئے تھے اور محکموں کو بنا لیا
 تھا۔ اب بتاؤ اتنے دنوں تک آنکھوں نے کیا پڑھا اور کیا ہنر
 سیکھا؟ لکھنا پڑھنا تو درکنار سلائی تک درست نہ آتی ہوگی۔
 پکانے ریندھنے تک کا سلیقہ نہ ہوگا۔

بڑی بیگم۔ تو بہ کرو۔ تم تو جیسے لڑنے بیٹھے ہو۔ کچھ پڑھا ہی نہیں۔

لو تیسون سیپارے قرآن کے حفظ کئے ہیں۔ بھلا بتا تو دو کون لڑکی محلے کی اتنی پڑھی ہے؟۔ اور سلامی خدا نخواستہ کیون سیکھنے لگی۔ اور پچائے ریندھیگی کئے؟۔ اللہ کے حکم سے باورچین پیش خدمتین مغلاشیان سب موجود۔ پھر سلامی یا پکانے ریندھنے کی کیا حاجت؟۔ پکانے ریندھنے کی ایک ہی کہی!۔ خورشیدی آگ کی گرمی برداشت کر سکیگی؟۔

نواب صاحب۔ یہہ بڑا بول مجکو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اگر خدا نخواستہ کل مہلوگ غریب ہو جائیں یا کوئی سفر درپیش ہو تو او قست ساری شیخی کر کری ہو جائے۔

بڑی بیگم و چھوٹی بیگم۔ ہونہہ!۔ اللہ نہ کرے۔ کیون فال بد نکالتے ہو۔ غریب ہمارے دشمن ہو جو ہمکو دیکھ نہ سکیں۔ واہ کیا اچھا معلوم ہوتا ہے فال بد نکالتے ہوئے!۔ اللہ جانتا ہے جی سن سے ہو گیا۔

نواب صاحب۔ میں فال بد نہیں نکالتا۔ ایک بات کہی کہ اگر خدا نخواستہ ایسا ہو تو اس وقت رونا پڑے اور افسوس ہو کہ کیون

انہیں ہنر سلیقہ سیکھا جس سے پیٹ پالتے۔ کیا تملوگون نے
الفت کا قصہ نہیں سنا؟۔

خورشیدی بیگم۔ نہیں آبا جان ہم نے نہیں سنا ہے۔ بیان تو
کچھ

نواب محترم ابدلہ کی بانی الفت کی کہانی

نواب صاحب نے بیان کیا کہ کسی شہر میں ایک سوداگر رہتا
تھا اوسکی ایک بی بی اور ایک لڑکی تھی۔ مال کے غرور اور نشہ
دولت کے سرور میں اوسنے اپنی بیٹی کو کسی قسم کی تعلیم نہ دی۔
غرض جاہل تھی۔ اور اسقدر لاڈ پیار میں رہتی کہ پکانا ریندھنا
تو درکنار سوئی تک نہ چھوتی۔ اوسکی ایک خاص کنیز تھی جسکا نام
کیستکی تھا۔ کیستکی کو غریب تھی لیکن انتہا کی ذہین۔ اسکا شوہر
خیاطی کرتا تھا۔ پڑھنا لکھنا تو نہ جانتی تھی لیکن سلائی اوسے
ہر طرح کی آتی تھی۔ جالی لوٹ پر پھول اور کٹوری خوب بناتی۔ اون
کے گلوبند۔ جوتے وغیرہ اچھی طرح سی سکتی۔ کھانا بھی کچھ
تھوڑا بہت پکانا جانتی۔ خلاصہ یہ کہ ہنر سلیقہ میں اپنی بی بی

سے کروڑ مرتبہ بڑھی پھر بھی ہوئی تھی۔ یہ اپنی بی بی کو نصیحت
کیا کرتی کہ بی بی اور کچھ نہیں تو سلمانی تو تھوڑی بہت سیکھ لو
وقت بیوقت میں کام آجاتی ہے۔ اور بے شغلی کا ایک شغل
بھی ہے۔ تم دن رات سویا کرتی ہو۔ یہ اچھا نہیں۔

الفت یہ باتیں سن سن کر جلتی۔ آخر ایک روز اپنی ماں سے
آکے جڑ دی۔ وہ بہت خفا ہوئیں اور کیتی کو بہت سخت و سست
کہنے لگیں اور بولیں کہ اگر پھر اس طرح کا کلمہ زبان سے نکالا تو
کھڑی کھڑی نکلوا دوں گی۔ اگر کھانا پکانا اور سینا ہم خود سیکھا
چاہتے تو تم مفت خور و نکو کیوں رکھتی۔ کیتی کو بہت بُرا معلوم
ہوا اور چاہتی تھی کہ گھر چلی جائے۔ لیکن چونکہ اسکا شوہر کہیں
سفر کو گیا ہوا تھا۔ اسلئے چپ ہو کر رہ گئی۔ اور خیال کیا کہ جب
شوہر آجائیگا گھر چلی جاؤں گی۔ اس لئے اوس دن سے اپنے
کان ایسٹھے اور پھر کچھ نصیحت و صحت نہ کی۔ قضا را ایک دن
دریا کو جوش ہوا اور سیلاب عظیم نے چشم زدن میں شہر کو گھیر لیا
ان لوگوں کا مکان شہر سے کچھ فاصلہ پر تھا اور چونکہ نہایت

نشیب میں تھا اسلئے پانی نہایت زور سے ان کے مکان میں
 گھسا۔ جب تک کشتی آئے آئے پانی ڈوباؤ ہو گیا۔ مکانات
 بالکل منہدم ہو گئے۔ کیسٹکی نے اپنی بی بی کو پکار کر کہا کہ ایک
 مضبوط بانس ہاتھ میں لے لو اور تن بہ تقدیر چل نکلو۔ اگر حیات
 ہوگی بچ جاؤ گی نہیں تو مرضی خدا سے کیا چارہ۔ الغرض سب
 ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور سیلاب میں بہتے چلے۔
 چھوٹی بیگم۔ اے ہے! جی سن سے ہو گیا۔ اتنا تو کہئے
 یہ بیچاری دریا سے سلامت بھی نکلے گی یا۔۔۔

نوا لصاحب۔ سُنتی جاؤ کہتا ہی تو جاتا ہوں۔ پہلے کہہ دینے
 سے قصے کا مزہ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

بڑی بیگم۔ اے نہیں۔ تم کو میرے ہی سر کی قسم!۔ اللہ جاننا
 کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔

نوا لصاحب۔ استغفر اللہ! اس قدر جلدی کیا ہے۔ سن لو دو
 ہی چار باتیں اور رہیں۔

بڑی بیگم۔ نہیں پہلے اس قدر بتلا دو کہ اس بیچاری کی جان

بچگی یا نہیں؟۔

نواب صاحب۔ ہاں۔ لیجئے اب خوش ہوئیں بچ قصے میں تو
نہ ٹوک دیا کرو۔ ہاں کیا کہتا تھا؟۔

خورشیدی بیگم۔ اسقدر کہ سیلاب میں یہ سب بہتے چلے
اور الفت نے موافق نصیحت کیتکی کے بانس ہاتھوں سے تھام
لیا تھا۔

نواب صاحب۔ ہاں تو ایک شب و روز الفت اس طرح برابر
پانی میں بہتی چلی گئی۔ الفت کو غش آ گیا تھا۔ لیکن بانس
جون کا تون ہاتھوں میں لپٹا لیا تھا۔ دوسرے روز جب اسکو
ہوش آیا تو اپنے کو کنارے دریا کے پایا۔ خشکی پر آ کے کپڑے
خشک کئے اور چندے دھوپ میں دم لیا۔ جب بدن میں کچھ
طاقت آئی اور بھوک کی شدت ہوئی تو نہایت مضطر ہوئی کہ
کہان جائے اور کیا کھائے۔ امیر کی لڑکی دنیا کی نیرنگیوں سے
واقف نہ تھی۔ گھر سے باہر قدم رکھا نہ تھا۔ کسی تاحرم پر نظر
پڑی نہ تھی۔ سخت حیران ہوئی کہ کیا کیجئے۔ آخر سوچی کہ چلو بھیک

بھیک مانگین کچھ مل ہی جائیگا۔ چلی تو بھیک مانگنے لیکن سوال کرنا آتا نہیں۔ ہر مکان کے سامنے جاے اور دور ہی سے کھڑی کھڑی چلی آئے۔ یہاں تک کہ اسمین شام ہو گئی۔ اور اسکو ایک کوڑی بھی کسی نے نہ دی۔ اور کوئی دے تو کیونکر دے۔ جب تک منہ سے کچھ نہ کہتی۔ لوگ کیا جانیں کہ یہ کون ہے اور کیا مانگتی ہے۔

بڑی بیگم۔ (ڈبدبائی ہوئی آنکھوں سے آنسو پونچھ کے) اللہ جانتا ہے کلیجہ پھٹا پڑتا ہے۔ مائے کیا ہی بکیسی ہے۔ نو اصحاب۔ غرض یہہ روتی کلیتی وہاں سے دریا کنارے پہنچی اور خالق حقیقی کی درگاہ میں صدق دل سے دعا مانگنے لگی کہ یا باری تعالیٰ مجھ غریب دکھیا کے حال پر رحم کر۔ دست بدعا ہی تھی کہ اسکی نظر ایک انگوٹھی پر پڑی۔ یہی ایک انگوٹھی اسکے ہاتھ میں تھی۔

بڑی بیگم۔ (جٹ جٹ بلائیں لے کے) صدقے او سکی کریمی کے۔

نو اب صاحب۔ (سنسکے) خیر دل میں بہت خوش ہوئی
 کہ اسکو بھی پکریٹ پالونگی۔ پھر بازار گئی۔ رستے میں ایک
 دلال مدار یا دنیا بھر کا بیار یا ملا۔ اوسنے پوچھا کہ کیا چاہتی
 ہے؟ اسنے انگوٹھی دکھائی اور کہا کہ میں اسکو بھی
 چاہتی ہوں۔ دلال نے پوچھا کیا قیمت لیگی اوسنے
 کہا یوں تو میرے آبا نے سو روپیہ کو خریدی تھی۔ اب تم
 جو دو۔ دلال نے دیکھا کہ یہ ایک عورت سادہ لوح ہے۔
 شیطان نے بہکایا کہ اسکو چکما دیجئے۔ ہاتھ پکڑ کر کہا کہ
 خبردار سچ بتا ترے پاس یہ انگوٹھی کہاں سے آئی؟ ضرور چوری
 کا مال ہے۔ اللہ رے فقرہ بازی! انکے آبا نے سو روپیہ
 کو خریدی تھی۔ جو سو روپیہ کی انگوٹھی پہنے وہ تیری طرح خاک
 چھانتی پھرنگی! ضرور کہیں سے چور لائی ہے۔ چل تھانے
 میں ابھی ریٹ لکھوا دوں۔ نہیں تو دس روپیہ لے اور یہ
 انگوٹھی مجھ کو دے اور اپنے گھر کا رستہ پکڑ۔ اس بیچاری
 کا یہ عالم تھا کہ مارے خوف کے تھر تھر کانپتی تھی۔ تھالی

کا نام سنکے جی اور سن سے ہو گیا۔ فوراً انگوٹھی اوتار کر
 دے دی۔ وہ دس روپیہ ہاتھ میں لے چلتا پھرنا نظر آیا۔
 بڑی بیگم۔ اے ہے توے پر علم بردار کا علم ٹوٹے۔
 مشکاکٹ کا قہر پڑے!! کیسی بیرجی سے انگوٹھی لے لی!۔
 ہاے ذرا اوسکو ترس بھی نہ آیا۔

نواب صاحب۔ اوسنے اسی دس روپیہ کو غنیمت سمجھا او
 بننے کی دوکان پر آئی۔

بنیا۔ کیا مانگتی ہو بی بی صاحب؟

الفت (آہستہ سے) کچھ دال چاول کی کھجری۔ لیکن اگر پکی
 پکائی ملے تو دونی قیمت دون۔

بنیا۔ پکی پکائی کیسے؟ کچھ ہمرے سمجھ مومن نہ آئی۔

الفت۔ (شرما کے) مجھکو کچھ پکانا نہیں آتا اسلئے کہتی تھی اگر تم
 پکا کے ایک رکابی بھات اور ایک پیالا دال دیتے تو
 من مانتی قیمت بھی لیتے اور مجھ پر احسان بھی کرتے۔

بنیا۔ چل چل آپن راہ لے۔ کیسے بھولی بن کے آئیں ہیں!

بھا تو دال پکا دے نہ آوے!۔ بچہ جھنے کا بل بھیل۔ گل
پھلیہ کی بچہ بنی جات ہے۔ انکر کوئی نوکر نہ پھر ہے جو
پکا پکا یاد ہے۔

بڑی بیگم۔ سچ ہے کوئی کیسا نہیں ہوتا جب تقدیر
بھرتی ہے۔

نوا اب صاحب۔ الفت کو اس تقریر سے نہایت صدمہ
ہو چکا۔ لیکن کیا کرتی۔ اپنے حال زار پر رو دیا۔ اور وہاں سے
چپ چاپ آگے بڑھی۔ اس وقت اسکو کیتکی کی نصیحت یاد
آئی اور اپنے دل میں سوچی کہ کاش اسکی نصیحت پر چلتی تو
کیون یہ روز بد دکھتی اور ادنیٰ بننے سے گالیان سنتی۔

غرض کہ روتی کھیتی وہاں سے پھر دریا کنارے آئی۔ رات بھر
ایک درخت کے نیچے بھوکے پڑی رہی۔ صبح کو جب بھوک
کی بہت شدت ہوئی اور غذا کی طرف طبیعت راغب ہوئی
تو زار زار روئی اور دل میں سوچی کہ اس زندگی سے موت
بہتر ہے۔ یہ خیال کر دریا میں ڈوبنے چلی

بڑی بیگم۔ بس اب بیان کرو۔ رونگٹے بدن کے کھڑے
 ہوتے ہیں۔ تم کچھ اپنی طرف سے بھی جوڑ جوڑ کر کہتے ہو۔
 نواب صاحب۔ ذرا نہیں۔ بلکہ میں بیچ سے بہت کچھ چھوڑ
 کہہ رہا ہوں۔ خیر سنو تو۔ ہاں کیا کہتا تھا؟
 خورشیدی۔ دریا میں ڈوبنے چلی۔

نواب صاحب۔ ہاں گلے پانی میں آچکی تھی کہ ایک تختہ
 بہتا ہوا اسکے سامنے سے گذرا۔ اوپر ایک عورت بیہوش
 پڑی تھی۔ الفت نے جو غور سے دیکھا تو پہچانا کہ کیتکی بھی
 جاتی ہے۔ جلد ہاتھ بڑھا تختہ اپنی طرف کھینچا۔ پانی میں ڈری
 بھی جو سہارا ملتا ہے۔ تو لاکھوں من کا بوجھ ایک لڑکا کھینچ
 لیتا ہے۔ وہ تختہ اسکے پاس پہنچا۔ اور یہ کیتکی کو کنارے
 لے آئی۔ آفتاب اچھی طرح سے نکل چکا تھا اور گرمی بھی
 دھوپ میں شروع ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں کیتکی نے
 آنکھیں کھولیں تو اپنے کو خشکی میں پایا۔ نہایت متحیر
 ہوئی کہ کس نے دریا سے نکالا۔ یہہ اسی سوچ میں تھی کہ

گھر سے سر جانے کی طرف ایک آواز آئی۔ منہ پھیر کر
 جو دیکھا تو اپنی بی بی کو پایا۔ جلدی سے اوٹھ کر قدموں پر
 گر پڑی۔ اوسوقت کہانکی بی بی اور کسی لونڈی۔ الفت
 نے کیتکی کو گلے لگالیا اور دونوں خوب پھوٹ پھوٹ کے
 روئیں۔ یہہ سنکر بڑی بیگم۔ چھوٹی بیگم۔ خورشیدی بیگم
 مشتری بیگم سمعون نے رو دیا۔

خورشیدی۔ الفت کی قسمت سے کیتکی پہونچی۔ اب اسکو
 کھانا کھانے کا چین ہوگا۔ نہیں تو دو روز اور اگر بہتہ آتی
 تو وہ بچاری ضرور مرتی۔

نواب صاحب۔ اس میں بھی کچھ شک تھا۔ اسکی بدولت
 تو اسکی جان بچی۔ بلکہ روپیہ پساکمایا اور اپنے ماں باپ
 سے ملی۔

بڑی بیگم۔ تو پھر اپنے گھر پہونچگی؟
 نواب صاحب۔ سنتی جاؤ۔ کتا ہی ہوں۔
 بڑی بیگم۔ نہیں اتنا کہہ لو۔ مجکو چین نہیں آئیگا۔

نواب صاحب - استغفر اللہ! کتنا تو جانا ہوں سُنے جاؤ۔
 اب بہت نہیں ہے۔ جبوقت یہہ دونوں خوب روچکین تو
 کیتکی نے پوچھا کہ بی بی اپنا قصہ تو بیان کیجئے کہ کس طرح آپ
 رہیں کس طرح نکلیں؟

الفت - ہم کو آج سے بی بی نہ کہنا۔ بہن کہہ کے پکارو۔
 تمہارے سوا میرا سچا دوست کوئی نہ تھا۔ مان باپ میرے
 دشمن تھے کہ جب کو اس لاڈ میں رکھا۔ اگر تمہاری نصیحت
 مانتی تو یہہ روز بد نہ دکھتی اور راہ چلتوں کے طعن و تشنیع
 نہ سنتی۔

کیتکی - میری کیا مجال کہ آپ کو بہن کہوں۔ میں وہی آپ
 کی لونڈی کیتکی ہوں۔ چاہے اسمیں ادھر کی دنیا ادھر
 ہو جائے۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ یہہ لونڈی حاضر ہے میں
 سمجھ گئی آپ کو کھانا پکانا نہیں آتا۔ اسلئے کچھ کھایا نہیں
 ہوگا۔ لیکن میں اس فکر میں ہوں کہ کچھ پیسا تو پاس ہے
 نہیں کیا کروں!

الفت نے دسوں روپے آگے رکھ دیئے۔

کیتکی۔ (اوجھل کر) بس اب کچھ پروا نہیں۔ اسمین تو امارت کرینگے۔ آپ دیکھئے کس طرح کرتے ہیں۔ لیکن یہ آپ کے پاس آئے کہاں؟

الفت نے اپنا سارا قصہ جو بیان کیا تو کیتکی کی آنکھوں میں خون بھر آیا اور جوجی میں آیا بڑا بھلا اوس دل لال اور بنے کو کہا۔ کیتکی۔ اللہ کرے وہ روپے اوسکے بدن سے پھوٹ پھوٹ کے نکلیں جیسا میری بی بی کو فریب دیا ہو۔ خدا سے پائے۔ اور موتے بنے کو تو دیکھو۔ اللہ کرے مونڈی کا کا جنازہ نکلے! خیر شان خدا کی! جس بات کا خیال بھی کبھی نہ آیا تھا وہ اپنے کانوں سے سنی۔

الفت۔ تو بہ جانے دو۔ اب کچھ ایسی فکر کر جو حسین پٹ بھرے۔

کیتکی۔ آپ یہیں بیٹھے میں ذری بازار سے ہو آتی ہوں۔

یہ کہنے کیتکی روپیہ لے وہاں سے چلی۔ شہر میں جا کر

دریافت کیا کہ یہاں کوئی مکان چھوٹا سا کرا سے کو ملیگا۔
ایک شخص نے بتا دیا کہ سیدھی چلی جاؤ داہنے ہاتھ کو ایک
گلی ملیگی اوس میں دو رو یہ کرایہ ہی کے مکانات ہیں جہن میں
جی چاہے اور ترنا۔ کیتکی اوس گلی میں پہونچی دیکھتے دیکھتے
ایک مکان پسند کیا۔ مالک مکان کے پاس گئی اور نہایت
عاجزی سے اپنا حال بیان کیا۔ وہ مرد خدا ترس تھا۔ اوس
نے رحم کھا کر آدھے کرائے پر اسکو مکان میں رہنے کی اجازت
دی۔ کیتکی نے اوس وقت تین روپے اوسکے آگے دھر دئے
اور دعا دیتی ہوئی وہاں سے شادان و فرحان بازار آئی۔ تین
روپے میں کئی دن کے خرچ کا چاول دال گئی لے آئی اور اوس
مکان میں جا کے رکھ آئی۔ اب باقی رہے چار روپے۔ اون
میں سے دو روپے کی مختلف رنگون کی اون خریدی۔ ایک
روپیہ میں مٹی کا ٹوا ہانڈی لکڑی و کڑی لے آئی۔ ایک روپیہ
ہاتھ میں رکھا کہ وقت بیوقت کام آئے۔ غرض جب ان سب
کاموں سے فرصت ہوئی تو کیتکی دریا کنارے پہونچی۔

الفت اسکی راقہ تک رہی تھی۔ دیکھتے ہی دوڑی اور کہا کہ ہو
کچھ کھانا دانا پکایا۔

کیتکی۔ دیکھئے سب ہوا جاتا ہے۔ آپ چلئے

الفت۔ کہاں چلون؟

کیتکی۔ اپنے مکان۔

الفت۔ (حیرت سے) یہ کیا؟

کیتکی نے سارا قصہ بیان کیا تو الفت کو حیرت ہوئی
اور اس کے ساتھ ساتھ چلی۔ رستے میں الفت نے کہا کہ سارا

روپیہ تو تم نے ابھی خرچ کر لیا آگے چلکے کیا ہوگا؟

کیتکی۔ آپ دیکھتی تو جائے کہ خدا اسی میں کیسی برکت دیتا ہے

غرض کہ یہ دونوں اس مکان میں پہنچیں۔ کیتکی نے

مٹی کے لوٹے میں پانی لا دیا۔ اور بہت اصرار سے اپنے

ہاتھوں سے منہ ہاتھ دھولا کھانا پکانے میں مصروف ہوئی

جب کھانا پک چکا تو دونوں نے خوب پیٹ پھر کر کھایا چونکہ

الفت کئی دنوں کی بھوک تھی کھانا کھا کے نیند بہت معلوم ہوئی۔

کیتکی نے بوریہ بچھا دیا۔ یہ اوپر سو رہی۔ کیتکی اُون جولائی
 تھی اوس کو بُنا شروع کیا۔ شام تک دو جوتے اُون کے
 تیار کئے اور اوس پیر مرد کے پاس لے گئی۔ جسکے مکان میں
 ادتری تھی۔ اوس نے کیتکی سے پوچھا کہ کیا یہ مال بکاؤ ہے؟
 کیتکی جی ہاں۔

پیر مرد۔ کیا قیمت ہے؟
 کیتکی۔ آپ سے کیا قیمت کروں جو دیکھے گا لے لوں گی۔
 پیر مرد۔ اچھا اتنا کہدو کہ کسی دوسرے کے ہاتھ کتنے
 کو بچو گی؟

کیتکی۔ دس روپے کو لیکن آپ تو ہی دیدیکھئے۔
 پیر مرد نے جیب سے نو روپے نکال کر حوالے کئے۔
 کیتکی شادان و فرحان اپنے گھر آئی۔

قصہ مختصر یہ کہ اسی طور سے اسنے کئی جا نمازین۔ کتنے
 کلمہ بند۔ کتنے جوتے بنائے۔ اور چونکہ قسمت اچھی تھی یہ سب
 بخیرین اچھے اچھے داموں کو بکین۔ اب اس قدر روپیہ پاس

ہو گیا کہ اوس میں دو پٹنگ بھی خرید کئے۔ پتیلی۔ دیگچی اور
سب سامان ضروری جسمیں کچھ تکلیف نہ ہو موجود کر لئے۔

جب تک الفت نے بھی کچھ اون بننا سیکھ لیا تھا اب
دونوں صبح سے شام تک محنت کرتی۔ اور اپنے ریاض کی
چیزیں بیچ بیچ کے اوقات بسر کرتی تھیں۔ ایک دن اوس
پیر مرد نے کیستکی سے پوچھا کہ تم اون بننا اور یہ سب چیزیں
بنانی میری بیٹی کو سکھا سکتی ہو؟

کیستکی۔ کیون نہیں۔ اگر نوکر رکھ لیجئے گا تو ضرور سکھا دے گی
پیر مرد۔ کیا مشاہرہ لوگی؟

کیستکی۔ دس روپے۔ یا آپ جو دیجئے۔

پیر مرد۔ اگر تم اوسکو جلد سکھا دو تو دس کیا پندرہ روپیہ پر
تمکو مقرر کر لوں

غرض کہ دس روپیہ ماہانہ پر اوسکی لڑکی کے سکھانے کو
مقرر ہوئی۔ خدا کی قدرت ایک دن کیستکی موافق دستور
اوس سوداگر کی لڑکی کو سلائی سکھانے چلی جاتی تھی کہ یکایک

اوسکی نظر ایک شخص پر پڑی جو بغل میں اوس سوداگر کے بیٹھا ہوا
 تھا۔ اسنے غور جو کیا تو الفت کے ابا کو پہچانا۔ دوڑ کر قدموں پر
 گر پڑی۔ عطار اللہ خان کو اوس وقت اپنی بی بی اور لڑکی
 یاد آئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بہت دلجوئی کی اور چوچا
 کہ تو کس طرح اوس آفت سے بچے؟ اس نے اپنا سارا قصہ
 بیان کیا اور کہا کہ صاحبزادی بھی یہیں ہیں عطار اللہ خان ^{اپنے}
 خوش ہوئے کہ اپنے جاتے میں نہ سماءے اور فوراً اوسکے ساتھ
 اوس مکان تک پہونچے۔ باپ بیٹی خوب گلے مل ملکر روئے!

الفت۔ ابا جان آپ تو اوس وقت تھے نہیں جس وقت یہہ
 آفت آئی تھی۔ میں کیا کہوں کہ چشم زدن میں کیا سے کیا ہو گیا۔ سب
 کوئی بہتے ہوئے پانی میں چلے۔ معلوم نہیں (رو کر) ابا جان
 کا پتا کہیں ملایا نہیں؟

عطار اللہ خان۔ اونکا ابھی تک کوئی پتا نہیں ملا لیکن
 خیر شکر خدا کا تم کو پایا! اگر قسمت میں ہوگا تو اونسے بھی ملاقات
 ہو جائیگی۔

یہ کہے مع الفت و کیتکی و ماننے اپنے شہر کو روانہ ہوئے۔

رستے میں ایک سر امین معتم ہوا صبح کو کوچ کی تیاری ہو ہی رہی تھی کہ ایک عورت زولیدہ حال بھیک مانگتی انکے

سامنے پہونچی۔ قریب پہونچتا تھا کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اور گلے ملکر خوب پھوٹ پھوٹ کے روئے۔ غرض کہ

تینوں بچھڑے ایک جگہ پھر جمع ہوئے۔ نئے سرے سے

مکان تیار ہوا۔ اور سہنسی خوشی بسر ہونے لگی۔ کیتکی کی بڑی

قدر ہوئی اور مثل عزیزوں کے سمجھی جانے لگی۔

بڑی بیگم۔ آہ! اب جان میں جان آئی۔ تم نے ایسی کہانی شروع کی تھی کہ بدن کے رنگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

خوشیدی بیگم غور سے اس قصے کو سنا کین۔ اور بہت

دیر تک حالت سکوت میں رہیں۔ نوا بصاحب بغور ان کو

دیکھ رہے تھے اور جی میں خوش ہوتے جاتے تھے کہ

اس قصے نے اسکے دل پر اثر کیا۔

خوشیدی بیگم۔ (تھوڑی دیر بعد) آبا جان! اس وقت

ہم میں اور الفت میں کیا فرق ہے؟۔ میں بھی اوس کی طرح بالکل جاہل ہوں۔ اگر مجھ پر بھی کہیں وہ آفت آجائے تو پھر کیا ہو؟۔ (مسکرا کر) میری تو کوئی کنیز بھی ایسی نہیں کہ مجھ کو فاقہ سے بچائے۔

چھوٹی بیگم۔ اللہ نہ کرے شیطان کے کان پہرے !
ایسی باتیں نہ کہا کرو۔ اللہ کرے تم اسی امارت سے تیر کر جاؤ گے
تو اب صاحب۔ (خورشیدی بیگم کی مٹھی ٹھونک کر) شاباش !
مرحبا !۔ تم نے اس وقت میرے دل کو بہت خوش کیا۔ خدو نکیم
تمہارے علم و حیات میں ترقی دے !۔ اسمین شک نہیں کہ
ابھی تک تم الفت کی طرح جاہل ہو۔ لیکن شکر خدا کا ہے
کہ میں عطا اللہ خان کی طرح اندھا نہیں ہوں۔ میں نے یہ
قصہ صرف تمہارے سنا لیا تھا۔ احمد اللہ کہ جو سوچا وہی ظہور
میں آیا۔ وہ انسان نہیں جو کوئی قصہ سنے اور اس کے نتیجے
کو نہ سمجھے۔ میں خدا کی درگاہ میں شکر بھیجتا ہوں کہ تم کو اس
نے عقل صائب عطا فرمائی ہے اور تمہاری طبیعت نیک

باتون پر دوڑتی تھی۔ اتنے دنوں تک جو تم جاہل رہیں یہہ
 مختاری مان کی بدولت۔ نہیں تو میں نے کب نہ چاہا تھا۔
 بڑی بیگم۔ اے واہ! جب دیکھو مجھی پر چوٹ کیا کرتے ہو۔
 میں نے کب کہا کہ خورشیدی کو تعلیم نہ دو۔ لیکن یہہ تو اب بھی
 کہوگی کہ جس سے تم تعلیم لانی چاہتے ہو اوسکا گھر میں آنا کبھی
 مناسب نہیں۔

نواب صاحب۔ پھر وہی بات۔ آخر مناسب کیون تہیں؟
 مس ٹامسن اپنی قوم کی شریف ہیں۔ اور ہندوستانی علم
 و تہذیب سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ یہہ آپ کی پیش خدمتون
 اور ڈومینیون سے کہیں اچھی ہیں۔ جو شہر بھر کی آوارہ ہیں۔
 بڑی بیگم۔ وہ کچھ ہو لیکن غیر مذہب غیر قوم کا آنا اچھا
 نہیں۔ سب لوگ طعنہ دینگے۔ تم میری ناک کٹواؤ گے؟

نواب صاحب۔ (غصے میں) مجھ کو اپنی عزت اور ننگ ناموس
 کا خیال ایسا ہے کہ شاید کسیکو اس شہر میں نہوگا۔ کسی مجال ہے
 کہ مجھ کو بلعہ دے یا گھر کو بدنام کرے۔ میں وہ بات کرتا ہوں

جسمین اس لڑکی کی عمر بھر کی بھلائی ہو۔ تم زیادہ اس میں اصرار نہ کرو۔ مجھ کو رنج پہنچتا ہے۔ اور میں ٹامسن کو تو میں کل ہی اپنے ساتھ لاؤں گا۔

(خورشیدی بیگم سے) اگر خدا کو منظور ہے تو بہت جلد تم علم و ہنر سیکھ جاؤ گی۔

نواب صاحب نے جو غصہ ہو کر کہا تو بڑی بیگم چپ ہو گئیں۔ ایک سناٹا سا پڑ گیا۔

نواب صاحب۔ ہان میں کہے دیا ہوں کل صبح میں میں ٹامسن کو ضرور لے آؤں گا۔ اگر تم لوگوں نے اونکی قدر نہ کی اور ان سے عزت و حرمت کے ساتھ پیش نہ آئیں تو مجھ کو سخت ناگوار ہو گا۔ یہ کہہ کے نواب صاحب باہر تشریف لے گئے۔ ایک

خط لکھ کے چوہدری کو دیا کہ میں ٹامسن کے یہاں ابھی لیجاؤ۔ تھوڑی دیر بعد چوہدری خط کا جواب لے کے آیا۔ نواب صاحب نے خط پڑھا اور اندر کہلا بھیجا کہ میں ٹامسن کل صبح کے آٹھ بجے آئیں گی۔

میس ٹامسن آپہنچیں۔

قبل اسکے کہ میس ٹامسن یہاں پہنچیں مجھ کو ضرور ہے کہ ناظرین
باتمکین کی خدمت میں کچھ انکا احوال بیان کروں۔

میس ٹامسن شہر لندن کے ایک بڑے سوداگر کی بیٹی تھیں۔
اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان آئیں۔ اور وقت انکا سر

بیسٹل برسکل تھا۔ چالینٹس برس تک ہندوستان میں

رہیں۔ اٹھارہ زبانوں سے واقف تھیں۔ فارسی عربی

میں وہ ہمارت پیدا کی کہ بڑے بڑے ملاوہا مانتے تھے

ہنر سلیقہ میں کوئی انکا ثانی نہ تھا۔ درس تدریس سے

نہایت شوق۔ اور اطفال کی تعلیم کا نہایت ذوق۔ انکو

مشاہرے سے کچھ غرض نہ تھی۔ لہذا لوگوں کو پڑھایا۔ اور

اپنے بحر علم سے سیراب کیا کرتیں۔ چنانچہ انکا خاص ایک

اسکول تھا جس میں صد ہا اطفال پڑھا کرتے۔ نواب

مختتم الدولہ سے بڑی دوستی تھی۔ موافق وعدہ کے صبحکو

میس ٹامسن نواب صاحب کی ملاقات کو آئیں۔ نواب صاحب

نے بڑی تعظیم سے اسکا استقبال کیا۔

مس ٹامسن۔ کہئے مزاج شریف؟ کیون یاد فرمایا؟
نوا البصاحب۔ (کرسی بڑھا کر)۔ الحمد للہ! تشریف رکھئے۔
میں سب کہے دیتا ہوں۔ لیکن آپ نے بڑی مہربانی فرمائی
جو اتنے سویرے تشریف لائیں۔ میں نے آپ کو ناحق
تکلیف دی۔

مس ٹامسن۔ اسمین تکلیف کیا ہے؟ میں بہت خوش
ہوئی کہ آپ نے مجھ کو اپنا دوست سمجھ کر بے تکلفانہ بلا لیا۔
خدا کرے آپ کا پیر تو آپ کی قوم پر پڑے! میں سچ کہتی ہوں
نوا البصاحب! آپ جیسا دوسرا آدمی میں نے ہندوستانیوں
میں ابھی تک نہیں دیکھا۔ یا آپ کو پایا یا ایک لڑکا میرے
شاگردوں میں ہے۔ میں کیا کہوں کہ خداوند کریم نے اسکو
کیسی عقل و فہم دی ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ خیر
آپ اپنا مطلب فرمائی۔ کیون مجھے یاد فرمایا؟
نوا البصاحب۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے آپ سے ایک

مرتبہ اپنی لڑکی کے بارے میں کچھ کہا تھا۔

مس ٹامسن۔ مان مان مجھے خوب یاد ہے۔ میں تو حاضر ہوں۔ انسان آخر علم و ہنر اسی واسطے سیکھتا ہے کہ دوسروں کو فیض پہنچاے۔ اور نہین تو خود کتاب چاکر بیٹھ رہا عقلمند کا کام نہین۔ آپ کی صاحبزادی کا کیا سن ہے۔

نوا بصاحب۔ گیارہ برس کی ہیں۔

مس ٹامسن۔ تو اتنے دنوں تک کیا آپ نے کچھ نہیں سنا؟
نوا بصاحب۔ میں آپ سے کیا کہوں۔ آپ تو جانتی ہی ہیں کہ ہملوگون کے یہاں عورتوں کی تعلیم کی کیا حالت ہے۔ اول تو کوئی عورت پڑھی لکھی ملتی نہین جو پورے تعلیم سے۔ دوسرے یہاں کی مائیں ایسی اچھل ولا پڑا ہوتی ہیں کہ اس طرف کچھ خیال ہی نہین کرتیں۔ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں۔ کدھر دیکھوں کدھر نہ دیکھوں۔ مجھ کو امور دنیاوی سے اتنی فرصت کہاں کہ خود اس کو تعلیم دوں۔

مس ٹامسن۔ اسمیں شک نہین ہے کہ یہاں کی عورتیں

بالکل جاہل اور اکثر اُن پڑھ ہوتی ہیں۔ اسلئے اولاد کی اچھی تعلیم نہیں ہوتی ہے۔ لڑکے ماؤں سے ایام طفولیت میں جب قدر پلے پلے رہتے ہیں اور سقد کسی سے نہیں ہتے۔ اور جو مان کہ پڑھی لکھی ہوتی ہے وہ پہلے ہی سے ادن لوگوں کی طبیعت کو پڑھنے لکھنے کی طرف رجوع اور بنیاد کو مستحکم کرتی ہے اسلئے آپ دیکھئے کہ مہلوگوں کے لڑکے پالے کہ سقد رجلد علم سیکھ جاتے ہیں سبب کیا۔ یہی کہ مہلوگ لڑکپن ہی و انکو لکھاتے پڑھاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی عورت ایسی لائق نہ ملی تھی تو آپکو یہاں آخر مولوی مجتہد تو ہیں اور انھیں سے تعلیم دلوائی ہوتی۔

نواب صاحب۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دو دجہوں سے ایک تو یہ کہ جب لڑکی سیانی ہوئی تو مولوی کے سامنے نہیں جاسکتی۔ دوسری یہ کہ ہمارے یہاں کے مولوی بھی عقل کے پتلے ہوتے ہیں۔ ابھی اردو ایک لفظ بھی نہیں سکھائی کہ لگے عربی پڑھانے۔ طوطا مینا کی طرح قرآن شریف حفظ کراتے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ہر مسلمان کو قرآن شریف

حفظ کراتے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ ہر مسلمان کو قرآن شریف پہلے
 پڑھنا چاہئے تو خیر تیر گا دو ایک سورہ پڑھاویں۔ اصل
 عربی و فارسی۔ اور اُر دو پڑھانا ہے۔ جب یہ اچھی طرح اطفال
 سیکھ جائینگے تو قرآن و حدیث خود پڑھ لینگے اور اچھی طرح
 سمجھ کر پڑھینگے۔ کہیں غلطی نہ کریں گے۔ نہ کہ بغیر سمجھے بوجھے جو یا دین
 آیا غلط سلط پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھئے ہماری لڑکی تیسویں
 سپار قرآن شریف کے حفظ کر چکی ہے۔ لیکن فارسی عربی
 تو درکنار۔ اُر دو کی کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتی۔

مس ٹامسن۔ سچ ہے۔ آپ درست فرماتے ہیں لیکن قصور
 معاف۔ آپ کی بھی کچھ اس میں خطا ہے۔ میں سا اہا سال سے
 یہاں ہوں اور آپ نے مج کو اطلاع نہ دی۔ باوجودیکہ مجھ سے
 اور آپ سے اس قدر دوستی ہے لیکن اسپر بھی آپ نے کچھ
 تذکرہ نہ کیا۔ صرف ایک مرتبہ کہا بھی تو بھروسہ کی کچھ خبر نہ لی۔
 نوا صاحب۔ میں کہنے ہی کو تھا۔ لیکن تدبر نہ مانے گا۔
 آپ جانتی ہوں گی کہ یہاں کی عورتیں کس قدر ناقص العقل اور تعصب

ہیں۔ چنانچہ جب میں نے اپنی بی بی سے آپ کا ذکر کیا تو وہ نہایت
 مسطامسن۔ (ہنسکے) ہان ہان کہنے۔ میں کچھ بڑا
 نہ مانو تگی۔ میں جانتی ہوں کہ یہاں کی عورتیں چونکہ محض اجہل ہیں اسلئے
 ہم لوگوں کے آئے جانے سے پرہیز کرتی ہیں۔ تو یہ کوئی نئی بات
 نہیں۔ اگر آپ کی بیگم صاحب نے میرے آنیکو منع کیا تو وہ یہہ
 سمجھی ہونگی کہ میں آپ کی لڑکی کو کرستان بنا ڈالو تگی۔ آپ اسکا
 خیال بھی نہ کیجئے۔ مجھ کو کچھ بھی اسکا رنج نہ ہوگا۔ اگر وہ لوگ دو ایک
 بات سخت بھی کہیں تگی تو میں بڑا نہ مانو تگی۔

نواب صاحب۔ استغفر اللہ!۔ اونلاؤ گونکی کیا مجال کہ آپ کو
 کلمات سخت کہیں۔ میں بخدا کہتا ہوں کہ اگر خدا خواستہ ایسی بات
 ظہور میں آئی تو میں اونلوگوں کا منہ نہ دیکھو تگا۔

مسطامسن۔ تو یہ یہ کیا گفتگو ہے! آپ دیکھئے تو میں اونلوگوں
 کو کس طرح ملاتی ہوں۔ مجھ کو چونکہ آپ سے دلی دوستی ہے اسلئے
 میں دل و جان سے آپ کی لڑکی کو تعلیم دو تگی۔ ہمیں جو ہر سو ہو میں
 بات کا بڑا نہ مانو تگی۔ دوسرے یہہ کہ خواہی خواہی کوئی کسی سے لڑتا نہیں

جو وہ کہیں گی میں بجا لاؤں گی۔

نوا اب صاحب۔ یہ آپ کی مہربانی ہے جو اس قدر ہمارے
حال پر توجہ نہ راتی ہیں۔ واللہ آپ جیسی نکسر عورت میں نے
آج تک نہیں دیکھی۔ اگر ہمارے یہاں کی عورتیں اس قدر
دولت مند اور مغرر ہوتیں تو شاید آنکھ اوٹھا کر دیکھتیں تک
نہیں۔

مس ٹامسن۔ خیر تو اب چلے۔

نوا اب صاحب۔ بسم اللہ۔ (رستے میں) یہ لوگ
بالکل بے سلیقہ ہیں۔ فرش فروش بھی درست ہو گا۔ ہر چند
میں نے چاہا کہ ایک کمرے میں کرسی میز بھی رہے۔ لیکن
یہہ کی طرح مانتی ہی نہیں۔

مس ٹامسن۔ یا اللہ! اس قدر بچو کیون کر رہے ہیں۔ اگر
مجھ سے اس قدر تکلف رکھئے گا تو پھر میں تعلیم نہ دے سکوں گی۔
تکلف برطرف میں تو خالی بوریا پر بیٹھ سکتی ہوں۔

غرض کہ بہارِ خرابی نوا اب صاحب مس ٹامسن کو محاصرہ میں لے آئے۔

یہاں تو پہلے ہی خبر ہو چکی تھی۔ بڑی بیگم اور چھوٹی بیگم بھی نواب صاحب کے خوف سے سامنے دالان میں اونکے استقبال کو کھڑی تھیں۔ دالان میں تخت پر نہایت عمدہ عمدہ قالین و غالیچے کا فرش لگا ہوا تھا۔ بڑی بیگم نے مس ٹامسن نواب صاحب کے واسطے دو کرسیاں برابر تخت کے رکھوا دی تھیں۔ خورشیدی بیگم و مشتری بیگم کی آنکھیں اہ تکتے تکتے پتھر لگی تھیں۔ کہ اتنے میں یکایک ایک پیش خدمت دوڑتی ہانپتی آئی۔

پیش خدمت بیگم صاحب! بیگم صاحب! سرکاراؤں میں کولے چلے آتے ہیں۔

بڑی بیگم۔ اے تو آئیں۔ گھبراہٹ کیا ہے۔ مگر بی مغلربی ذری ان لوگوں کو منع کر دو۔ اس قدر بھڑکیوں کر رکھی ہے۔

خدا جانے وہ بُرا مانے۔ اور بُرا نہ مانے تو یہ ضرور کہیگی کہ یہ لوگ کیسی گنواریاں ہیں کہ میم کے دیکھتے ہی ٹھٹ کی ٹھٹ کھڑی ہو گئیں۔

ابھی یہ بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مس ٹامسن اور نواب صاحب
آپہونچے۔

چھوٹی بیگم - باجی دیکھنا۔ یہ تو بدھی سی معلوم ہوتی ہیں۔ میں تو
بجھی تھی جان ہونگی۔

بڑی بیگم - اے ہاں سچ تو۔ بال سر کے کچھڑی ہو رہے ہیں لیکن
چہرے سے کقدر رعب پایا جاتا ہے۔

ان لوگوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ نواب صاحب و مس ٹامسن
آپہونچے۔ نواب صاحب نے بڑی بیگم و چھوٹی بیگم سے ملایا۔ ان دونوں
نے ہاتھ ملا کر خیر و عافیت پوچھی۔

مس ٹامسن - ہکو آپ لوگوں کی ملاقات کی بڑی تمنا تھی۔ یہ
سعادت کہ مشرف ہوئی۔

نواب صاحب (کرسی بڑھا کر) - بسم اللہ بیٹھے۔

مس ٹامسن - بڑی بیگم صاحب (کہئے آپ کی صاحبزادی
کہان ہیں۔

بڑی بیگم - خورشیدی۔ ادھر آؤ سلام کرو۔

خورشیدی بیگم سر جھکائے۔ شرما سے مس ٹامسن کے پاس آ بیٹھیں۔
 نواب صاحب۔ اور مشتری کہاں ہے؟۔ آئیں تملوگ اسعد
 شرما تائی کیون؟ (مس ٹامسن سے) یہ ہماری بھانجی ہے
 چھوٹی بیگم صاحب کی بیٹی۔

مس ٹامسن۔ آئے ادھر بیٹھے۔

مشتری بیگم بھی سلام کراؤں کے پاس آ بیٹھیں۔

مس ٹامسن۔ ماشاء اللہ! دونوں پر نیراد! نواب صاحب!

مین سچ کہتی ہوں کہ ایسی حسین لڑکیاں اس ملک میں اب تک

نہیں دیکھیں (خورشیدی بیگم سے مسکرا کر) آپ کا اسم شریف

خورشیدی بیگم۔ خورشیدی بیگم۔

مس ٹامسن۔ بیگم تو خطاب ہے نام نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ (شرما کے) خورشیدی

مس ٹامسن۔ اسم باسٹے ہیں۔ بھلا آپ نے اتنے

دونوں تک کچھ پڑھا بھی یا نہیں؟۔

بڑی بیگم۔ کیوں۔ کہتیں کیوں نہیں؟۔ اسقدر پڑھ چکی ہو

اور چُپ بیٹھی ہو۔ سنا دونا۔

خورشیدی بیگم۔ ااجان وہ بھی کچھ پڑھا ہے۔ مجھ کو نہایت شرم معلوم ہوتی ہے کہ اتنی بڑی ہو گئی اور کچھ نہ آیا مس ٹامسن۔ اگر نہیں پڑھا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اب جلد پڑھ لیجیگا۔ کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کو غیرت بہت ہے اور اس قدر اوقات جو آپ نے ضائع کی اوسکا افسوس آپ کو بہت ہے۔ جب آپ کو خود اس قدر شوق ہے تو کوئی بات نہیں۔ آپ گھبرائے نہیں۔

بڑی بیگم۔ میں آپ سے کچھ کہتی ہوں۔ تیسون سپیار قرآن شریف کے حفظ کر چکی۔ اس وقت سناتین نہیں۔ مجھ کو جھٹھلاتی ہیں۔

مس ٹامسن۔ (مسکرا کر) بسم اللہ۔ کوئی سورہ پڑھو۔ خورشیدی بیگم نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ سوہ رجہ میں پڑھا۔ مس ٹامسن وجد کر گئیں۔

مس ٹامسن۔ سبحان اللہ کیا لہجہ پایا ہے۔ ماشاء اللہ تلفظ

بھی بہت درست ہے! ذہن کے ساتھ حافظہ بھی غضب کا ہے۔
 نواب صاحب آپ گہرا سنے نہیں۔ انشائے دو برس کے اندر
 انکو کچھ آوری بنا دنگی۔ طبیعت نہایت ہی مناسب ہے۔ صرف
 تسلیم اچھی چاہئے۔ (مشری بیگم سے) ہاں مشری بیگم!
 آپ تو کچھ سنائے۔

مشری بیگم نے بھی نہایت قرأت کے ساتھ سورہ انشائے کیا ہے
 مس ٹامسن۔ (بڑی بیگم و چھوٹی بیگم سے) ماشاء اللہ
 دونوں ذہین۔ دونوں فطین!۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو دونوں
 صاحبزادیان زیور علم سے جلد آراستہ ہو جائیں گی۔ اسوقت
 دیکھتے گا۔ آپ لوگوں کا بھی جی خوش ہو جائیگا۔
 بڑی بیگم۔ آپ کی مہربانی۔

مس ٹامسن۔ خورشیدی بیگم!۔ آپ کلام شریف کسوقت
 تلاوت کیا کرتی ہیں؟۔

خورشیدی بیگم۔ صبح کو۔

مس ٹامسن۔ اور دن بھر کیا مشغلہ رہتا ہے؟۔

خورشیدی بیگم - (شرما کے) کچھ نہیں۔

مس ٹامسن - نہیں کچھ تو ضرور ہوگا۔ کیا کھیلتیں نہیں؟

(مشری بیگم کی طرف دیکھ کر) کیوں مشتری بیگم؟

مشری بیگم - کبھی کبھی گوریاں کھیلتے ہیں۔

مس ٹامسن - ہاں! ذری مجھے بھی تو دکھلائے۔ دیکھو کیسی

گوریاں ہیں۔ کوئی اونکے رہنے کا مکان بھی ہے؟

خورشیدی بیگم - جی ہاں۔ مکان - پنگ - کرسی سب ہی کچھ ہی

مس ٹامسن - اوس مکان تک ذرا مجھے تو لے چلو۔

خورشیدی بیگم - (اوجھل کے) چلئے ابھی چلئے۔

مس ٹامسن اوٹھ کھڑی ہوئیں اور بوٹ پہن کر گوریاں کا

مکان دیکھنے چلیں۔ آگے آگے مس ٹامسن - اونکے اگل بغل

خورشیدی اور مشتری - پیچھے نواب صاحب اور بڑی بیگم و چھوٹی بیگم

کچھ مسکراتی ہوئی۔

بڑی بیگم - (نواب صاحب سے) اللہ جانتا ہے کیا فرارچ پایا جو! الیو

کے آئے تین کوئی قباحت نہیں۔ یہ تو کچھ ہلو گون ہی بڑھ کے

علم و تہذیب جانتی ہیں۔ انکو کون میم کہیگا۔ اردو کیسی اچھی جانتی ہیں۔
صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندوستانی عورت کو میم کا کپڑا
پہنا کر لے آئے ہو۔

نوا ایصاحب۔ ابھی کیا ہے۔ جب اچھی طرح سے بے تکلفی ہو جائیگی
تو اور تعریفیں کرو گی اور انکی محبت کا دم بھرنے لگو گی۔

چھوٹی بیگم۔ مجکو تو ابھی سے محبت ہو گئی ہے۔ بڑی منسا رہیں۔
میس ٹامسن نے ایک ایک گوڑا کو اوٹھا اوٹھا کر دیکھا۔

بعضوں کی تعریف کی لیکن کہا کہ کپڑا کیسا بھی اچھا نہیں۔
خورشیدی بیگم۔ میم صاحب کپڑے بازار وہیں۔ مجکو تو سینا آنا نہیں
کہ خود سیکر پہناؤں۔

میس ٹامسن۔ مجکو میم صاحب نہ کہا کیجئے۔ میرا نام میس ٹامسن ہے۔ اسی
نام سے پکارا کیجئے۔

بڑی بیگم۔ ہمارے تو آپ کو اوستانی جی کہا کرینگے۔

میس ٹامسن۔ (سنکے) بہت بہتر۔

خورشیدی بیگم۔ (دوسری گوڑیا اوٹھا کر) اسکے کپڑے تو

دیکھئے۔ بی مغلائی نے سسے ہیں۔

میس ٹامسن۔ ہاں اون سب سے یہ اچھے ہیں۔ میں آپ کو سلائی
جلد کھا دوں گی خود ہی کر پہنا لیجئے گا۔ کسی کی محتاج نہ رہے گا۔

غرض کہ یہ سب دیکھ بھال میس ٹامسن سب لوگوں سے رخصت
ہوئیں۔ اور خوشیدی بیگم و مشتری بیگم کی پیشانی نورانی کا بوسہ
لیکر باہر تشریف لائیں۔

نوا اب صاحب۔ آپ نے تو طاسم کیا۔ جو ہم مجھ سے برسوں
میں طے نہو سکی وہ آپ نے چمکی بجاتے سر کر لی۔

میس ٹامسن۔ (ہنس کے) نوا اب صاحب! جہان جیسا موقع
ہو انسان اوسے طرح پیش آئے۔ لیکن آپ خاطر جمع رکھئے۔ آپ
کی لڑکی بہت ذہین و ہوشیار ہے۔ ایسی لڑکی تو قسمتوں سے
ملتی ہے۔ جلد علم و ہنر سے واقف ہو جائیگی۔

میس ٹامسن کی طرز تعلیم

میس ٹامسن موافق وعدہ کے ہر روز صبح و شام آتی رہیں۔

پہلے تو کچھ دنوں تک اونھون نے قصص و حکایات پر دار و مدار رکھا۔ کبھی کبھی فوائدِ علوم اور پسند و نصائح کی باتیں بھی بیان کر دیتیں۔ جب اونھون نے دیکھا کہ خورشیدی بیگم و مشتری بیگم کی طبیعت تعلیم کی طرف پورے طور پر مائل ہو گئی اور پڑھانے کے لئے قسمیں دینے لگیں تو مس ٹامسن نے کاغذ کی دو وصلیاں انکو دین چنیر کچھ لکھا ہوا تھا۔

خورشیدی بیگم۔ اوستانی جی یہ کیا ہے؟

مس ٹامسن۔ اسی کے موافق تلوگوں کی تعلیم ہوگی۔ اسمیں لکھا ہوا ہے کہ کون سے وقت کون کون سی چیزیں پڑھائی جائیگی پڑھ لو بہت صاف تو ہے۔ آخر جب قرآن شریف پڑھ چکی ہو تو کچھ ٹوٹو لکڑی نکال لوگی۔

خورشیدی بیگم و مشتری بیگم نے بچے کر کے بہارِ خرابی کچھ پڑھا۔ مس ٹامسن نے وصلیاں لے لین اور خود پڑھ کر سنا دیا۔ مس ٹامسن۔ چونکہ میں یہاں ساڑھے دس بجے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی اس لئے اتنا ہی وقت ابھی کافی ہے۔ جب

زیادہ پڑھ لو گی تو کچھ وقت اور بڑھا دیا جائیگا۔ مین صبح سے ساڑھے دس بجے تک رہ سکتی ہوں۔ یہ تین گھنٹے اپنے سامنے تلوگوں کو پڑھاؤنگی۔ اس کے علاوہ آپ لوگوں کو اختیار ہے۔ جو وقت جی چاہے اس کو یاد یا مشق کیا کیجئے۔ لیکن اتنی دیر ضرور بالضرور پڑھنا ہوگا۔ اور ہمیشہ اس وقت مستعد رہنا ہوگا۔

خورشیدی سگم۔ ہلوگوں کو دن بھر بھی پڑھائے تو نہ بھاگیں۔ اوستانی جی یہہ ڈرا انگ کیا چیز ہے؟

مس ٹامسن۔ نقشہ کھینچنا۔ اس کو جب سیکہ جاؤ گی تو اوڈی پہاڑوں۔ جنگلوں۔ اور جن جن چیزوں کا تم چاہو گی نقشہ کھینچ سکو گی۔

خورشیدی۔ اما تو اوستانی جی پہلے وہی سکھا دیجئے نا اپنے ہاتھوں سے تصویریں کھینچ کے دیواروں سے لٹکا دیں گے۔

مس ٹامسن۔ پہلے سمجھ کی ضرورت نہیں۔ جس طرح مین

لکھ دیا ہے اسی طرح تلوگوں کو سکھایا پڑھایا جائیگا۔ دیکھو تو
 سہی کس قدر جلد سیکھ جاتی ہو۔ بھلا صبح کو کس وقت اٹھتی
 ہو؟ نماز پڑھتی ہو یا نہیں؟

خورشیدی نے مشتری اور مشتری نے خورشیدی
 کو دیکھا اور دونوں کو مسکرا کر رہ گئیں۔

مشتری۔ اوستانی جی! نماز پڑھتی تو نہی سہی لیکن اب
 ادھر چھوٹ گئی ہے۔ صبح کو نیند ٹوٹی تو ہے۔ لیکن الگسی
 کے سبب پلنگ پر پڑی رہتی ہوں

سلسلہ حسن۔ توبہ صبح کا سونا اچھا نہیں۔ ترے اٹھا کر
 صبح کی نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ خداوند کریم تمہیں علم دہن
 جلد عطا فرمائے جب نماز و دعا سے فراغت ہو تو ہتھیلی
 پر ٹھہلا کر۔ صبح کی ہوا صحت کے حق میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے
 اس کے بعد کچھ ناشتا و اشتا کر کے جیسا کہ میں نے
 لکھ دیا ہے اس کے بموجب کار بند ہو۔ دیکھو تو سہی خداوند کریم
 کس قدر برکت دیتا ہے۔ آج سب چیزیں تمہارے

واسطے مہیا کئے دیتی ہوں۔ کل سے اوسے طرح عمل میں لانا
سات ساتھے سات کے عمل میں بھی آجاؤنگی۔

ان لوگوں میں یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ نواب
محترم الدولہ تشریف لائے۔ مس ٹامسن نے کہا کہ
نواب صاحب! آپ فوراً مجھ کو یہ چیزیں منگوادیتے۔

دو سیو انگ میٹین۔ (سینے کی کھلین)۔ دو ڈرائنگ
بکس (لوازمہ نقاشی کے بکس)۔ دو تین قسم کے
ولایتی چوڑے۔ کچھ ولایتی دچمیان۔ تھوڑی سی مختلف
رنگ کی اون۔ دو چاکو۔ کچھ قلم پینسل اور کاغذ۔ چن
سلیٹین۔ باقی رہیں کتابیں وہ خود میں اپنی پسند و توجہ
سے لادوونگی۔ لیکن سب سے پہلے ایک کام یہ کیجئے
کہ ایک کمرہ تھلے کا جمین پڑھنے کے وقت کوئی
محل نہ ہو۔ میز و کرسی جملہ سامان کے ساتھ مہیا کر دیجئے
کہ کل سے انکی تعلیم و امان شروع ہو جائے۔

نواب صاحب! اب کل یہ سب چیزیں انشاء اللہ

ہمیا پائیے گا۔ میں آج ہی منگو اے لیتا ہوں۔

غرض کہ نواب صاحب نے ایک کمرہ تھلے کا سب مان کے ساتھ
درست کر دیا۔ اور جملہ چیزیں ہمیا کر دیں۔

مس ٹامسن برابر آئیں اور پڑھا جایا کرتیں۔ ایک تو یہ لوگ انتہا
کی ذہین۔ دوسرے مس ٹامسن جیسی اوستانی۔ تین ہی برس کے
اندر اچھی طرح تعلیم پا گئیں۔ اردو فارسی کی کتابیں اچھی طرح
پڑھ لیتی تھیں۔ نقاشی اور سینے پر رونے میں تو وہ مہارت پیدا
کی تھی کہ مس ٹامسن خود رنگ ہو گئیں۔ ہر جمعہ کو نواب صاحب
اور مس ٹامسن بلکہ سارا گھر انھیں کے ہاتھ کا پکایا کھاتا۔ اور اگر
اچھا ہوتا تو انعام ملتا۔ اور انعام ملتا۔ اور اس طرح شوق بڑھایا جاتا۔
خورشیدی بیگم کو ڈرا رنگ یعنی نقشہ کھینچنے میں بہت
مہارت پیدا ہو گئی تھی اور اس طرح شوق دل میں سما یا ہوا تھا کہ آدھی
آدھی رات تک نقشہ ہی کھینچا کرتیں۔ ایک دن یہہ ڈرا رنگ
لے بڑی بیگم صاحب کے پاس پہنچیں۔

خورشیدی بیگم۔ اما جان! آپ جیسے ابھی بیٹھی تھیں ویسی ہی

یہ بھی رہے۔ اور محکوم دیکھتی رہے۔

بڑی بیگم۔ (حیرت سے) کیون؟

خورشیدی بیگم۔ ہے ایک بات۔ ٹھہر کر کہہ دوں گی۔

بڑی بیگم۔ آخر کیا ہے؟ کچھ ہو تو سہی۔ میری تو کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا۔

خورشیدی بیگم۔ اما جان! کہہ دوں گی۔ اس وقت کہنے سے

لطف جاتا رہیگا۔

مشتری بیگم۔ خالہ جان! مجھ سے سنئے۔ یہ آپ کی تصویر

کھینچنا چاہتی ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ (سنہ بنا کر) واہ کیا اچھا معلوم ہوتا ہے!

کون بڑا خزانہ پایا جو پٹ سے بول اوٹھیں؟ تم میں یہ ایسی

بُری عادت ہے کہ میں کیا کہوں۔

مشتری بیگم۔ (سنکنے) تو اس میں چھپانے کی کیا ضرورت

تھی؟ آخر کہتیں اول کہتیں۔

خورشیدی بیگم۔ اپنا اپنا جی اور اپنی اپنی سمجھ۔ میرا دل یہ

چاہتا کہ اما جان کو اچانک تصویر کھینچ کے دکھلاؤں۔ اور

جب سُن چکین تو وہ لطف ہی جاتا رہا۔
 بڑی بیگم۔ مین جانتی ہوں شیشے پر تصویر کھینچی جاتی ہے۔
 جب تم دو برس کی تھین تو تمہارے ابا نے گو دین کے
 تمہاری تصویر کھینچوائی تھی۔ لیکن تمہارے پاس وہ چیزیں بھلا
 کہاں لے آئیں؟

خورشیدی بیگم۔ امان جان! شیشے کی تصویر نہیں اوتس
 کیا کمال؟ وہ تو عکسی تصویر ہوتی ہے۔ مین اپنے ہاتھوں سے
 آپ کے سامنے ہی بیٹھی بیٹھی کھینچوں گی۔
 چھوٹی بیگم۔ چلو ہاتھ۔ سے تصویر کھینچیں گی! بھلا کھینچو
 تو ہی۔

خورشیدی بیگم۔ اچھا دیکھئے امان جان! میری طرف دیکھتی
 بڑی بیگم چپ بیٹھی تھین اور خورشیدی بیگم جلدی جلدی
 پنسل کاغذ پر پھیر رہی تھین۔ کبھی بڑی بیگم کی طرف دیکھتی تھین کبھی
 کاغذ پر پنسل چلاتی تھین۔ جب تصویر تیار ہو چکی تو بڑی بیگم نے
 کہا لاؤ تو دیکھیں۔

خورشیدی بیگم - اما جان ابھی بہت جلدی مین بنایا ہر
جب اسمین رنگ و رنگ دے لونگی تو دکھاؤنگی۔
بڑی بیگم - رنگ و رنگ پیچھے بھر لینا - دیکھوں تو سہی کیسی
کھینچی ہے۔

خورشیدی بیگم نے بڑی بیگم کے سامنے کتاب رکھ دی
اور بڑی بیگم چھوٹی بیگم اور مشتری بیگم سب دیکھنے لگیں۔
بڑی بیگم - ذرا دیکھنا کیسی پوری تصویر اوتری ہے۔ عین
جیسے مین!

چھوٹی بیگم - اللہ جانتا ہے۔ یہہ اوتسانی جی سحر کرتی ہین۔ یہہ
وہی خورشیدی بیگم ہین کہ تین برس آگے کچھ جانتی ہی نہ تھین۔
یا اب دیکھئے تو وہ وہ کام کرتی ہین کہ عقل و نگ ہو جاتی ہے
باجی دیکھو جسطح تم ہاتھ گاؤ تکیہ پر رکھے ہوئے تھین اوسیطح
نقشے مین بھی ہے۔

بڑی بیگم - تم ہاتھ ہی کو کہتی ہو۔ مین تو ایک ایک چیز کو دیکھتی
ہوں اور حیران ہوتی ہوں۔ مین تو عکسی ہی تصویر دیکھ کے

دنگ ہوتی تھی۔ اسنے تو اور بھی غضب کیا۔

مشتری بیگم۔ خالہ جان! عکسی تصویر کی اسقدر تعریف
 نہیں ہے اوسمین ایک قسم کا شیشہ ہوتا ہے جس میں پورا
 عکس پڑتا ہے۔ جیسا عکس اوس میں پڑیگا ویسا ہی نقشہ
 اوتریگا۔ اوسکا کھینچنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ شیشہ وغیرہ
 درست کر دیا جائے پھر ایک جاہل بھی نقشہ او تارے مشکل
 یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھوں سے دیکھ دیکھ کے نقشہ او تارے
 جیسا کہ انھوں نے ابھی کھینچا ہے۔ اور ابھی آپ کو اسقدر
 اچھا نہیں معلوم ہوگا۔ جب اسمین رنگ ونگ پڑ جائیگا تو
 آپ بہت پسند کیجئے گا۔ بلکہ عکسی تصویر میں ایک نقص بھی ہے۔
 اوس میں جیسا عکس پڑیگا ویسا ہی نقشہ ہوگا۔ اگر چاہئے عمدہ
 بنانے کو تو ہرگز نہیں ہوگا۔ برعکس اسکے کہ جیسا چاہئے اچھا
 اور خوبصورت بنائیجئے۔

بڑی بیگم۔ تو تم لوگ جس چیز کا چاہو نقشہ او تارے سکتی ہو؟
 خورشیدی بیگم۔ (ہنس کے) ہاں اماں جان۔! اوس کتاب

کتاب کو شروع سے دیکھئے نا۔ تمام نقشے ہمارے ہاتھ کے اوس
میں کھینچے ہوئے ہیں۔

ادھر بڑی بیگم و چھوٹی بیگم نقشے دیکھتی تھیں اور مشتری بیگم
بتا رہی تھیں۔ اُدھر خورشیدی بیگم نے جلدی جلدی بڑی بیگم
چھوٹی بیگم اور مشتری بیگم کی تصویریں کھینچ لین۔ چھوٹی بیگم
کتاب بند کرنے ہی کو تھیں کہ خورشیدی بیگم نے وہ نقشہ
چھوٹی بیگم کو دکھایا۔

خورشیدی بیگم۔ خالہ جان! دیکھئے تو یہہ کی تصویر ہے؟
چھوٹی بیگم۔ مسکرا کر۔ این یہ تم نے کس وقت کھینچی؟۔ بھئی تم
غضب ڈھاتی ہو۔ باجی! دیکھو تو ہم لوگوں کی تصویر کس قدر جلد اور
کیسی صحیح اوتار لی ہے۔

بڑی بیگم۔ یہ کب کھینچی؟
مشتری بیگم۔ یہ ابھی کھینچی ہے۔ دیکھئے نا اما جان! آپ
اوس وقت یہ تصویر کی کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے تھیں۔ خالہ جان
غور سے وہ نقشہ دیکھ رہی تھیں۔ اور دیکھئے۔ میں وہ نقشہ آپ لوگوں کو

بتا رہی تھی۔ میری اولنگلی تک اوس نقشے پر جیسے تھی ویسی ہی اسمین بھی کھینچی ہے۔ واہ بہن! (خورشیدی بیگم کی طرف منہ کر کے)۔
 شاباش! ایک قدر مشکل نقشہ اتنا جلد کھینچا ہے۔! اللہ جانتا ہے
 مجھ سے تو نہ ہو سکتا۔ اسمین رنگ ضرور دو۔

خورشیدی بیگم۔ اما جان ایک ہفتہ کے بعد اسکو دیکھے گا۔
 اب میرن رنگ بھرنے جاتی ہوں۔

خورشیدی بیگم و مشتری بیگم اپنے کو ٹھہر آئیں۔ بڑی بیگم
 اور چھوٹی بیگم نہایت خوش ہوئیں اور بہت دیر تک مس ٹامسن
 کی تعریف کرتی رہیں۔

چھوٹی بیگم۔ باجی! دیکھو تو کیا اچھی تعلیم ان لوگوں کی ہوئی۔ کسی
 بات کی کمی نہیں۔ سلائی ویسی ہی عمدہ سیتی ہیں۔ نقشہ ویسا
 ہی اچھا اور تارییتی ہیں۔ پڑھنا لکھنا ویسا ہی اچھا ہے۔ کھانا کہیں
 عمدہ پکا لیتی ہیں۔

بڑی بیگم۔ ان اسمین کیا شک ہو۔ ایسی تعلیم یافتہ لڑکیاں
 کہیں نہ ملیں گی۔ سچ ہے ہلوگوں کی عقل ہی کیا ہے۔ ناحق کی حجت

اون سے کرتی تھی کہ مس ٹامسن کو نہ آنے دو۔ اگر نہ آتین تو یہ لوگ کیسے یہ سب سیکھتین؟

چھوٹی بیگم۔ باجی مین اسمین دولہا بھائی کی تعریف کر ونگی۔
 کس قدر ہلگو گون نے عذر کیا تھا اور کس قدر یہاں کے لوگوں نے
 شور و غل مچایا تھا۔ لیکن انھوں نے ایک نہ سنی۔ تعلیم آخر دلائی
 ہی دلائی۔

بڑی بیگم۔ ہاں چونکہ اونکو معلوم تھا کہ مس ٹامسن کی تعلیم
 کا اچھا نتیجہ ہوگا اسلئے یہ اپنی بات پر قائم ہے۔ مین اس خیال
 مین ہوں کہ اوستانی جی کے ساتھ کیا سلوک کروں روپیہ دینے
 سے رہی۔ اگر اونکو روپیہ کی خواہش ہوتی تو مفت کیون پڑھاتین
 اور جب نوا ب صاحب کہتے ہین کہ یہ اپنے گھر کی بڑی مالدار ہین تو پھر
 روپے پیسے کی باتین کرنی مخض بیوقوفی ہے۔

چھوٹی بیگم۔ مین بتاؤں۔ ایک کڑا بڑا اونوا کے تحفہ دور
 بڑی بیگم۔ کڑا تو یہ لوگ پہنتی ہی نہین۔ ایسی چیز دینی چاہئے جو
 انکے مصرف کی ہو۔ خیر جلدی کیا ہے۔ اولیٰ نے بھی مشورہ کر لیا تو

اسکا انتظام کیا جائے

مِس مٹن کی تعلیم کا نتیجہ

مِس مٹامن کا معمول تھا کہ جس قدر نقشے یہ سب کھینچتیں اور
جس قدر موزے - گلوبند - کپڑے وغیرہ سیتین سبکو جمع کرتی
جاتیں - دو صندوق سوتی اور اونی کپڑوں سے بھر گئے - جب یہ
سال ختم ہوا تو مِس مٹامن نے اون چیزوں کو ایک جگہ جمع کیا
اون صندوقوں کو اور جو نقشے اچھے اور یا کیرہ بنے ہوئے تھے
ایک انگریزی دوکان میں بیچنے کو بھیجا - چونکہ نقشے بہت عمدہ
پسندیدہ تھے قیمت مناسب ملی - اور کپڑے وغیرہ بھی اچھے امون
کے - مِس مٹامن نے ایک ہزار کانوٹ لاکے نوا بصاحب کے
سامنے رکھ دیا -

نوا بصاحب (گھبرا کر) یہ کیا ہے؟

مِس مٹامن - یہ آپ کا ہے - بلکہ حقیقت یہ خورسیدی بیگم
و مشتری بیگم کا ہے -

نواب صاحب - (حیرت سے) یہ کیا؟ - سدّ پچ بتائیے۔ یہ کیا
ماجرا ہے؟۔

مس ٹامسن نے سارا حال بیان کیا تو نواب
محترم الدولہ اوچھل پڑے۔

نواب صاحب - (مس ٹامسن کا ہاتھ تھام کے) آپ کی
بدولت ان سبھوں نے اس قدر علم و ہنر سیکھا کہ کبھی کسی
بات کی محتاج نہ رہیں گی۔ میں جب تک زندہ ہوں آپ کا
ممنون احسان رہوں گا۔

مس ٹامسن - (ہنسکے) نواب صاحب! اسمین میری تعریف
کچھ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی عقل و ذہانت کا نتیجہ ہے۔ میں اپنا
فخر سمجھتی ہوں کہ میری ایسی ایسی شاگردین ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ
اسی سال میں نقشے، اگن بیلشن (نمایش) میں بھیجوں گی۔ مجھے
یقین ملی ہے کہ آپ ہی کی صاحبزادی کو میڈل (تمغا)
ملے۔ نواب صاحب آپ کو یقین نہ آئیگا۔ میں سچ کہتی ہوں۔
آپ کی صاحبزادی مجھ سے کہیں عمدہ نقشہ کھینچتی ہیں غضب کا

ذہن ہے!۔ میں نے آج تک اس عقل و شعور کی لڑکی دیکھی نہیں
ہندوستانی ہو خواہ ولایتی۔

نواب صاحب۔ میں پھر وہی کہوں گا کہ یہ سب آپ کی بدولت۔
اگر آپ اس قدر محنت نہ کرتے تو یہ لوگ جاہل کی جاہل ہی رہتے۔
مجھ کو خوب یاد ہے کہ جبوقت آپ شروع شروع یہاں
آئی تھیں یہ لوگ کوئی کتاب اردو کی پڑھ نہ سکتے تھیں۔ اب
دیکھئے بخوبی کتابیں اردو و فارسی و عربی کی پڑھ لیتی ہیں مطلب
آپ سے نکال لیتی ہیں۔ خط و طبع بھی اچھی طرح سے لکھ سکتی ہیں۔
ماشا اللہ دونوں کا حرف کیا اچھا ہے۔ ڈرائنگ (نقشہ
کھینچنے) اور سینے پر رونے کی فطرت تو اسی ہزار روپے سے
معلوم ہو گئی۔ کھانا بھی بہت اچھا پکا لیتی ہیں۔ شہر کیا
ہندوستان بھر میں کم کوئی باورچی ملیگا جو اس قدر حیرن اس
عمدہ طور سے پکا سکے۔

مس طامسن۔ اب چلے بڑی بگم صاحب چھوٹی بگم صاحب
کو بھی یہ خوشخبری سنائیں۔ لیکن یہ روپیہ اونہیں صاف جڑا دینا

اونہیں کو دنگی۔

نواب صاحب - (سنکے) ہاں ہاں ہمیں کیا شک ہے۔

نواب صاحب و مس ٹامسن شادان و مندرخان مجلسرا

مین داخل ہوئے۔ خورشیدی بیگم وہ دونوں تصویریں تیار

کر کے بڑی بیگم و چھوٹی بیگم کو دکھا رہی تھیں کہ مشتری بیگم کی یکساں
مس ٹامسن اور نواب صاحب پر نظر پڑی۔

مشتری بیگم - یہ اسوقت اوستانی جی خلاف وقت

کیون چلی آتی ہیں!

بسمون نے اسپر آنکھ اوٹھا کر دیکھا تو واقعی نواب صاحب

و مس ٹامسن چلی آتی ہیں۔

بڑی بیگم - چلو اچھا ہوا اس سے بڑھکر شکریہ ادا کرنے کا

اور کون موقع ہوگا؟

اتنے میں نواب صاحب و مس ٹامسن پہنچے سب لوگ

سرو قد تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔

بڑی بیگم - یہ آج خلاف معمول کہ صبر آئیں؟

مس ٹامسن - (ہنسکے) - کیون آپ کو ناگوار ہوا؟ -

تو بہت اچھا میں ابھی چلی جاتی ہوں -

بڑی بیگم - اے نہیں - تو بہ آپ کا آنا ہملوگوں کو ناگوار ہوا -

آپ کا احسان تو ہملوگوں پر تازہ است رہ گیا - میرا روان روان

آپ کو دعا دیتا ہے کہ آپ نے اس مشقت و مہربانی سے

ہماری لڑکیوں کو تسلیم دی - وہ وہ ہندو سلیقے سکھائے

کہ ہملوگوں نے خواب میں بھی نہ دیکھے تھے - ایک ادنیٰ

سی تسلیم آپ کی یہ ہے کہ بیٹھے بیٹھے چشم دن میں خورشیدی

نے ہملوگوں کی تصویریں کھینچ لی - میری تو عقل دنگ ہے -

کہ آپ نے کیا جادو کیا -

مس ٹامسن بیگم صاحب! میں نے جو آپ کی صاحبزادی

یا بھانجی کو تسلیم دی تو میں نے اپنا حق دوستی ادا کیا - اس

میں شکرواحسان کیا! - تعدیم زبان پر بھی نہ لائے - محکوروں پر ہونچتا

اور اس قدر جلد جو یہ لوگ تسلیم پا گئیں - یہ انلوگوں کی عقل

و ذہانت کا نتیجہ ہے - خیر دیکھیں وہ تصویریں کہاں ہیں؟

(خورشیدی سے) یہ کب کھینچی تھی؟۔ تم نے تو آج صبح کو بھی
ہم سے نہ کہا۔

خورشیدی بیگم۔ اوستانی جی! میں چاہتی تھی کہ جب
وہ تصویریں پوری تیار ہو جائیں تو آپ کو دکھاؤں۔
نواب صاحب۔ خیر لے آؤ۔ دیکھوں۔

چھوٹی بیگم۔ لے آنا کیسا؟ یہ کیا رکھی ہوئی ہیں۔
مس ٹامسن نے جو وہ تصویریں دیکھیں تو پھرک
اوٹھیں۔ خورشیدی بیگم کو گلے لگا لیا اور پیشانی نورانی کو
بوسہ دیا۔

مس ٹامسن۔ کہئے نواب صاحب آپ کو میرے
کہنے کا یقین آیا؟۔

نواب صاحب غور سے بڑی بیگم صاحب کی تصویر دیکھ رہے
تھے کچھ جواب نہ دیا۔ ایک تو بڑی بیگم خود حسین تمھیں
دوسرے اس تصویر میں خورشیدی بیگم نے وہ کارستانی
کی تھی کہ بڑی بیگم کا جو بن اور دو بالا ہو گیا تھا۔ نواب صاحب

اپنی خوش قسمتی پر اترار ہے تھے کہ کیسی حسین بیوی پائی ہے۔ فرط محبت سے چاہتے تھے کہ اس تصویر کا بوسہ لیں۔ لیکن کچھ خیال کر کے رہ گئے۔ نظر اٹھا کر بڑی بیگم کی طرف دیکھا اور سکرائے۔ بڑی بیگم کو بھی اس وقت اگلی پچھلی باتیں یاد آ گئیں۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کو نظر محبت سے دیکھا۔ بڑی بیگم باوجودیکہ چار برس کی تھیں۔ لیکن اس پر بھی سرخی گالوں پر نمودار ہو گئی۔ وہ کہنے خیریت ہوئی کہ مس ٹامسن چھوٹی بیگم و خورشیدی بیگم و مشتری بیگم دوسری تصویر دیکھ رہی تھیں۔ نہیں تو یہ آنکھوں کے اشارے اور گالوں کی سرخی چھپائے نہ چھپتی۔

تو اب صاحب۔ کیا اچھی تصویر کھینچی ہے!۔ دیکھو وہ دوسری کیا ہے؟

مس ٹامسن نے دوسری تصویر دکھلائی تو اب صاحب اور محفوظ ہوئے۔ پیار سے خورشیدی بیگم کے سر پر

ہاتھ رکھا اور ایک بیٹھ بہا زمر کی انگوٹھی اوتار کے خورشیدی بیگم کو دی۔ اور کہا کہ یہ تمہارے ہنر کا صلہ ہے۔ خورشیدی نے نہایت ادب سے سلام کر کے وہ انگوٹھی لے لی۔ اور مارے خوشی کے چہرہ گل امار ہو گیا۔

بڑی بیگم۔ چلو اب خوش ہو مین۔ اوس دن جو آپ نے مشتری کو یا قوت کی انگوٹھی کھانا پکانے کے انعام میں دی تھی تو خورشیدی نے منہ بنا لیا تھا۔

نواب صاحب۔ مین کیسی خاطر تو کرتا نہیں۔ جو کوئی اپنا اپنا ہنر و سلیقہ دکھائیگا اوسکو انعام دوں گا۔ مشتری نے اوس دن ایسا نفیس کھانا پکایا تھا کہ مین نے عمر بھر نہیں کھایا۔ مس ٹامسن۔ ہاں ان مین سے کوئی کیسیکو ہنس نہیں سکتا۔ خورشیدی بیگم ڈرا انک بہت اچھا جانتی ہیں۔ تو مشتری بیگم کھانا خوب پکا لیتی ہیں۔ خورشیدی بیگم چکن اور زرد دوزی کا کام خوب بنا لیتی ہیں۔ تو مشتری بیگم اون خوب بن لیتی ہیں۔

مس ٹامسن نے عمداً لکھنے پڑھنے کا حال نہ بیان کیا۔ سوا سوا
 کہ خورشیدی بیگم کہیں زیادہ پڑھی لکھی ہوئی تھیں۔ اگر خورشیدی بیگم
 کی تعریف کرتے تو مشتری بیگم کا دل چھوٹا ہو جاتا۔ اور اگر
 دونوں کو برابر کہتے تو جھوٹ بولنا پڑتا۔ اسلئے انھوں نے
 اسکا ذکر ہی نہ کیا۔

نواب صاحب سمجھ گئے اور تہ دل سے مس ٹامسن کا شکریہ
 ادا کیا۔ مس ٹامسن نے اس کے بعد ایک ہزار کانوٹ
 بڑی بیگم صاحب کے سامنے رکھ دیا۔

بڑی بیگم۔ (تعجب سے) یہ کیا؟ کیا بھٹانے لائی ہیں؟
 (ہنس کے) لیکن میں آپ سے بٹا لونگی۔

نواب صاحب۔ بھلا سمجھو تو یہ کیسا نوٹ ہے؟

بڑی بیگم۔ اللہ جانتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا!۔ یہ کیا ہے
 اوستانی جی؟ یہ کسکانوٹ ہے؟

چھوٹی بیگم۔ (نوٹ اوٹھا کر) اور ہے بھی شاہد ہزار روپی
 کا؟۔ یہ کیا طلسم ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

مس ٹامسن - یہ آپ ہی لوگوں کا ہے۔

بڑی بیگم - اوستانی جی آپ کو میرے سر کی قسم کہئے تو کہئے تو یہ نوٹ کیسا ہے؟

مس ٹامسن - سچ سچ کمڈون؟

بڑی بیگم - مان ضرور۔

مس ٹامسن نے اوس نوٹ کا سارا حال بیان کیا تو بڑی بیگم صاحبہ و چھوٹی بیگم صاحبہ کو نہایت حیرت ہوئی اور اوستانی جی کی بہت تعریفیں کیں۔ اور دل سے دعائیں دین بڑی بیگم - یہ آپ کا احسان نہ بھولونگی۔ سچ ہے اچھی تعلیم کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ مجھے رشک آتا ہے کہ میں نے یہ سب کیوں نہ سیکھا لیکن سچ تو۔ اوس وقت آپ کہاں تھیں مس ٹامسن۔ تب نہیں اب سہی۔

بڑی بیگم - اب کیا مثل مشہور ہے۔ "بڈھا طوطا مانے پوس"۔

مس ٹامسن - لونخورشیدی بیگم یہ تمہاری محنت کا صلہ ہے

اسمین آدھار روپیہ تمھارا ہے اور آدھار مشتری بیگم کا۔
 خوشیدی بیگم مشتری بیگم کی فرط خوشی سے آنکھوں میں
 آنسو بھرائے۔ اور مس ٹامسن نے نہایت شفقت سے گلے سے
 لگا لیا۔

نواب صاحب (بڑی بیگم سے) کہئے صاحب میں نہ کہتا تھا
 کہ مس ٹامسن جیسی دوسری اوستانی چراغ لے کے بھی ڈھونڈھو
 تو نہ پاؤ گی؟۔ اب یہ لوگ جس حالت میں رہینگے اپنی اوقات
 نہایت خوشی و آرام سے بسر کرینگے۔ کسی کی محتاج کسی کی دست
 نہ رہینگے۔ روپیہ پیسے کا کیا؟ کبھی ہے کبھی نہیں۔ لیکن علم و ہنر
 جان کے ساتھ ہے۔

بڑی بیگم۔ اسمین کیا شک ہے!۔ میری رائے غلط تھی اب
 مجھے زیادہ نہ شرماؤ۔ آخر میں تمھاری طرح پڑھی لکھی تو ہوں نہیں جو
 اسکا نتیجہ پہلے ہی سوچتی۔ جاہل کی عقل ہی کہانتک۔

مس ٹامسن بیگم صاحب میں چاہتی ہوں کہ آئندہ سال
 ان کے ہاتھوں کے دو چار عمدہ عمدہ نقشے اگر بلیشن میں بھیجوں

اللہ چاہے تو گورنمنٹ کی طرف سے انھین کو جڈل ملے۔ اور
انھین کا نام روشن ہو۔

بڑی بیگم۔ انزگی بلیشن کیا؟

نواب صاحب۔ کیا ایگن بلیشن کی خرابی ہے کیا کہا تھا
انزگی بلیشن۔ اُف پیٹ مین بل پڑ گیا۔

بڑی بیگم۔ (طنز سے) تو مجھے کیا انگریزی ونگریزی تھوڑی
ہی آتی ہے۔ میں کیا جانو گی پی ٹی؟۔ ہاں اوستانی جی آپ کہئے
انکی عادت ہو کہ موقع بموقع ٹوک دیا کرتے ہیں۔

مس ٹامسن۔ ایگن بلیشن کہتے ہیں۔

بڑی بیگم۔ ایگن بلیشن؟

خورشیدی بیگم (ہنسکے) نہیں امان جان۔ ایگن بلیشن

بڑی بیگم۔ انزگی شن؟

خورشیدی بیگم۔ (ہنسکے) نہیں امان جیسے میں کہتی ہوں
ویسے کہتے۔

خورشیدی بیگم۔ کہئے ایگن

بڑی بیگم - رگیز -
 خورشیدی بیگم - نرائی -
 بڑی بیگم - نرائی -
 خورشیدی بیگم - شن -
 بڑی بیگم - شن -
 خورشیدی بیگم - ایگزیشن -
 بڑی بیگم - ایگزیشن - توبہ دم چڑھ گیا! مان
 اوستانی جی پھر؟

مس ٹامسن - ایگزیشن کہتے ہیں نمائش کو
 اس سال ڈسٹر اننگ - یعنی دستی نقشہ کی نمائش ہے -
 دور دور سے لوگ خواہ امیر خواہ غریب نقشہ لائینگے جسکا
 نقشہ سب سے عمدہ نکلے گا او سکوسونے کا مدٹل یعنی
 تمغہ لاٹ صاحب دیگے - اور او سکا بڑا نام ہوگا - محکوبین
 ہے کہ اس زمانہ تک خورشیدی بیگم بہت عمدہ طور سے نقشہ
 تیار کرنے لگیںگی - اور اگر خدا کو منظور ہے تو انھیں کو تمغہ

ملیگا۔ میرے نزدیک یہ آپ کی تصویر بہت اچھی ہے۔ (ہنسکے)
اگر آپ کی اور نواب صاحب کی اجازت ہو تو اسکو بھی
وہاں بھیج دوں۔

بڑی بیگم۔ ہاتھ جوڑتی ہوں۔ لکڑیہ تصویر نہ بھیجے! جود کھجے
کیا کہیگا۔ میرا سر نہ اٹھیگا۔

نواب صاحب۔ (مسکرا کر) کہیگا کیا۔ سب یہی کہینگے کہ کسی
حسین عورت ہے۔

بڑی بیگم۔ (طنز سے) آپ کی بلا سے ہم بد صورت ہی بنکے
بیٹھینگے۔ لیکن اس تعریف کو سلام۔ تم دن بدن بجا ہوئے
جاتے ہو۔ نہ شرماؤ نہ شرمانے دو۔ (مس ٹامسن سے) اوستانی
آپ کو میرے سر کی قسم ایسا خیال بھی نہ کیجئے۔ ہنسن تو میں
بہت نیرار ہوں گی۔

بڑی بیگم کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ تصویر بھیج دینگے۔ سقا
منت و سماجت کی کہ مس ٹامسن ہنس پڑیں۔

مس ٹامسن۔ ہنسن بیگم صاحب! میں صرف ہنسی تھی۔ میں

ایسی ہی گنوا ری ہوں۔ گو ہمارے یہاں یہ سب باتیں معیوب
 نہیں ہیں۔ لیکن میں آپ کو آپ کی قوم سے ہنسواؤں گی نہیں۔
 وہ بات نکر ونگی کہ آپ لوگ بدنام ہوں۔ اور نوا بصاحب بھی
 دنگی کرتے ہیں۔ نہیں تو سب کے پہلے یہی روکنے کو موجود
 ہو جاتے۔

بڑی بیگم۔ اب جان میں جان آئی۔ اب مجھے تسکین ہوئی
 مج کو انکے قول کا تو اعتبار نہیں ہے۔ ہاں اب اپنے کہا تو
 کچھ اندیشہ نہ رہا۔

نوا بصاحب (ہنسکے) بجا! میرے قول کا اعتبار نہیں
 ہے۔ یہ کیوں کیس بات سے؟

بڑی بیگم۔ اب اپنے دل کو کیا کروں۔ خیر سنو تم سے ایک
 بات بہت ضروری کہنی ہے۔ ذری او س کمرے میں چلو۔
 اوستانی جی پانچ منٹ کی غیر حاضری معاف کیجئے گا۔

مس ٹامسن۔ شوق سے۔ میں یہاں بیٹھتی ہوں

نوا بصاحب اور بڑی بیگم دوسرے کمرے میں آئے۔

بڑی بیگم۔ مین تم سے ایک راے پوچھتی ہوں۔ ہملوگون
کی یہ راے ہوئی ہے کہ مس ٹامسن کو بطور تحفہ کچھ دین۔ وہ
پیانے ہی نہیں سکتی۔ لیکن کچھ دینا ضرور ہے۔ انھوں
نے اس شفقت سے پڑھایا لکھایا۔ اسکا صلہ کسی حیلے سے
دینا ضرور ہے۔

نواب صاحب۔ مین بہت خوش ہوا جو تملوگون کا ایسا
خیال ہے۔ اسمین شک نہیں ہے کہ جس شفقت و مہربانی
سے انھوں نے تعلیم دی ہے کوئی دوسری عورت نہیں دیتی۔
ہمارے خیال میں بھی یہی تھا۔ دوستانہ ہی سہی کچھ دینا ضرور
بڑی بیگم۔ جڑاؤ کرے کیسے ہونگے؟

نواب صاحب۔ نہیں وہ لوگ یہ تو پینتین نہیں۔ کوئی ایسی
چیز دو جو انکے مصرف میں بھی آئے۔

بڑی بیگم۔ یہی تو میری بھی راے ہے۔ چھوٹی بیگم نے
کہا تھا کہ کرے بنوا کے دو۔

نواب صاحب۔ کیا تم دونوں الگ الگ دینا چاہتی ہو؟

بڑی بیگم۔ ہاں مناسب بھی یہی ہے۔

نوا اب صاحب۔ اچھا تو تم ایک گنٹھا گلے کا جڑاؤ بنوا کے دو اور چھوٹی بیگم مالہ مروارید۔ میں سمجھتا ہوں لاکھ سوا لاکھ مین دو نون تیار ہو جائیں گے۔

بڑی بیگم۔ اُف وہ اس قدر!

نوا اب صاحب۔ ہاں چاہئے تو یہی۔ اگر دینا منظور ہو تو اچھی طرح دو نہیں تو چپ چاپ بیٹھ رہو۔ اور کیا تم نے اسکو بہت سمجھا۔ میرے نزدیک تو اوں کے حق محنت و محبت کا یہ ایک چوتھائی بھی نہیں ہو سکتا۔

بڑی بیگم۔ خیر تو جو سمجھو بنوانے کو حکم دے دو۔ مس ٹامسن اسکا ذکر ابھی کروں؟۔

نوا اب صاحب۔ نہیں جلدی کیا پڑی ہے۔ جب چیرن تیار ہو جائیں گی تو کہنا۔



مس ٹامسن کی پیشین گوئی پری او تری

مس ٹامسن نے اس سال ڈرائنگ میں کوشش
بلینچ کی۔ چنانچہ جب سال قریب ختم کے پہونچا اور اگزیٹیشن
کی تاریخ معین ہو گئی تو مس ٹامسن نے دو تصویریں جو نہایت
عمدہ کھینچی ہوئی تھیں پسند کیں۔ اور خورشیدی سیکم
سے کہا کہ اسکو اگزیٹیشن میں بھیج دوں گی۔ مگر اسے قوی
ہے کہ اس سے عمدہ کوئی تصویر وہاں نہ نکلتے گی۔ خدا کرے
کہ تم بڈل پاؤ! تو میرا جی خوش ہو اور محنت ٹھکانے لگے۔
خورشیدی سیکم۔ اوستانی جی ہننے تو اپنی دانست میں کوئی
دقیقتہ اوٹھا نہیں رکھا ہے۔ جہاں تک ممکن تھا اس میں
کوشش کی اب آئندہ تقدیر جانے

مس ٹامسن۔ تمہاری محنت میں کیا شک ہے۔ درحقیقت
یہہ دونوں تصویریں لا جواب کھینچی ہیں۔ جب ہی تو ہماری بھی محنت
وہاں بھیجنے کی ہوتی ہے۔

مس ٹامسن نے نواب صاحب اور بڑی بیگم سے اپنا
 اظہارِ مطلب کیا۔ اور کہا کہ نواب صاحب آپ کو خود بھی تشریف
 لے چنا ہوگا۔

نواب صاحب۔ اب میں کہیں آنا جاتا نہیں۔ میں وہاں جا کے
 کیا کروں گا؟

مس ٹامسن۔ اس آگن بمیشن میں میں آپ کو
 ضرور لے چلوں گی۔ کوئی عذر نہ سنو گی۔ وہ وقت آپ کے لئے
 کیسی خوشی کا ہوگا۔ جو وقت خورشیدی بیگم کی تصویریں سب
 تصویروں سے اچھی نکلیں گی۔ اور تقسیم مڈل کے وقت
 ان کا نام پکارا جائیگا !

بڑی بیگم۔ اے ہے تو خورشیدی کا نام سارے مجمع
 میں پکارا جائیگا !۔ یہ تو بڑی سنائی۔

نواب صاحب۔ اس میں ہرج کیا ہے؟
 بڑی بیگم۔ ہرج کیا ہے کوئی لاشی تو مار بیٹھنے سے رہا۔ لیکن
 عورتوں کا نام باہر لینا معیوب ہے۔

نواب مختتم الدولہ۔ اور پھر یونین جو عورتوں کا نام پکارا جاتا ہے۔ دفتروں میں جو لکھا ہوا ہے وہ کیا ہے اور وہ کیوں نہیں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

بڑی بیگم۔ وہ تو ناچاری کی بات ہے۔

مس ٹامسن۔ نہیں بیگم صاحب نام لینے میں کوئی عیب نہیں۔ آخر آپ دیکھئے آپ لوگ پیغمبر زاد یون اور سیدانیوں کا کس طرح بر ملا نام لیتے ہیں۔ جتنی شہزادیاں سلطنت کر گئیں ہیں سبھوں کا نام لے گئے ہیں۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں۔ اگر ایسا ہی خیال آپ کو ہے تو یہ تصویریں بھجنا فضول۔ میں تو چاہتی تھی کہ جو کچھ انھوں نے ہنر سلیقہ سیکھا ہے وہ پوشیدہ نہ رہے۔ ہر کوئی اسکو جانے کہ ہندوستان میں بھی ایسے کمال کی لڑکیاں ہیں۔ جو سنے آپ کی صاحبزادی کی تعریف کرے۔ اخباروں میں اسکا ذکر چھپے۔ اسکا نام روشن ہو۔

نواب مختتم الدولہ۔ نہیں صاحب ان لوگوں کی بات کیا۔ عقل و تمیز تو کچھ ہے نہیں۔ اعتراض کرنے کو حاتم۔ آپ شوق سے

وہ تصور بھیج دیجئے۔ وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی پہنچا ہوں۔
 بڑی سبک۔ بس ایک تم ہی تو عقلمند ہو۔ اپنے نزدیک
 کسی کو سمجھتے ہی نہیں۔ اگر فضول باتیں نہ ہوتیں تو چوب کیون
 رہتی پھر اعتراض نہ کر بیٹھتی؟

اگر بیش کا کھلنا اور خوشیدی سبک کوسلہ حسن نقاشی ملنا

مس ٹامسن اور نواب محترم الدولہ دونوں انگریز بیش
 کے روز ایک ہی گاڑی میں روانہ ہوئے اور انگریز بیشن گھر
 میں پہنچے۔ گو یہ لوگ کچھ سویرے گئے تھے۔ لیکن اسپر بھی
 گاڑیوں۔ بگھیوں۔ دو کڑیوں۔ چو کڑیوں کی انتہا نہ تھی۔ لوگ
 ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ یہ سب اندر مکان
 کے پہنچے اور ادھر ادھر نقشے اور تصویریں دیکھنے لگے۔
 مس ٹامسن نے کہا کہ نواب صاحب اُس جگہ دیکھئے کہ قدر
 جمع ہے۔ کوئی بہت عمدہ تصویر ہے جو اس قدر لوگ ٹوٹے

پڑتے ہیں۔ مجکو ایک طہر چکی دھڑکی ہوگئی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ
یہ تصویر خورشیدی بیگم کی تصویر سے اچھی نکلے!۔
نوا بصاحب۔ ہاں مجمع سے تو لوگوں کے یہی
معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت نفیس و پاکیزہ نقشہ ہے۔ لیکن
یہ کیسے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے کا نقشہ ہے؟ شاید خورشیدی
ہی کا ہو۔

مس ٹامسن۔ خدا بھی کرے۔ آپ کے اس کہنے سے
مجکو ایک طرح کی ڈھارس ہوگئی۔ چلے ہلوگ بھی اپنی آنکھوں
سے دیکھ لیں۔ اگر وہ خورشیدی بیگم کا نقشہ ہے تو پالا
ہمارے ہاتھ ہے۔

نوا بصاحب اور مس ٹامسن اوسط فرسٹے۔ بہزار
خرابی اوسط فرسٹ پہونچے۔ لیکن بھیڑ اس قدر تھی کہ کوئی کیک
خیال کرتا تھا۔ سب اس نقشے کے دیکھنے کے مشتاق
تھے۔ مس ٹامسن کا سن گوساٹھ برس کا تھا۔ لیکن آنکھیں
انکی مثل باز شکاری کے تھیں۔ ان سے دو چار آدمیوں کے

آگے ایک صاحب مع میم کھڑے تھے۔ اور ایک تصویر ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ اوس کو بغور دیکھ رہے تھے۔ مس ٹامسن نے دور ہی سے اوس تصویر کو دیکھا اور پہچانا۔ مارے خوشی نے انکی آنکھوں میں آنسو اتر آئے اور ایک اندھیرا سا انکی آنکھوں میں چھا گیا۔ اگر نواب محترم الدولہ ہاتھ نہ پکڑ لیتے تو شاید یہ گری پڑتیں۔

نواب صاحب۔ خیریت تو ہے؟

مس ٹامسن۔ آپ ہنیں جانتے ہیں اس وقت میرے دل کیا حال ہے۔ چلے باہر چلے یہاں بڑی گرمی ہے۔
نواب صاحب سمجھے کہ وہ نقشہ شاید کسی دوسرے کا ہے اس واسطے انکی یہ حالت ہو گئی۔

نواب صاحب۔ تو بہ جانے دیجئے۔ اگر وہ نقشہ دوسرے کا ہے تو اس سے ضرور ہنیں کہ مدل بھی اوسی کے کھینچنے والے کو ملے۔ شاید اور تصویریں اچھی نگینیں
مس ٹامسن۔ (حیرت سے) یہ کس نے آپ سے کہا کہ

وہ نقشہ دوسرے کا ہے؟۔ یہ حالت میری خوشی سے
 ہوئی ہے مجھ کو خوف تھا کہ وہ نقشہ کسی دوسرے کا نہ ہو لیکن
 جب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو مجھ کو وہ مسرت
 ہوئی کہ اپنی زندگی بھر میں ایسی کم ہوئی ہوگی۔ نواب صاحب
 آپ کو مبارک ہو۔ اگر مڈل آپ کی صاحبزادی کو نہ ملے تو
 میں اپنا منہ آپ کو نہ دکھاؤں۔ سب لوگ یہی کہتے ہیں
 کہ اس نقشے سے بڑھ کے کوئی نقشہ نہیں۔

نواب صاحب کو نہایت مسرت ہوئی اور چہرہ مار
 خوشی کے سرخ ہو گیا۔ انکو دو امر کی خوشی ہوئی۔ ایک تو
 یہ کہ انکی لڑکی مڈل پائیگی۔ دوسرے میں ٹامسن
 کی محبت دیکھ کے۔ انھوں نے اپنے دل میں سوچا
 کہ جیسی میں ٹامسن کو خوشیدی سے محبت ہو شاید اسکی
 مان کو بھی نہ ہو۔ پھر ایسے شخص کے واسطے اگر لاکھ ڈھیر لاکھ
 کا بھی تحفہ دیا جائے تو کم ہے۔

نواب صاحب نے پھر ٹامسن کا شکریہ ادا کیا اور

بہت دیر تک گفتگو ان دونوں میں رہی کہ یکایک بیگل اور باسجے کی آواز آئی۔ سب لوگوں کا رخ دروازے کی طرف تھا۔ نواب مختتم الدولہ اور مس ٹامسن دروازے ہی کے پاس کھڑے تھے کہ یکایک نواب گورنر جنرل بہادر مع ایڈیٹنگانگ و صاحبان عالیشان نمودار ہوئے۔ نواب صاحب نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے نہایت تپاک سے ان سے اور مس ٹامسن سے ہاتھ ملایا اور خیر و عافیت پوچھی۔ پوچھا کہ آپلوگ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟

نواب صاحب۔ چونکہ بھیڑ بہت ہے اسلئے یہیں ٹھہر گئے۔
نواب گورنر جنرل۔ چلتے ہمارے ساتھ چلتے۔

غرض کہ سب لوگ ساتھ ساتھ چلے۔ ہر تصویر اور نقشے کو بغور دیکھتے گئے۔ جب خوشیدی بیگم کے نقشے کے پاس پہنچے تو نواب گورنر جنرل بہادر ٹھہر گئے اور غور سے دیکھنے لگے۔ اسوقت مس ٹامسن کا عجیب طرح کا حال تھا۔ تمام بدن

انکا تھر تھر کانپ رہا تھا اور نواب گورنر جنرل کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

نواب گورنر جنرل - کیا عمدہ نقشہ ہے! (مس ٹامسن سے) آپ تو یہ فن خوب جانتی ہیں۔ دیکھئے تو یہی نقشہ کیسا گھنچا ہے۔ اور آیا یہ عمدہ ترین نقشہ ایگزہبیشن میں ہو؟ مس ٹامسن کا گلیمر بلیوں اور چھل پڑا بسکن نہایت استغلا سے کہا کہ اس کے عمدہ ہونے میں کسکو شک ہو سکتا ہے لیکن آگن بیٹیشن میں یہ سب عمدہ ہے یا نہیں اس میں رائے دینا میں مناسب نہیں سمجھتی۔

نواب گورنر جنرل - کیوں؟ اسے دینے میں کیا ہرج ہو؟ مس ٹامسن - یہ میری ایک خاص شاگرد کا گھنچا ہوا نقشہ ہے۔ اگر میں کہتی ہوں کہ یہ سب سے عمدہ گھنچا ہوا ہے تو لوگ یہی کہیں گے کہ اپنے شاگرد کا پاس کیا۔

نواب گورنر جنرل - ہاں اور۔ میں بہت خوش ہوں کہ آپ کی شاگرد کے ہاتھ کا ہے۔ میری دانست میں اس سے

بڑھ کے کوئی نقشہ یہاں نہیں۔ خیر مسٹر جوش کہاں ہیں؟
یہ شخص بڑا مصور تھا اور اس فن میں کامل۔ مسٹر
جوش آئے۔

نواب گورنر جنرل بہادر۔ آپ نے تو سب نقشے
دیکھے ہیں۔ ان میں سب سے عمدہ نقشہ کونسا ہے؟

مسٹر جوش۔ اس سے بڑھ کر کوئی نقشہ یہاں نہیں میں
نہایت تعریف کرتا ہوں اس شخص کی جس نے یہ نقشہ
کھینچا ہے۔ اور یہ صرف میری رائے نہیں۔ بلکہ جتنے لوگ
یہاں اگزمیشن میں ہیں سب نے اسی نقشہ کی تعریف کی ہے
مس ٹامسن یہ سب سن رہی تھیں۔ چہرہ ماری خوشی
کے سرخ ہو گیا تھا۔ نواب مختتم الدولہ کا ہاتھ زور سے دیا یا
اور آہستہ سے کہا مبارک ہو!

نواب گورنر جنرل بہادر۔ (مس ٹامسن سے)۔ میں
سمجھتا ہوں کہ آپ ہی کی شاگرد کو مدٹل ملیگا۔ وہ کون
خوش قسمت شخص ہے؟ یہاں ہے؟

مس ٹامسن - نواب محترم الدولہ کی صاحبزادی نے
یہ تصویر کھینچی ہے۔ نام اونکا خورشیدی بیگم ہے۔ وہ یہاں
بہنیں آسکتیں۔ اگر اگر مج کو یا نواب صاحب کو مدلل
عنایت ہو تو اس لڑکی تک پہنچ جائیگا۔

مس ٹامسن نے سب حال اپنے جانے اور تسلیم
دینے کا بیان کیا تو نواب گورنر جنرل بہت خوش ہوئے۔

نواب گورنر جنرل بہادر۔ نواب صاحب میں آپ سے
بہت راضی اور خوش ہوا۔ خدا آپ کا پر تو آپ کی قوم پر
میں آپ کو دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کی صاحبزادی
نے وہ کمال پیدا کیا کہ دو ہزار لوگوں کے بچے سے مدلل
برزور علم و ہنر چھین لیا۔ میں اس بارے میں ایک لکچر دوں گا
تاکہ سب لوگ اسکو جان لیں کہ آپ کی صاحبزادی نے یہ سہیل
یہ کہہ کے نواب گورنر جنرل بہادر دوسرے کمرے

میں تشریف لائے جہاں کرسیاں بھی ہوئی تھیں۔ اور
سامنے اس کے ایک کاٹھ کا چو ترہ بنا ہوا تھا۔ جس پر

سرخ بانات کا فرش بچھا تھا۔ نواب گورنر جنرل بہادر اور صاحبان کمیٹی اوس چوترے پر رونق افروز ہوئے۔ اور جو لوگ ایگن بدیشن دیکھنے آئے تھے سب نیچے کو سیون بیٹھے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کھڑے ہوئے اور نہایت شستہ انگریزی میں کہا۔ جسکا ترجمہ یہ ہے۔

لِیڈِیْز اِیْنڈ جَنْتِلِیْمِیْن !۔

میں نہایت خوشی سے اس بات کو کہتا ہوں کہ نقشہ جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس ایگن بدیشن میں عمدہ ترین نقشہ ہے۔ بلکہ کم ایسے دیکھنے میں آتے ہیں۔ (تالیان)

میں بہت خوش ہوا اس امر سے کہ آپ لوگ میری را سے اتفاق کرتے ہیں اور اس نقشے کو اور نقشوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ محکوز یادہ خوشی اس بات کی ہے کہ یہ نقشہ ایک ہندوستانی لڑکی کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ (سنو سنو) اس لڑکی کا سن صرف پندرہ یا سولہ برس کا ہے لیکن اس کسنی میں اسنے

وہ کمالات کر دکھائے کہ تمام اطرافِ جوانب سے ہر قوم ہر ملت کے لوگوں نے ہزاروں نقشے بھیجے۔ لیکن کسی کا نقشہ اس نقشے کے برابر نہ نکلا۔ اس لڑکی نے اسی کم سنی میں وہ بات کر دکھائی کہ جس سے ہلوگ محض ناواقف تھے۔ اس لڑکی نے یہ بات ثابت کر دی کہ ہندوستان کی لڑکیاں بھی عقل و دانش میں انگلستان کی لڑکیوں سے کی طرح کم نہیں ہیں۔ (خوشی)

اگر ایسی ہی تعلیم جیسی اس لڑکی کی ہوئی ہے ہندوستان کی کل لڑکیوں کی ہو تو پھر کوئی ان لوگوں پر سنس نہ سکے اور خطاب جاہل اور آن پڑھ اور بد عقل کا ندے۔ مجھ کو نہایت افسوس اس بات کا ہے کہ ہندوستان کے لوگ اس امر کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ اور اپنی لڑکیوں کو تعلیم نہیں دیتے۔ محض جاہل اور آن پڑھ رکھتے ہیں۔ یہ لڑکی جس نے آج یہاں اپنا نام یون روشن کیا محض جاہل گمنام رہتی۔ اگر ہمارے لائق اور مغرزدوست نواب محترم الدولہ بہادر سی۔ اے۔ آئی۔ اس رشتہ تعصب کو نہ توڑتے اور اپنی بیٹی کی تعلیم اس عنوان پر نہ

سے نہ کرتے۔ خدا کرے کہ ہر باپ کی ایسی ہی لڑکی ہو اور ہر لڑکی کو
ایسا ہی باپ ملے (واہ واہ)

میں مس ٹامسن کی بڑی تعریف کرتا ہوں کہ انھوں نے اس
محنت۔ محبت اور شفقت سے اس لڑکی کو علم و ہنر سکھایا جسکا
نتیجہ ہم سب پر ظاہر ہوا۔ اب میں اس تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ اور
افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ موافق رسم ہندوستان کے
وہ لڑکی یہاں آنہیں سکتی۔ نہیں تو میں خود اپنے ہاتھ سے
یہہ مڈل اوکے زیب گلو کرتا۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ نواب
محترم الدولہ بہادر سی ایس ایم اور مس ٹامسن
یہ مڈل اوکے لڑکی کو پہنا دینگے۔ اور میری طرف سے
بہت بہت مبارکباد دینگے۔ (تالیان اور واہ واہ)
کی صدا

جلسہ درخواست ہوا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے
بڑے تپاک سے نواب صاحب سے ہاتھ ملایا اور کہا
کہ میں بہت خوش ہوا آپ یہہ مڈل جا کے دیدیجئے۔ اور

ہمیشہ کوشش و پیروی میں رہے کہ آپ کی قوم پر
آپ کا پر تو پڑے۔

نواب محترم الدولہ نے نہایت جھک کے سلام
کیا۔ وائیسراے بہادر چوگرٹی پر سوار ہو تشریف لے گئے۔

نواب آسمان جاہ کا ذکر خیر

اب لوگ ہیں کہ نواب محترم الدولہ اور مس ٹامسن پر
ٹوٹے پڑتے ہیں۔ جن جن سے ملاقات تھی وہ تو مبارکباد
دے رہے ہیں۔ اور جو اجنبی ہیں وہ ارد گرد جمع ہیں۔
نواب صاحب کمشنر صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مٹل مسن
ٹل لئے ہوئے الگ کھڑی تھیں کہ ایک جوان نوزدہ
سالہ جبکی صورت سے دبیرہ و حشمت معلوم ہوتی تھی
مس ٹامسن کے قریب پہنچا۔ ۵ بالائے سرش
زہو شمندی ۛ می تافت ستارہ بلند ۛ ۛ ۛ
مس ٹامسن نے پھر کے اوس جوان رعنا کی طرف

دیکھا اور نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا۔

مس ٹامسن۔ این نواب آسمان جاہ بہا در آپ
اتنے دنوں سے کہاں تھے؟۔ بالکل بھول گئے؟۔

نواب آسمان جاہ۔ بجا اولٹی شکایت! آج
کل آپ دوسری ہی دُھن میں ہیں۔ اب تو آپ کے ایسے
ایسے شاگرد ہیں کہ ٹڈل و متغے پاتے ہیں۔ مجھ غریب کو
کرن پوچھتا ہے؟۔ میں کیا برابری کروں؟۔

مس ٹامسن۔ (ہنسنے) میں نہیں جانتی تھی کہ آپ حاسد
بھی ہیں۔ یہ آج کھلا۔

نواب آسمان جاہ۔ جب آپ نے غنایت میری
طرف سے پھیر لیجئے۔ اور ایک نئی جگہ شفقت و مہربانی
فرمائیے تو فرمائیے مجھے کیونکر شک نہ ہو؟ مجھ کو آپ

لڑکپن سے جانتی ہیں۔ اور برابر آپ شفقت و مہربانی
فرمایا کین۔ لیکن ادھر ایک آدمی برس سے وہ باتیں
ہی نہیں رہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ میرا یہی جی چاہتا ہے

کہ جس نے میری طرف سے آپ کے دلوں کو پھیر دیا، اس کو...
 مس ظالم سن۔ اے واہ عورتوں کی طرح کو سننے لگے!
 نہیں میں آپ سے سچ کہتی ہوں کہ مج کو رتی بھر بھی محبت آپ سے
 کم نہیں ہوئی ہے۔ میں آپ کو وہی سمجھتی ہوں۔ لیکن بات
 اصل یہ ہے کہ آپ کٹھڑے مرد۔ پڑھے لکھے ہوشیار۔ اور وہ
 بیچارہ عورت بے بس ناخبر بہ کار۔ دوسرے یہ کہ نواب
 محتشم الدولہ بہادر سے بہت زلمے کی دوستی تھی۔ انھوں
 نے بہت اصرار سے مج کو اپنی لڑکی کی تعلیم کے واسطے کہا تھا۔
 چونکہ میں نے خود اس لڑکی کو بلا کی ذہین اور عفت مند پایا اسلئے
 مج کو نہایت ترس آیا کہ ایسی عورت جو ہر علم و ہنر سے عاری نہ
 میں نے بڑی محنت کی اور جہاں تک میرے امکان میں تھا
 میں نے کوئی دقیقہ تعلیم کا اٹھانہ رکھا۔ اور چونکہ خداوند کریم نے
 بلا کا ذہن و حافظہ عنایت فرمایا ہے تین برس کے اندر اس قدر
 سیکھ لیا کہ میں خود حیران ہوں۔ آج تک میں نے اس طرح کی
 لڑکی دیکھی نہ تھی۔ جس وقت میں پہلے گئی تھی بالکل جاہل و کامل تھی

سوئی تک نہ چھوٹی تھی برابر گویاں کھیل کرتی۔ لیکن اسی دو تین سال کے اندر اتنی استعداد بہم پہنچائی ہے کہ اب فارسی اُردو کی کتابیں اچھی طرح سے پڑھ لیتی ہیں۔ خط و طآپ سے لکھ سکتی ہیں۔ سوادِ خط ایسا اچھا ہے کہ۔ آپ سے اچھا نہیں تو آپ کے برابر تو ضرور ہوگا۔ کھانا عمدہ سے عمدہ پکا لیتی ہیں۔ کپڑے ہر طرح کے سیکتی ہیں۔ اور ڈسرا انگ کا حال تو اسی مڈل کے پانے سے ظاہر ہے۔

اسبابِ تہذیب و ترقی۔

نواب آسمانِ جاہ۔ ان وہ نقشہ میں نے بھی دیکھا تھا اس میں شک نہیں کہ لاجواب کھینچا ہے اور جب قدر آپ نے تعریف کی اگر سچ ہے تو وہ عورت قابلِ زیارت ہے۔ اون کی شادی کسین ہوئی ہے؟

میس ٹامسن۔ (ہنسکے) اس سوال سے مطلب؟ پرانی بہو بیٹیوں کا حال پوچھنا درست نہیں۔

نواب آسمانِ جاہ۔ اب ہم ایسے گئے گزرے ہوئے؟
خیر!

مس ٹامسن۔ آپ کل گیارہ بجے میرے یہاں آئیے۔ اس وقت سب حال کھردنگی۔ دیکھئے نواب محترم الدولہ میرے انتظار میں کھڑے ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ بہتہ تو میری بھی اون سے ملاقات کرا دیجئے!

مس ٹامسن۔ کیا آپ نواب محترم الدولہ کو نہیں جانتے؟ نواب آسمان جاہ۔ نام سے تو خوب واقف ہوں۔ ہر شخص ان کے نام سے آگاہ ہے۔ لیکن نجکو پڑھنے لکھنے سے کب فرصت رہتی ہے جو لوگوں کی ملاقات کو آیا جایا کروں۔ اور ایک بات اور بھی ہے۔ جس سے ان کے یہاں سے آمد و رفت ترک ہے۔

نواب محترم الدولہ کی بی بی بی بی کنواری تھیں تو ان کے حسن کا شہرہ سننے کے نواب محترم الدولہ اور والد مرحوم نے دونوں ہی کو دیکھ دیا ہوئے تھے۔ لیکن نواب محترم الدولہ کی قسمت تیر تھی انھیں بے ملاقات ہو گئی۔ اس وقت سے والد مرحوم نے ان کے یہاں کا آنا جانا ترک کر دیا۔ نواب محترم الدولہ تو کئی مرتبہ آئے بھی تھے۔ لیکن والد مرحوم

برابر رنج رہے۔ اور تادم زمیست اون کے یہاں نہ گئے۔ بعد اون کے انتقال کے مین بھی اسی خیال سے کہ شاید نواب محترم الدولہ کو مجھ کو اپنے یہاں چڑھنے ندین کبھی آیا گیا نہین۔

مس ٹامسن۔ یہ تو مین جانتی ہی نہ تھی! آخر کچھ مضاہقہ ہنیں۔ آپ نواب محترم الدولہ سے ملاقات کیجئے وہ ایسے شخص نہین کہ آپ سے بلے اعتنائی یا بدخلقی سے پیش آئیں۔ ملاقات ہوگی تو آپ خود اونکی تعریف کیجے گا۔

نواب آسمان جاہ اور نواب محترم الدولہ کی پہلی ملاقات

مس ٹامسن اور نواب آسمان جاہ دونوں نواب محترم الدولہ جہان کھڑے تھے اوسط ف چلے۔ نواب صاحب نے دور سے دیکھا کہ مس ٹامسن کے ساتھ ایک جوان بلند بالا نہایت حسین و خوش رو جسکی صورت سے شجاعت و بابت نمودار جسکے چہرے سے فرشاہی اسکا رخسار مان چلا آتا ہے۔ نواب صاحب

نے اپنے دل میں کہا کہ اس حسنِ خوبی کا کوئی ہندوستانی
 شخص نظر سے نہیں گذرا۔ انھوں نے چاہا کہ خود لپکین اور
 سارا حال دریافت کریں۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ لوگ ادھر
 ہی کو چلے آتے ہیں تو ٹھہر گئے۔ اور سمجھے کہ ہماری ملاقات کو آتے
 ہیں۔ ولیمین بہت خوش ہوئے۔ مگر ظاہر اُس نے دوسری طرف
 پھیر لیا۔ مس ٹامسن نواب صاحب کے قریب پہنچیں اور کہا کہ
 نواب صاحب میں اپنے ایک پرانے شاگرد کو آپ سے ملاقات
 کے واسطے لائی ہوں۔ اسنے ملے۔

نواب صاحب بے گلیہ ہوئے۔ فراج شریف پوچھا اور
 غور سے انکی طرف دیکھنے لگے۔ مس ٹامسن کی جہانگ زبان
 نے یاری دی انکی توصیف و مدح بیان کی۔ نواب
 محتشم الدولہ بہت خوش ہوئے۔

نواب صاحب۔ خدا کرے آپ کی طرح یہاں کے لوگ
 اپنی اوقات اسی طرح سے صرف کریں اور پڑھنے لکھنے
 کی طرف رجوع کریں۔ میں آپ کے اوصافِ حسن کے

بہت خوش ہوا۔ آپ کا اسم شریف؟
 نواب آسمان جاہ۔ خیف کو آسمان جاہ کہتے ہیں۔
 نواب صاحب (گھبرا کر) کیا فرمایا آسمان جاہ؟ آپ کے
 والد ماجد کا اسم شریف؟

نواب آسمان جاہ۔ والد مرحوم کا نام مرزا سلیمان قدر تھا۔
 نواب صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کچھ دیر تک غور
 کرتے رہے (تھوڑی دیر کے بعد) آپ معاف کیجئے گا
 آپ کے والد بزرگوار سے اور مجھ سے کسی زمانے میں بڑی
 دوستی تھی لیکن آخر میں آپ کے مجھ سے بلا مقصور (نواب صاحب)
 کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا) وہ رنج ہو گئے تھے اور
 مازیت نہ مجھ سے ملاقات کی اور نہ میرے یہاں آئے۔
 نواب آسمان جاہ حضور ہاں مجھ کو سب معلوم ہے۔
 نواب صاحب (خوشی سے) اور اسپر بھی آپ میری ملاقات
 کو آئے؟

نواب آسمان جاہ۔ کیون نہیں؟ آپ میرے بزرگ والد مرحوم

کے سن کے ہیں۔ اگر آپ لوگوں میں رغبت کسی سبب سے
 ہوئی تھی تو مجھ کو کیا؟۔ میں تو آپ کے فرزند کے برابر ہوں
 میں حضور کا نام بہت دنوں سے سنتا تھا۔ اور بڑا اشتیاق
 ملازمت تھا۔ لیکن خیر قسمت ابھی تھی جو آج زیارت
 نصیب ہو گئی۔

نواب صاحب مارے خوشی کے پھر بغلگیر ہوئے۔
 اور فرمایا کہ مجھ کو آپ اپنا سچا دوست سمجھئے گا۔ مجھ کو آپ کی
 یہ صاف دلی نہایت بھائی۔ (مسٹا سن سے) آپ نے
 جس قدر ان کی توصیف کی تھی وہ سب اسی ایک بات سے
 کھل گئی۔ اس طبیعت کا آدمی کم ہوتا ہے۔ اچھی تربیت و تعلیم کا
 یہی نتیجہ ہے۔

نواب صاحب نے بہت دیر تک گفتگو کی اور پوچھا کہ آپ
 لکھنؤ سے کب تشریف لائے اور کہاں فرودکش ہیں۔؟
 نواب آسمان جاہ۔ چورنگی میں۔ بعد انتقال الدم حرم میں
 اسی شہر میں چلا آیا اور یہیں رہنے لگا۔ چونکہ یہاں تعلیم

پوری طرح سے ہوتی ہے اسلئے میں یہاں چلا آیا۔ اس سال
 بی اے اور ایم۔ اے کا امتحان ایک ہی ساتھ
 دیا ہے۔

نواب محترم الدولہ۔ خدا کرے کہ آپ کامیاب ہوں!
 دونوں امتحان دینا کچھ آسان نہیں ہے۔ ایم اے کا امتحان
 کس چیز میں دیا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ علم ادب میں۔
 نواب محترم الدولہ۔ سبحان اللہ! خدا آپ کو فائز المرام کرے!
 بہت سخت امتحان آپ نے دیا ہے۔

مس ٹامسن۔ نواب صاحب! میں آپ سے کیا کہوں۔
 جس وقت یہ مجھ سے لیٹن (زبان لاطینی) و گریک۔
 (زبان یونانی) پڑھنے آتے تھے میں خود حیران ہو گئی تھی کہ کیا
 ذہن انکو خداوند کریم نے عطا فرمایا ہے اتنا جلد انھوں نے
 سیکھ لیا کہ میں بدقت انکو پڑھایا کرتی تھی۔ اور اب تو مجھ سے
 بھی زیادہ جانتے ہونگے۔

نواب محترم الدولہ - آپ کا سن کیا ہے؟

نواب آسمان جاہ - اونیس برس۔

نواب محترم الدولہ - اللہ اللہ! اس کم سنی میں یہ کمال

اور زیادہ تعریف میں اس بات کی کرتا ہوں کہ باوجود اس قدر

ثروت و حشمت کے اس قدر علم و ہنر آپ نے سیکھا۔ آجکل

کے زمانے میں جس کی کو دو چار پیسے ہو گئے پھر وہ پڑھنے

لکھنے کی طرف رخ بھی نہیں کرتا۔ لیکن آپ یہ فوجی کپڑا کیوں

پہنتے ہو۔ سہے ہیں؟

نواب آسمان جاہ - (ہنسکے) میں افسرِ دیوالی و الہی

بھی ہوں۔ اور چونکہ مجھ کو یہ فوجی لباس بہت اچھا معلوم

ہوتا ہے اسلئے اکثر پہنا کرتا ہوں۔

مس ٹامسن - لیکن کچھ سوئے چاندی سے زیادہ شوق

ہے۔ فوجی لوگ تو اس طرح کا کوٹ نہیں پہنتے ہیں۔

نواب آسمان جاہ - (ہنسکے) کچھ ایجاد خاص بھی ہے۔

نواب محترم الدولہ - اب میں رخصت ہوتا ہوں اور امید

کرتا ہوں کہ آپ سے برابر ملاقات ہوا کر لگی۔

نواب آسمان جاہ۔ انشا اللہ صبرور۔

مس ٹامسن اور نواب صاحب انے رخصت ہو گاڑی

میں بیٹھ روانہ ہوئے۔ نواب صاحب نے اپنے جی میں خیال

کیا کہ کیا اچھا ہو اگر اس جوان سے خوشیدی کا بیاہ ٹھہر جائے۔

مس ٹامسن بھی اپنے دلمین یہی سوچ رہی تھیں اور چونکہ

دونوں کی افتاد طبیعت اور مزاج سے خوب واقف تھیں

انکو یقین ہوا کہ ایسا جوڑا ملنا محال ہے۔

گاڑی کھر کھراتی چلی جاتی تھی اور دونوں اس بات کو

اپنے دلمین سوچ رہے تھے۔ لیکن کوئی ایک دوسرے سے

کہتا نہ تھا کہ یکا یک نواب صاحب نے مس ٹامسن کو اور مس

ٹامسن نے نواب صاحب کو دیکھا اور سکرائے۔

نواب صاحب۔ آپ مسکرائیں کیون؟

مس ٹامسن۔ آپ کیون سکرائے؟

نواب صاحب۔ پہلے آپ کہہ لیجئے تو میں کہوں گا۔

مس ٹامسن۔ نہیں آپ ہی سے شروع ہو۔

نواب صاحب۔ مجھ کو اس وقت ایک بات کا خیال آگیا۔

مس ٹامسن۔ وہ کیا؟

نواب صاحب۔ میں خیال کر رہا تھا کہ اگر اس لڑکے کو خورشیدی

کامیاب ہو تو کیا اچھا ہو

مس ٹامسن۔ (مسکراتے ہوئے) میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ نواب صاحب!

آپ تو ذری سی ملاقات پر مجھ ہو گئے۔ جب زیادہ اُسے آمدورفت

و ملاقات ہو کر گئی تو آپ انکی ایک ایک بات کی تعریف

کیجئے گا۔ اُسے بڑھ کے خورشیدی بیگم کا دولہا بنا محال ہے۔

دونوں حسین۔ دونوں طرہ دار۔ دونوں خوش خلق۔ دونوں

خوش اطوار۔ دونوں پڑھے لکھے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ حدائے

انکو انکے لئے اور انکو انکے واسطے پیدا کیا ہے۔

ابھی یہ بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ گاڑی داخل

مکان ہوئی۔ نواب صاحب نے کہا کہ انشا اللہ دوسرے وقت

اس بات کو سوچوں گا۔ اس وقت تو انکو گونکو یہ ہر ذرہ سناؤں

خورشیدی ضرور ہسلوگون کا انتظار کر رہی ہوگی۔

نواب صاحب نے سچ کہا تھا خورشیدی بیگم گاڑی کی آواز پر کان لگائے بیٹھی تھیں۔ جیون ہی گاڑی کی آواز سنی کہ مشتری بیگم کے گلے سے لپٹ گئیں۔

مشتری بیگم۔ آئن کیا ہے کیا ہے کیا ہے؟

خورشیدی بیگم۔ بہن دیکھو کیسا کلیجہ دھڑک رہا ہے یہنیں معلوم مڈل کسکا ملا ہے

مشتری بیگم۔ چلو نیچے چلین ابھی تو معلوم ہو جائیگا۔

یہ لوگ نیچے اوتری تھیں کہ نواب صاحب اور مس ٹامسن

محلہ میں داخل ہوئے مس ٹامسن نے دور ہی سے

مڈل دکھایا اور خورشیدی بیگم کی طرف لپکین مس ٹامسن نے

مڈل انکے گلے میں پہنا دیا اور گلے لگالیا۔ خورشیدی بیگم

کا منہ خوشی سے چہرہ گل اناں ہو گیا۔ نواب صاحب نہایت

محبت سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ تمام گھر میں خوشی کی

دھوم مچ گئی۔

مس ٹامسن - (بڑی بیگم صاحب سے) کیون بیگم صاحب! میری پیشین گوئی ٹھیک نکلی نا؟

بڑی بیگم صاحب - (ہنسنے) ایسی ویسی۔ اللہ جانتا ہو یہی جی چاہتا ہے کہ آپ کا قدم چوم لون۔ کس کس احسان کس کس شفقت کا آپ کے شکریہ ادا کروں۔

مس ٹامسن - بیگم صاحب! مجھ کو رنج پہنچتا ہو۔ خدا گواہ ہے کہ اگر پھر لفظ احسان یا شکریہ کا زبان پر لائیں تو میں چلی جاؤنگی۔ مجھ کو ان دونوں لڑکیوں سے محبت دلی ہو گئی ہے آپ لوگوں سے بڑھ کے نہیں تو برابر ضرور ہوگی۔ پھر اگر میں نے کوئی بات ان کے نفع کے لئے کی تو اس میں احسان یا شکریہ کا کون موقع ہے۔

خورشیدی بیگم - اوس تانی جی کچھ حال انگریزیشن (نمایش) کا تو بیان کیجئے۔

مس ٹامسن نے سارا قصہ دہرایا۔ سب لوگوں نے فرط خوشی سے ہاری ہاری سے خورشیدی بیگم کو گلے لگایا۔

دوسرے دن قبل اسکے کہ مس ٹامسن آئین نوا بصاحب
 نے ایک نہایت بیش بہا ہیرے کا کنٹھہ اور ایک مالہ مڑاڑ
 جس کا ایک ایک موتی ہزار ہزار روپے کا تھا۔ بڑی بیگم
 اور چھوٹی بیگم کے سامنے لا رکھا۔ اور کہا کہ لو یہ دونوں چیزیں
 تیار ہو چکیں۔ جسکو جو پسند ہو وہ اپنی اپنی طرف سے مس
 ٹامسن کو دے۔ دونوں کی قیمت برابر ہے۔ پچاس ہزار کا
 کنٹھہ ہے اور اوسے انداز کا مالہ۔

بڑی بیگم و چھوٹی بیگم و خورشیدی بیگم و مشتری بیگم
 سب پھڑک اٹھیں اور سبھوں نے نیکزبان ہو کے کہا کہ
 ایسی تحفہ چیزیں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

بڑی بیگم۔ مگر اوستانی جی ناخوش نہ ہو جائیں۔
 خورشیدی بیگم۔ نہیں اما جان! ناخوش نہیں ہونگی۔
 ضرور دیجئے۔

چھوٹی بیگم۔ میں بتاؤں۔ اونسے پہلے اقرار کرالو۔
 تب ان چیزوں کا نام لو۔

نوا بصاحب - ہاں یہ سب سے اچھی بات ہوگی۔
 ان لوگوں میں یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ مس ٹامسن
 یہو تچین -

مس ٹامسن - (نوا بصاحب سے) یہ آپ خلاف دستور
 آج کیون آکے بیٹھے ہیں؟

نوا بصاحب - یوں ہی باتوں میں بھنس گیا۔
 چھوٹی بیگم - اوستانی جی! میں ایک بات آپ سے
 کہنا چاہتی ہوں۔ لیکن پہلے اقرار کیجئے کہ منظور کریں گے۔
 مس ٹامسن - (حیرت سے) یا الہی وہ کیا بات ہے۔!
 آپ کہتے بھی تو۔

بڑی بیگم - نہیں پہلے قول ہارئے کہ ماننے گا۔ ایسا
 نہیں کہ ہسلوگ اپنا اظہار مطلب کریں اور آپ نہ مانیں۔
 مس ٹامسن - کیا بات ہے؟ خورشیدی بیگم تم کہو۔
 خورشیدی بیگم - (ہنسکے) اوستانی جی! میں کچھ
 نہیں جانتی۔

مس ٹامسن - مشتری بیگم تم۔

مشتری بیگم - میں بھی نہیں جانتی۔

مس ٹامسن - نواب صاحب! آپ سب جانتے ہیں آپ

کا چہرہ خود ہی کہہ دیتا ہے۔ لیکن آپ کہنے والے کب ہیں۔

یہ کیا ہے؟ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بیگم صاحب آپ فرمائیں۔

چھوٹی بیگم - اوسی شرط پر۔

مس ٹامسن - آپ لوگوں کے فرمانے سے میں الگ

ٹھوڑی ہی ہوں۔

بڑی بیگم - کم نہیں تین مرتبہ قبولو الو۔ ایسا نہیں کہ پھر

مگر جائیں۔

جیون جیون مس ٹامسن کو حیرت ہوتی جاتی تھی۔ یہ

لوگ اصرار کرتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ مس ٹامسن نے مجبور ہو کر

کہا کہ لیجئے منظور ہے منظور ہے منظور۔ میں حیران ہوں کہ آخر

وہ بات کیا ہے۔

بڑی بیگم نے ہیرے کا کنسٹھ اور چھوٹی بیگم نے مالہ فرمایا

مس ٹامسن کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ ہملوگون کی یہ دلی خواہش ہے کہ اس نذر خضر کو قبول کیجئے۔ میں آپ سے قول لے چکی ہوں
 مس ٹامسن نے ہنس کے کہا کہ بس اسیکے واسطی
 اس قدر اصرار تھا۔ اگر آپ لوگ ایک پیسے کی بھی چیز دیجئے تو میرے
 سروں پر آنکھوں پر نہ کہ بیش بہا چیزیں۔ لیکن بیگم صاحبہ !
 سوچئے تو سہی۔ انکی ضرورت کیا ہے؟ کیا یہ پڑھانے کی مزدوری
 بڑی بیگم۔ نہیں۔ اللہ جانتا ہے اس خیال سے نہیں۔ لیکن
 کیا جو دوست کہ دل سے محبت کرتا ہو اس کو کچھ تحفہ نہیں؟ او
 آپ کے پڑھانے لکھانے کی مزدوری کیا ہملوگون سے ادا
 ہو سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ اور یہ ہملوگ کیا جانیں۔ آپ جانتے
 وہ (نواب صاحب کی طرف اشارہ کر کے) جانیں
 مس ٹامسن۔ (انگریزی میں نواب صاحب سے) یہ سب
 آپ کی کارستانی ہے۔

نواب صاحب۔ واللہ نہیں پہلے خود انھیں لوگوں نے
 مجھ سے کہا تھا کہ یہ دونوں چیزیں تیار کرادو۔ میں نے تیار

کرا کے انکے حوالے کر دیں۔

مس ٹامسن نے خیال کیا کہ اگر یہ تحفہ نہیں لیتی
ہوں تو ان لوگوں کو ناگوار گزرے گا۔ نہایت خندہ پیشانی سے
ہا کہ بیگم صاحب! میں آپ لوگوں کی عنایت و مہربانی کی
نہایت شکر گزار ہوں جو آپ لوگوں نے میری قدر افزائی
کی اور ایسی بیش بہا چیزیں عنایت کیں۔ جب میں ولایت
جاؤنگی تو لوگوں کو دکھاؤں گی کہ ہندوستان کی عورتیں بھی
ایسی ایسی شفقت و مہربانی کرتی ہیں۔ مجھ کو آپ نے نہایت
خوش کیا اور میں تب دل سے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتی
ہوں۔ بسم اللہ میں حاضر ہوں۔

بڑی بیگم صاحب نے اپنے ہاتھوں سے کنٹھ
لگا دیا اور چھوٹی بیگم نے مالہ فروارید پہنا دیا۔ مس ٹامسن نے
بڑی بیگم اور چھوٹی بیگم کا ہاتھ متھام کے (کہا کہ بیگم
صاحب! میں آپ سے سچ کہتی ہوں کہ آپ لوگوں کی تہ
دل سے شکر گزار ہوئی۔ اس وقت میں آپ لوگوں سے

رضت ہوتی ہوں۔ ایک کام ضروری ہے۔

نواب آسمان جاہ کامس ٹامسن کی
ملاقات کو آنا اور خورشیدی سکیم
کی تصویر دیکھ کر غایتاً نہ عاشق ہو جانا

نواب آسمان جاہ بہادر گیارہ بجے مس ٹامسن کی

ملاقات کو آئے۔ لیکن مس ٹامسن صبح سے جو ٹکلی تھیں تو

ابھی تک پھری نہ تھیں۔ چونکہ یہ لڑکپن سے انکے یہاں آتے

جاتے تھے اس لئے انہ کوئی تکلف نہ تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے یہ

مس ٹامسن کے خاص کمرے میں پہنچے اور تھوڑی دیر تک ہیں

جب دیر ہوئی تو انھوں نے ادھر ادھر دیکھا کہ اگر کہیں

کاغذ و قلم ہو تو اپنے آنے کا حال لکھ کر چلا جاؤں قلم دوتا

تو میز پر رکھی ہوئی تھی لیکن اتفاق سے اس وقت کاغذ باہر

نہ تھا۔ انھوں نے موافق معمول کے (چونکہ بڑی بے تکلفی

تھی) ایک دروازہ کھولا۔ پہلے نظر جو انکی پڑی تو ایک کاغذ پر جس پر
ایک عورت کی تصویر کھینچی ہوئی تھی۔ دیکھتے ہی عیش کر گئے
بیت ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبرِ خست ہوا اک آہ کے ساتھ

اوس تصویر کو دراز سے نکال بڑی دیر تک دیکھتے رہے۔ اپنے دل
میں سوچے کہ تصویر دستی پر تو یہ حسن برسا ہے۔ خود وہ عورت
کیسی حسین ہوگی۔ آج تک ایسی حسین عورت دیکھی نہ تھی معلوم
یہ کہ کی تصویر ہے۔ انھوں نے خیال کیا کہ ہونہ ہو یہ نواب
محترم الدولہ کی صاحبزادی کی یہ تصویر ہے۔ نہیں تو ان کے
پاس ہندوستانی عورت کی تصویر کہاں سے آئی جس قدر
خیال کرتے تھے اوس قدر یقین ہوتا جاتا تھا۔ انھوں نے
تصویر کی پشت کی طرف جو دیکھا تو خورشیدی بگم کا نام بھی
لکھا ہوا پایا۔ بہت خوش ہوئے اور پھر تصویر کو دیکھنے
لگے۔ کہاں تو یہ تھا کہ مہس ٹامسن کے انتظار میں آنکھیں
دروازے سے لگ رہی تھیں اور کہاں اب یہ حال ہوا کہ

دلیں دعائیں مانگنے لگے کہ ابھی دو ایک گھنٹہ اور نہ آئیں
کہ خوب بہارِ حسن لوٹیں۔

آسمان جاہِ اوس تصویر کو دیکھتے ہی دیکھتے بے اختیار
ہو گئے اور بوسہ لب و رخسار کالیا۔ ہنس کے کہا کہ جان پہا
معاف کرو۔ تمہارے حسن نے دیوانہ کر دیا اسلئے یہ گستاخی
کی خدا خیر کرے! میری جان کے لالے پڑ گئے۔ میں دوسروں
کو ہنستا تھا لیکن اب خود ہی پھنسا چاہتا ہوں۔ کبھی خیال
کرتے تھے کہ یہ کیا خیالِ خام ہے۔ نوابِ محترم الدولہ تجھ کو
دامادی میں کبھی نہ لینگے۔ پھر کہتے تھے کہ کیوں مجھ میں عیب
کیا ہے۔ روپیہ پیسا۔ علم و فضل حسن و لیاقت سب مجھ
میں ہے۔ مجھ جیسا کوئی دوسرا شخص ڈھونڈ نہ تو لیں۔
یہ سب سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں گھر گھر گاڑی
کی آواز کان میں آئی۔ انھوں نے جلد اوس تصویر کو چوم کے
پھر اوسى دراز میں رکھ دیا اور چپ چاپ گر بہ مسکین بنکے
بیٹھ رہے۔

مس ٹامسن۔ (ہاتھ ملا کے) معاف کیجئے گا بہت دیر ہو گئی
کہتے امتحان کا نتیجہ آپ کو معلوم ہوا؟۔

نواب آسمان جاہ۔ ہاں گزٹ میں تو ابھی نہیں چھپا۔
لیکن مخفی طور پر معلوم ہوا ہے کہ میں نے دونوں امتحان
پاس کئے۔

مس ٹامسن۔ شکر! مبارک ہو۔ مٹھائی کھلائے۔
دعوتیں دیجئے۔

نواب آسمان جاہ۔ جس قدر چاہئے میں حاضر ہوں۔
آسمان جاہ بہادر گو مس ٹامسن سے باتیں کر رہے
تھے لیکن آنکھیں اوسے دراز پر مچھکی پڑتی تھیں۔

مس ٹامسن۔ آجکل ایک مدرسہ تعلیم نسوان کے واسطے
قائم ہونیوالا ہے۔ آپ فرمائیے۔

نواب آسمان جاہ۔ جی ہاں میں بہت دیر سے یہاں
بیٹھا ہوا ہوں۔

مس ٹامسن۔ (ہنسکے)۔ اے واہ! سوال دیگر جواب دیگر۔

یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے؟ آپ اسوقت ہین کہاں۔

نواب آسمان جاہ۔ (اپنے جی مین) دراز کے اندر
(مس ٹامسن) معاف کیجئے گا۔ مین کسی دوسرے
خیال مین تھا۔ آپ نے کیا کہا؟

مس ٹامسن۔ مین نے کہا ایک مدرسہ عورتوں
کی تعلیم کیواسطے جاری ہونیوالا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ وہ دن خدا دکھائے کہ ہمارے
یہاں کی لڑکیاں ان زیورِ علم سے آراستہ ہوں! کل کا دن
بھی یاد رہیگا۔

مس ٹامسن۔ ایساویا!۔
نواب آسمان جاہ۔ وہ تو بہت خوش ہوئی
ہونگی جسوقت مدٹل (تمغہ) آپ لوگوں نے دیا ہوگا۔

مس ٹامسن۔ ایسی ویسی!
نواب آسمان جاہ۔ اسمین کیا شک ہے اسکی قدر
تو مین جانتا ہوں۔

مس ٹامسن۔ لیکن آپ کو اس قدر اپنے پاس کرنے سے
خوش نہیں پاتی۔ جتنی خورشیدی بیگم ٹل پانے پر ہوتی تھی
نواب آسمان جاہ۔ ایک گھنٹہ قبل میں بھی بہت خوش تھا
مس ٹامسن۔ ایک گھنٹہ قبل خوش تھے۔ پھر اب
افسردہ کیوں ہیں؟

نواب آسمان جاہ۔ یوں ہی۔ میں نے سنا ہے کہ نواب
محمد شمس الدولہ کی صاحبزادی بہت حسین ہیں۔
مس ٹامسن۔ (ہنسکے) نہیں تو وہ تو کالی بھدی سی ہیں
نواب آسمان جاہ۔ کبھی نہیں۔ ناممکن۔
مس ٹامسن۔ یہ کیسے؟ میں نے خود اپنی آنکھوں سے
دیکھا ہے۔ میں برس سے برابر ساتھ ہوں۔ پھر آپ کہتے ہیں
کہ حسین ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ عجب تماشا ہے!
انکی آنکھیں دراز پر پڑیں۔ مس ٹامسن نے اس مرتبہ دیکھ لیا
اور پوچھا کہ یہ آپ کی آنکھیں دراز پر کیوں لپکی پڑتی ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ چونکہ آپ نے ایسی ہی خیر اوس میں رکھی ہے۔
 آسمان جاہ نے مس ٹامسن سے سب حال کہا اور کہا کہ
 اتفاقاً اوس تصویر کو میں نے بھی دیکھ لیا۔ اوس وقت سے میرا یہ حال
 ہے کہ طرح طرح کا خیال دل میں گزرتا ہے اور اسی سبب سے طبیعت
 نہایت افسردہ ہے۔ میری مس ٹامسن! آپ مجھے لڑکپن سے
 جانتی ہیں۔ جو کچھ مجھ میں عیب و ہنر ہے اوس سے آپ بخوبی آگاہ
 ہیں۔ پھر اس کام میں آپ کی مدد مجھ کو درکار ہے۔ اور آپ
 کے وسیلے سے کشتی امید پار ہے۔ آخر کسی نہ کسی سے اوس
 لڑکی کا بیاہ ہو ہی گا۔ تو کیون نہیں میری ہی سن کر کیجئے۔ میں آپ
 کا شکردہ ہوں اور وہ تو ہیں ہی۔

مس ٹامسن۔ اس تصویر کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ میں نے بڑی
 غلطی کی کہ اس طرح لا پرواہی سے رکھ دی تھی۔ اگر کوئی دوسرا
 آتا اور دیکھ لیتا تو میں نواب مختتم الدولہ کو کیا جواب دیتی۔

نواب آسمان جاہ۔ خیر اگر آپ کو رنج ہو تو میں جاتا ہوں
 لیکن مجھ کو یہ امید آپ سے نہ تھی۔ میں نے آپ کو اپنا سچا

مس ٹامسن۔ لیکن آپ کو اس قدر اپنے پاس کرنے سے
خوش نہیں پاتی۔ جتنی خورشیدی بیگم ٹل پانے پر ہوتی تھی
نواب آسمان جاہ۔ ایک گھنٹہ قبل میں بھی بہت خوش تھا
مس ٹامسن۔ ایک گھنٹہ قبل خوش تھے۔ پھر اب
افسردہ کیوں ہیں؟

نواب آسمان جاہ۔ یوں ہی۔ میں نے سنا ہے کہ نواب
محترم الدولہ کی صاحبزادی بہت حسین ہیں۔
مس ٹامسن۔ (ہنسکے) نہیں تو وہ تو کالی بھدی سی ہیں
نواب آسمان جاہ۔ کبھی نہیں۔ ناممکن۔
مس ٹامسن۔ یہ کیسے؟ میں نے خود اپنی آنکھوں سے
دیکھا ہے۔ میں برس سے برابر ساتھ ہوں۔ پھر آپ کہتے ہیں
کہ حسین ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ عجب تماشا ہے!
انکی آنکھیں دراز پر پڑیں۔ مس ٹامسن نے اس مرتبہ دیکھ لیا
اور پوچھا کہ یہ آپ کی آنکھیں دراز پر کیوں لپکی پڑتی ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ چونکہ آپ نے ایسی ہی خیر اوس میں رکھی ہو۔
 آسمان جاہ نے مس ٹامسن سے سب حال کہا اور کہا کہ
 اتفاقاً اوس تصویر کو میں نے بھی دیکھ لیا۔ اوس وقت سے میرا یہ حال
 ہے کہ طرح طرح کا خیال دل میں گزرتا ہے اور اسی سبب سے طبیعت
 نہایت افسردہ ہے۔ میری مس ٹامسن! آپ مجھے لڑکپن سے
 جانتی ہیں۔ جو کچھ مجھ میں عیب و ہنر ہے اوس سے آپ بخوبی آگاہ
 ہیں۔ پھر اس کام میں آپ کی مدد مجھ کو درکار ہے۔ اور آپ
 کے وسیلے سے کشتی امید پار ہے۔ آخر کسی نہ کسی سے اوس
 لڑکی کا بیاہ ہو ہی گا۔ تو کیوں نہیں میری ہی فکر کیجئے۔ میں آپ
 کا شکریہ ادا کروں اور وہ تو ہیں ہی۔

مس ٹامسن۔ اس تصویر کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ میں نے بڑی
 غلطی کی کہ اس طرح لا پرواہی سے رکھ دی تھی۔ اگر کوئی دوسرا
 آتا اور دیکھ لیتا تو میں نواب محترم الدولہ کو کیا جواب دیتی۔
 نواب آسمان جاہ۔ خیر اگر آپ کو رنج ہوا تو میں جاتا ہوں
 لیکن مجھ کو یہ امید آپ سے نہ تھی۔ میں نے آپ کو اپنا سچا

دوست سمجھ کے اپنے دل کا حال ظاہر کیا تھا۔

مس ٹامسن۔ سنو آسمان جاہ! میں تمہارا بہت خیال کرتی ہوں۔ جیسی خورشیدی بیگم سے محبت ہو ویسی ہی تم سے میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ خورشیدی بیگم کی شادی کسی ایسے شخص سے ہونی چاہئے جو خود بھی لائق و ہوشیار ہو اور جو ہمیشہ اس کی قدر و منزلت کرے اور خوش و خرم رکھے۔ میں نے بہت غور کیا لیکن تم سے بڑھ کے کسی کو نہ پایا۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں یہ رشتہ قائم ہو جائے۔ اور جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا اس بارے میں کوشش کرونگی۔ آپ اطمینان رکھئے۔ لیکن ابھی یہ سب باتیں کسی پر ظاہر نہ کیجئے۔

نواب آسمان جاہ۔ میری پیاری مس ٹامسن! میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔

مس ٹامسن۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکیگا۔ اس بارے میں کوشش کرونگی۔ لیکن آپ بھی نواب مختتم الدولہ کے یہاں اپنی آمد و رفت بڑھائے۔ مجھ کو یقین ہے کہ اگر آپ

اون سے ملاقات برابر رکھئے گا تو وہ خود آپ کا خیال کرینگے۔
یہ سب کہہ سن نواب آسمان جاہ مس ٹامسن سے
رخصت ہوئے۔

خوشیدی بیگم کا نواب آسمان جاہ سے منسوب ہونا

نواب آسمان جاہ بہادر روز نواب محترم الدولہ بہادر کی
ملاقات کو جایا کرتے اور نواب محترم الدولہ بھی اکثر بارز دید کو
آیا کرتے۔ ایک تو نواب آسمان جاہ خود ہی لائق و ہوشیار خلیق
و بامروت تھے۔ دوسرے انھوں نے وہ حکمت عملی و ابلہ فہمی
کی کہ نواب محترم الدولہ لٹو ہی تو ہو گئے۔ دل ہی دل میں دعا مانگتے
تھے کہ خوشیدی بیگم سے اور اونسے بیاہ ہو۔ لیکن چونکہ بیٹی کا عقد
تھا مارے تہذیب کے زبان پر نہ لاتے تھے۔ ایک دن مس ٹامسن
نے موقع دیکھ کر نواب صاحب سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟
ہماری دانست میں تو اس سے بڑھ کر دوسری نسبت ہو نہیں سکتی
نواب محترم الدولہ۔ میری دلی تمنا ہے کہ ان دونوں میں

بیاہ ہو۔ لیکن آپ جانتی ہیں کہ مہلو گون کے یہاں یعنی ہندوستان
میں بیٹی والونکی طرف سے اس بات میں بقت نہیں ہوتی۔ دوسرے
میں خیال کرتا ہوں کہ اگر نواب آسمان جاہ انکار کر بیٹھیں تو مجھے
بڑی خفت ہوگی۔

مس ٹامسن۔ اس سے تو آپ اطمینان رکھئے۔ وہ انکا
زہنا زکمرینگے۔ وہ کیا ایسے جاہل و عفتل ہیں کہ آپ کی صاحبزادی
کے اوصاف سنیں اور بیاہنے سے انکار کریں۔ ایسی لڑکی کوئی
دوسری ہندوستان میں نکلے تو جانوں۔ اور آپ نے مجھے کیا
ایسا ہی غافل سمجھا ہے۔ اوسدن آسمان جاہ میرے یہاں آئے
تھے۔ اور اگر زبیشن کے بارے میں بہت گفتگو رہی۔ میں نے
اون سے صاف کہہ دیا کہ اس حسن و عقل کی لڑکی میں نے ہندوستان
تو کیا ولایتی بھی کم دیکھی ہے۔ مجھ سے بصد عجز کہنے لگے کہ میرے
بھی نیک و بد سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ میری نسبت اگر آپ
کی وجہ سے وہاں ہو جائے تو نہایت شکر گزار ہوں گا۔ وہ تو استعداد
لٹو و نحو ہو رہے ہیں کہ میری ناک میں دم آگیا ہے۔ لیکن نواب صاحب!

اتنی بات میں بھی کہو نگلی کہ اونٹنے بڑھ کے آپ کو کوئی داماد بھی
ملنا مشکل ہے۔ میری رائے میں تو یہ ہے کہ جلد دونوں کا
بیاہ ہو جائے۔

نوا البصاحب۔ چشم مارو شن دلِ ماشاد۔ چلے بڑی بیگم
اور چھوٹی بیگم صاحب سے بھی مشورہ کر لیں۔ جب جھونکو پسند
ہو تو آپ اؤنکو کہئے کہ موافق دستور کے رقبہ بھیجیں۔
مسٹراسن اور نوا البصاحب محلہ رامین پہونچے۔

دیکھا کہ خورشیدی بیگم و مشتری بیگم۔ بڑی بیگم و چھوٹی بیگم
سب ساتھ بیٹھی ہیں۔ نوا البصاحب نے ادھر اودھر کی باتیں
کر کے کہا کہ خورشیدی بیٹا ذری تم دوسرے کمرے میں جاؤ
ہم لوگوں کو کچھ آپس میں مشورہ کرنا ہے۔ خورشیدی بیگم
الگ جا بیٹھیں اور اپنے دلمین سوچنے لگیں کہ یا اللہ کون
ایسی بات ہے جو مجھ سے چھپائی گئی۔ وہیں پر بہن مشتری بیگم
ہیں اؤنکو نہ کہا جانے کو۔ اٹھو ایا تو صرف مجھی کو اٹھوایا۔
جب خورشیدی بیگم جا چکیں تو نوا البصاحب نے

بڑی بیگم سے کہا کہ میں نے ایک جگہ خورشیدی بیگم کی نسبت
 ٹھہرائی ہے۔ اگر تلوگوں کو منظور ہو تو بات پکئی ہو جائے۔
 بڑی بیگم شکر ہے۔ اللہ جانتا ہے۔ مجھے دن رات یہی
 سن کر رہتی تھی کہ اتنی سیانی لڑکی ہو گئی اور کہیں نسبت
 ناتے کا ٹھکانا نہیں۔

مس ٹامسن بیگم صاحب ابھی سن کیا ہے اوں کا۔
 بالکل سچہ ہیں۔ ہملوگوں کے یہاں بیس کے ادھر بیاہ
 کم ہوتا ہے۔

چھوٹی بیگم۔ ہملوگوں کے یہاں تو چودہ پندرہ برس میں
 بیاہ ہو جانا چاہئے۔

بڑی بیگم۔ خیر۔ کہاں سے نسبت کا پیغام آیا؟
 مس ٹامسن۔ ابھی نسبت کا پیغام تو نہیں آیا۔ لیکن اگر
 آپ سب منظور کیجئے تو پیغام آجائے۔

چھوٹی بیگم۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اختیاری ہو۔
 مس ٹامسن۔ بیگم صاحب میں اوس لڑکے سے خوب

واقف ہوں۔ دیکھتے ہی پھرک نہ جائے تو کچھ مارتی ہوں۔ ٹرک پر
سے اوسکو پڑھایا ہے۔ کسی بات کی کمی نہیں۔ روپیہ پیسہ علم
وہنرا اسکے علاوہ حین مہ جبین پری پکیر۔ جسوقت
دونوں ایک ساتھ بیٹھینگے چاند سورج کی جوڑی معلوم
ہوگی۔

بڑی بیگم۔ اور ذات کیسی ہے؟

نوا ابصاحب۔ (مسکرا کر) میں کہوں۔ اسی سے اونکی
ذات سمجھ لو کہ مرزا سلیمان قدم حوم کے صاحبزادے ہیں۔

بڑی بیگم۔ (جھینپ کر) تو پھر زیادہ اصرار بھی اسمین
بیکار ہے۔ اونکی شرافت میں کسکو کلام ہے۔ خاندان شاہی

سے ہیں۔

اسکے بعد مسٹرنے سارا قصہ جو بیان کیا تو بڑی بیگم

نہایت خوش ہوئیں۔ کہنے لگیں کہ اب مجھے تسکین ہوئی۔

لیکن یہ تو کہنے لڑکا واقعی خوبصورت ہو؟

چھوٹی بیگم۔ ہاں خورشیدی کا دولہا ایسا ہی بانکا جھنڈی

یہ حسین ہے۔

مس ٹامسن بس دیکھنے سے تعلق ہے۔ ایک کام
کیجئے مین اون لوا لاؤنگی۔ نواب صاحب اونکو لیکے سامنے
کی روشن پر ٹہلین۔ آپ لوگ جھروکے سے دیکھ کیجئے
بڑی بیگم۔ ہاں یہ بہت اچھی بات ہے۔ اگر سب بات
میں پورا نکلے تو پھر کیا۔ سبھ گھڑی نیک۔ ساعت دیکھو
سیاہ کی تاریخ مقرر ہو جائے۔

نواب صاحب و مس ٹامسن باہر آئے۔ اور ادھر
مشری بیگم خورشیدی بیگم کے پاس آئیں دیکھا تو پلنگڑی
پر لیٹی ہیں۔ اور چہرہ اوداس ہے۔
خورشیدی بیگم (طنز سے) آپ صاحبون میں کس بات
کے مشورے ہو رہے تھے۔

مشری بیگم۔ (ہنسکے) بات ہی ایسی تھی سنو گی۔
خورشیدی بیگم۔ اچی ہم بچارے ایرے غیرے بھی کسی
صاحب میں ہیں۔ اگر میری سننے کی بات ہوتی تو مجھکو اٹھوا ہی کیون

ہیں! یہ حرکت ابا جان کی مجھ کو نہایت بُری معلوم ہوئی۔ میں کیا ایسی
نا سمجھ تھی کہ کسی سے کہہ دیتی۔

مشتری بیگم۔ (ہنسکے) وہ تمھارے سننے کی بات نہیں تھی۔

خورشیدی بیگم۔ (روٹھ کر) اور ستاؤ۔

مشتری بیگم۔ اے واہ رودو۔ لوسنو۔ تمھاری نسبت کی بات

تھی۔ کوئی بڑے حسین نواب زادے ہیں اور انھیں کے یہاں تمھاری

نسبت کی فکر ہے۔ چونکہ تم کنواری ہو اسلئے خالو جان نے تمکو

اٹھوا دیا۔

خورشیدی بیگم۔ وہی میں سوچتی تھی کہ یا میرے اللہ کون

ایسی بات تھی کہ جس میں مجھے نہیں شریک کیا بلکہ وہاں پر سے

اٹھوا دیا۔ مجھ کو اسکا بڑا رنج ہوا تھا۔ آہ اب اطمینان ہوا لیکن

یہ کیا ابا جان کو سوچھی ہے؟ اسقدر جلدی کیا ضرور ہے؟ معلوم

ہوتا ہے کہ میرا رہنا یہاں اندوگوں پر جبر ہے۔

مشتری بیگم۔ چلو دل ہی دل میں تو خوش ہوتی ہوگی ظاہر

یہ فقرے سناتی ہو۔ کسی لڑکی اپنے مان باپ کے یہاں رہی ہے

جو تم رہو گی۔

خورشیدی بیگم۔ تو اس سے یہ ضرور نہیں کہ اس قدر جلد
مان باپ اپنے گھر سے نکال دیں۔

مشرقی بیگم۔ اللہ اللہ کرو۔ تم کو نکالتا ہے کون؟ بہن
مجھ سے نہ اور زوجین تو کھلی جاتی ہو۔ بڑی امیر جگہ بیاہ ہوگا
خوبصورت دولہا ملیگا۔ اور ظاہر اس بج دکھاتی ہو۔

خورشیدی بیگم۔ وہ خوش کوئی دوسری ہوتی ہو گی۔
جانتا ہے مجھ کو تو سننے کے ایک طر کا تپاک ہو گیا۔ میرے گھر میں
خدا کی عنایت سے کیا کم ہے کہ میں کسی بات کی خواہش کروں
بہن سوچو تو یہ آزادی دوسری جگہ کہاں؟ تم وہاں کہاں
رہو گی۔ آماجان سے جدائی۔ عزیزوں سے تفرقہ۔ جس گھر میں کہ
بچپن سے پلی پرورش پائی۔ جن لوگوں میں اس قدر عمر صرف
کی اونکو چھوڑ کر کیا خاک جی لگیگا؟ میں حیران ہوں کہ وہ عورتیں
کوئی ہوتی ہیں جو بیاہ کے نام سے خوش ہوتی ہیں۔

مشرقی بیگم۔ تو بہ کہ نہ بچپن کی باتیں کرتی ہو۔ اگر ایسا ہی خیال

سب کریں تو پھر کوئی بیباہ کیسے کرے۔ خدا کی خلقت کیسے بڑھو؟
 اور جدائی اور تفرقہ کیا؟ یہ بھی کیا ہندون کا بیباہ ہے کہ بیٹی کو
 ایک بار جو رخصت کیا تو پھر منہ نہ دیکھا؟ تمہارا جب جی چاہیگا
 آسکتی ہو۔ یا ہلوگون کو اپنے یہاں بلا سکتی ہو۔ لیکن وقت
 آنے کا موقع کہاں ملیگا؟ ہلوگون کو پوچھو گی بھی؟ (آنکھوں میں
 آنسو لاکر) اللہ جانتا ہے بہن۔ تمہاری جدائی کا بڑا صدمہ ہوگا
 خورشیدی بیگم۔ زیادہ نہ کہو۔ میرا عجب حال ہوا جاتا ہے
 دیکھو کلیجہ کیسا دھڑک جاتا ہے۔

دوسرے روز مس ٹامسن نے نواب آسمانجہاہ سے کہا
 آج آپ کا امتحان ہوگا۔ بات سب پکی ہو گئی ہو صرف بڑی بیگم
 صاحب۔ آپ کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ آج ہندو
 کپڑے پہن خوب بن بٹھن کے نواب محترم الدولہ کی ملاقات
 کو جائے۔ وہ لوگ جھروکے سے دیکھیں گی۔ لیکن آپ اپنے کو
 بالکل ناواقف دیکھ لائیگا۔ ایسا نہیں کہ اوٹلوگون کو معلوم ہوگا
 کہ میں نے یہ راز افشا کر دیا۔ چونکہ مجھ کو آپ سے دلی محبت ہے۔

اسلئے مین نے کہہ دیا۔ نواب آسمان جاہ نے تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور
 کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج شام کو پہونچو لگا۔ آپ بھی وہاں مئے گا
 یا نہیں۔ لیکن نواب محترم الدولہ تبدیل لباس سے کیا سمجھینگے؟
 مس ٹامسن۔ مان مین وہاں پر رہونگی۔ سب بنا لونگی۔ آپ
 گھبرائے نہیں۔

غرض کہ شام کو نواب آسمان جاہ خوب بن مٹن کے ہندوستانی
 ذرق برق کپڑے زیب بدن کر فٹن مین سوار ہو نواب محترم الدولہ کے
 یہاں پہونچے۔

نواب صاحب دس دس آپس میں گفت گو کر رہے تھے۔ انکو
 دیکھتے ہی دونوں سروۃ عظیم کو اونٹے۔ انھوں نے نہایت ادب
 سے نواب محترم الدولہ کو سلام کیا اور مس ٹامسن سے ہاتھ ملایا
 مس ٹامسن۔ اے آج کیا ہے جو یہ ذرق برق بنے ہوئے
 نواب آسمان جاہ۔ ایک دوست کے یہاں دعوت ہے
 وہ لوگ بڑے متعصب ہیں۔ مین نے دیکھا کہ اگر انگریزی کپڑے
 پہن کے جاتا ہوں تو شاید بڑا مانینگے۔ اسی خیال سے یہ لباس

پہن لیا۔

نواب محترم الدولہ۔ آپ کو یہ لباس بہت زیب دیتا ہے۔
 ضرور جہان جو موقع ہو اسی طرح انسان پیش آئے۔ آپ نے
 خوب کیا جو ہندوستانی کپڑے پہنے۔ البتہ لوگ سمجھتے بوجھتے ہین
 ہین۔ خواہی ذری ذری باتوں پر آدمی کو بدنام کر دیتے ہین۔ لیکن آپ
 کو یہ لباس بھی بہت زیب دیتا ہے۔

اسکے بعد نواب صاحب نے کہا چلئے ذری بارغین ٹھلین۔
 شام کو بیٹھے رہنا اچھا ہین معلوم ہوتا ہے۔

مس ٹامسن۔ تو آپ لوگ ٹھلئے۔ مین ذری بیگم صاحب
 کی خدمت مین حاضری ہے آؤن۔ تو پھر آپ کے ساتھ چلون۔ رستے
 مین بیٹھے اوتار دیجئے گا۔

نواب آسمان چاہ۔ ضرور ضرور۔ یہ کہنے کی بات ہو۔ آپ
 کی گاڑی ہے۔

یہ لوگ روشن پر ٹھلنے لگے۔ ادھر مس ٹامسن نے بڑی بیگم سے
 کہا کہ بسم اللہ شروع درکار خیر حاجت ہیج استوارہ نیست بد

چلتے ایک نظر دیکھ لیجئے۔ بڑی بیگم و چھوٹی بیگم بالا خانے پر آئیں۔
اور چھوڑ کے سے دیکھنے لگیں۔

چھوٹی بیگم۔ کیا حسین لڑکا ہے۔ سبحان اللہ!
چھوٹی بیگم۔ باجی! خاتونِ جنت کی قسم۔ ایسا خوبصورت
لڑکا دیکھا نہیں۔ یوں خورشیدی اپنی لڑکی ہے۔ جو کہ نہیں
ہو سکتا۔ کبھی طرح سے خوبصورتی میں کم نہیں۔

چھوٹی بیگم۔ یہ تھل کیا رہے ہیں؟ ایک جگہ کھڑے ہو جائیں
اور لڑکے کو اچھی طرح سے دیکھ لیں۔

استغنین نواب صاحب ایک روش پر کھڑے ہو گئے۔
چھوٹی بیگم۔ واہ! اوستمانی جی۔ میں آپ کی پسند کی تعریف کرتی
ہوں۔ کیا خوبصورت لڑکا خورشیدی کی واسطے ڈھونڈ نکالا ہو!
وہ کون بدبخت، مان باپ ہونگے جو ایسے لڑکے سے بیاہ اپنی
بیٹی کا نکریں۔ ایسا لڑکا تو قسمتوں سے ملتا ہے۔

چھوٹی بیگم۔ ہماری رائے میں یہ ہو کہ جلد نسبت مقرر ہو جا۔
ایسے حسن کے ہزاروں خریدار ہوتے۔ مجھکو بڑا رنج ہو گا۔ اگر یہ

لڑکا ہاتھ سے جاتا رہے۔

مس ٹامسن۔ آپ ہی صاحب کی پسند پر موقوف تھا۔

نواب صاحب تو دل سے چاہتے ہیں کہ نسبت ہو جائے۔

بڑی بیگم۔ ہملوگو نکو تو نہایت پسند ہو لیکن اودھر سے پیانا

بھی تو آئے۔ کوئی اسکے یہاں بڑا بوڑھا نہیں؟ آپ جانتی

ہیں کہ پہلے دوٹھا کی طرف سے مشاطہ آتی ہے۔ رقعہ آتا ہے

اودھر انلوگون میں یہ بات ہو رہی تھی اودھر دوسرے

کمرے میں خورشیدی بیگم بیٹھی ہوئی تھیں۔ مشتری بیگم کو تو ب

معلوم تھا۔ خورشیدی بیگم کو جلدی سے بلایا اور کہا کہ بہن دی

اس کھڑکی سے تو دیکھو۔

خورشیدی بیگم۔ کیوں کیا ہے؟ ایسی گہری ہوئی کیوں

ہو؟ کہان سے دڑی ہوئی آئیں جو دم پھول رہا ہے۔ بات

تک نہیں کر سکتیں۔

مشتری بیگم۔ آؤ دیکھو تو سہی وہ چیز دیکھاؤں کہ عجیب

نہ بھولو۔

خورشیدی بیگم۔ (جھلملی اٹھا کر) بتاؤ کیا ہے؟۔ این آبا جان
 سامنے کھڑے ہوئے ہیں؟۔ ہاتھ جوڑتی ہوں۔ جھلملی بند کر دو۔
 کہیں دیکھ پائینگے تو بڑے خفا ہونگے۔ واہ اچھا تماشا دیکھاتی تھیں!
 مگر بہن! اون کے ساتھ یہ دوسرا کون ہے؟۔ معلوم ہوتا ہے کہیں کا
 شہزادہ ہے۔

مشرقی بیگم۔ یہ کیسے تم نے سمجھا کہ شہزادہ ہے؟۔
 خورشیدی بیگم۔ بہن! شہزادگی تو صورت سے برستی ہے۔
 کیا حسن پایا ہے! سچ کہو۔ اس قدر نقشے کھینچے اس قدر تصویریں
 دیکھیں۔ لیکن کوئی بھی اس حسن کا دیکھا؟۔ اسکے علاوہ پوشاک
 وضع خود ہی کہہ دیتی ہے۔
 مشرقی بیگم۔ اللہ جانتا ہے یہی جی چاہتا ہے کہ گھنٹوں دکھا
 کریں۔

خورشیدی بیگم۔ توبہ کرو مجھ کو بہت تعجب ہے کہ ایسی بات تمہارے
 منہ سے نکلے۔ اب جھلملی بند کر دو۔
 مشرقی بیگم۔ توبہ ذری اور دیکھنے دو۔

خورشیدی بیگم۔ تو یہ منکر کرونا کہ جسمین برابر دیکھو۔ کہو! جان سے کہیں کہ وہ جو شہزادے اوس دن آپ کے ساتھ ٹھل رہے تھے اونکو بہن مشتری بیگم نے جھلملی اوٹھا کر (ہنسنے) دیکھا تھا جب دیکھا ہے بیقرار ہو رہی ہیں۔ جلدی اونکے ساتھ شادی کی فکر کر دیجئے۔ نہیں تو دشمن مدعی اونکے دیوانے ہو جائینگے۔

مشتری بیگم۔ خدا نہ کرے میرے ساتھ بیاہ کیوں ہونے لگا؟ لیکن ہاں یہ تم نے ٹھیک کہا کہ ایسی منکر کرنی چاہئے جسمین برابر دیکھتی رہوں۔ سو منکر کیسی؟ سب تو طے ہو چکا ہے بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کرتی ہو۔ سچ سچ بتا دوں گی تو جھینپو گی مجھ سے صاف صاف سنو۔ یہ نواب آسمان جاہ ہیں جنکے ساتھ تمہارا بیاہ ہوگا۔

خورشیدی بیگم۔ (جھینپ کر) جاؤ یہ فقرے کسی اور کو مشتری بیگم۔ تمہاری جان کی قسم سچ ہے۔ اوستانی جی خالہ جان واما جان کے کہنے سے انکو لے آئی ہیں۔ وہ لوگ دوسرے کمرے سے دیکھ رہی ہیں۔ اسے واہ تو جھلملی کیوں

بند کر لی؟۔ دیکھو تو پسند ہے یا نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ تمھارے واسطے البتہ پسند ہے
مشرقی بیگم۔ ہوں ہوں۔ ایسی ہی تو آپ خوبصورت ہیں
اونکے تلوے کو تو پہونچتی ہی نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ اونکا حسن اونکو یا تمکو مبارک ہو۔
اسمین بھی کیا اجارہ ہے؟۔ میں اپنے سے زیادہ کسیکو حسین
نہیں سمجھتی۔ بس ہوا۔

مشرقی بیگم۔ اچھا ایک نظر پھر تو دیکھ لو۔ تمکو میری
جان کی قسم!

خورشیدی بیگم۔ واہ اس میں بھی کچھ زبردستی ہے؟
میں تو زہنہ رنہ دیکھوں گی۔ تمکو میری جان کی قسم!۔ اس
میں صند نہ کرو۔

مشرقی بیگم نے سمجھا کہ یوں تو اب نہ دیکھینگے۔ اسلئے
قصہ کسی بہانے سے آپ ٹل گئیں
خورشیدی بیگم۔ کہاں جاتی ہو بہن؟

مشتری بیگم - صندوقچہ کھلا چھوڑ آئی ہوں - اسوقت
یاد آگیا - میں ابھی بچے سے ہو کر آتی ہوں -

مشتری بیگم بچے تو گئیں نہیں - دروازے کے آٹھین

کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں - خورشیدی بیگم نے جب دیکھا
کہ کوئی نہیں ہے تو پھر جھلملی اوٹھا کر دیکھنا شروع کیا - اپنے
دل میں بہت خوش ہوئیں - کہ ایسا حسین شوہر ملے گا - کسی
نہ کسی سے ضرور بیاہ ہوتا - یہ بھی خوش نصیبی ہے کہ ایسا حسین
مہربین دد لھا پاؤنگی -

اودھر خورشیدی بیگم جھلملی اوٹھا کر دیکھ ہی رہی
تھیں کہ اودھر سے مشتری بیگم دبے پاؤں آہستہ آہستہ
انکی پشت پر جا کھڑی ہوئیں -

خورشیدی بیگم دیکھنے میں ایسی محو ہو گئیں تھیں کہ انکو
کچھ بھی معلوم نہوا کہ کون کھڑا ہے - کہ یکایک مشتری بیگم
نے کہا - بندگی -
خورشیدی بیگم - (چونک کر) - اُف کیا ڈر گئی بار دیکھو

(کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر) تم آئین کدھر سے؟ (جھینپ کر) پانوں
کی آہٹ تک آئی۔

مشتری بیگم۔ میں ایسی ہی بیوقوف تھی تھوڑی ہی؟
کہ زور سے آتی۔ اکیلے اکیلے یہ نظارہ بازی۔ اللہ میں نے
اپنی جان کی قسم دی تب تو مانا نہیں۔ اب کیسے آنکھیں
لڑا رہی تھیں؟

خورشیدی بیگم۔ (شرما کر) اللہ جانتا ہے! میں...
مشتری بیگم۔ (رہنکے) میں کیا؟ جھوٹ جلد بنایا
بھی نہیں جاتا۔

خورشیدی بیگم۔ اب جو سمجھو۔
مشتری بیگم۔ ادنیٰ تم مجھ سے شرم کیوں کرتی ہو؟
لو اب سچ بچا دو۔ تم کو یہ پسند ہیں یا نہیں؟
خورشیدی بیگم۔ نہیں۔

مشتری بیگم۔ اچھا میرے سر پر ہاتھ رکھ کر تو کہو۔
خورشیدی بیگم۔ ان کو نہیں پسند ہے۔

مشتری بیگم۔ نہیں میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہو۔
 خورشیدی بیگم۔ خواہ مخواہ بھی؟ کیا میری زبان کا ٹکڑا
 اعتبار نہیں؟

مشتری بیگم۔ لے بس۔ مجھ سے زیادہ نہ اوڑو۔ جی
 ای جی مین تو خوش ہوئی جاتی ہو۔ اور ظاہر اکہتی ہو کہ پسند نہیں

دوراندیشی کی عمدہ مثال

دوسرے روز مس ٹامسن نے نواب آسمان جاہ سے
 کہا کہ معاملہ چوکس ہے۔ آپ رقم نسبت کا بھیجئے۔

نواب محمد شمس الدولہ آدمی تھے دوراندیش۔ گو کہ نواب
 آسمان جاہ کے حسن و جوانی اور ذاتی علوم پر منحوس ہو گئے تھے۔
 لیکن ان کے حرکات و سکنات سے بخوبی واقف نہ تھے۔ انھوں
 آسمان جاہ بہادر کو بلوایا اور نہایت اخلاق سے کہا کہ
 مجھ کو آپ کے ساتھ اپنی بیٹی کے منسوب کرنے میں کسی طرح کا
 انکار نہیں۔ آپ سا عالم۔ عاقل۔ شریف۔ مالدار حسین کوئی

دوسرا شخص ملنا بہت مشکل ہے۔ میں اسکو اپنا خیر سمجھتا ہوں کہ آپ جیسا داماد مجھکو ملے۔ لیکن یہ بیٹی کا سودا ہے۔ ہمیں بہت سمجھ بوجھ کے انسان کو چلنا چاہئے۔ علی الخصوص مجھکو کہ یہی ایک میری لڑکی ہے۔ اگر خدا نخواستہ میری وجہ سے کی طرح کی تکلیف۔ کی طرح کی نا اتفاقی۔ کی طرح کی برائی اوسکی ہو تو میں اپنے کو برابر نفرین کرتا رہوں گا۔ میں آپ کے ذاتی علوم۔ آپ کی لیاقت۔ آپ کی فصاحت۔ آپ کی شیریں بیانی۔ آپ کے حسن و جوانی کی از حد تعریف کرتا ہوں۔ اور جیسا میں نے آپ سے کہا۔ ایسا داماد نصیب ہونے سے ملتا ہے۔ لیکن میں آپ کی چال چلن۔ آپ کی حرکات و سکنات۔ آپ کی وضع سے محض ناواقف ہوں۔

نواب آسمان جاہ۔ (گھبرا کر) مس ٹامسن مجھے لڑکپن سے جانتی ہیں۔ اون سے میری وضع اور چال چلن دریافت کر لیجئے۔

نواب مختتم الدولہ۔ (مسکرا کر) آپ نے میری پوری

ہمت نہین سنی۔ مین دوسرے کی رائے اس مقدمے
 مین لینا نہین چاہتا۔ بلکہ مین چاہتا ہوں کہ بحشم خود
 آپ کے حرکات و سکنات دیکھتا رہوں۔ اسلئے۔ اگر آپ
 کو ناگوار نہ ہو تو چھ مہینے آپ اسی شہر مین رہئے۔ لوگوں سے
 ملاقات کیجئے۔ آمد و رفت۔ محبت و ارتباط بڑھائے۔
 مجھ سے بھی کبھی کبھی ہفت عشرہ مین ملاقات کیا کیجئے۔
 انشاء اللہ اس چھ مہینے مین مین بالکل آپ کے حالات سے
 واقف ہو جاؤنگا۔ اور خدا کرے اس امتحان مین آپ
 پورے نکلین تو مین نہایت خوشی سے اپنی پیاری لڑکی
 کو آپ کو آپ کے سپرد کر دوںگا۔

نواب آسمانجہاہ اپنے دلمین سوچ رہے تھے۔ کہ اللہ
 ری دور اندیشی! باپ ہو تو ایسا ہو۔ دل ہی دل مین نواب
 محشم الدولہ کی تعریف کر رہے تھے۔

نواب صاحب نے جو انکو چپ پایا تو پوچھا کہ کیوں آپ
 خاموش ہیں؟ کیا آپ کو یہ تقریر اور راست بیانی میری

بڑی معلوم ہوئی؟

نواب آسمان جاہ - حضور نہیں - میں سوچ رہا تھا کہ حضور
 کو کس قدر خیال و لحاظ ان سب باتوں کا ہے - کاش اس طرح
 ہر شخص خیال کرے تو کیوں ہندوستان میں اس قدر نا اتفاقی
 و حسد رابی زن و شوہر ہو - میں نہایت شکر گزار ہوا - کہ حضور
 نے سچ سچ اپنے دل کا مطلب مجھ سے بیان کیا - جیسا حضور نے
 فرمایا ہے میں بس در چشم بجا لاؤں گا - بلکہ قریب ہی حضور کے
 ایک مکان کرایہ کا لیکر رہوں گا - جس میں ہر وقت وہر لحظہ حضور
 کے زیر نظر رہوں -

نواب محتشم الدولہ - (فرط خوشی سے) تنے میرے دل کو
 نہایت خوش کیا -

آسمان جاہ کا مسٹا مسن کی ملاقات کو جانا
 اور بعد حسد رابی خورشیدی بیگم کی
 تصویر پانا

چھوکر ا۔ میری دادی مالن ہے۔ پھول کے ہار اور کہتے بنا بنا کو

بڑی بیگم صاحب کے یہاں لیجاتی ہے۔ برابر معمول ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ کون بیگم؟ نام کیا ہے؟

چھوکر ا۔ جی بڑی بیگم صاحب۔

نواب تقی خان۔ ارے بڑی چھوٹی سب کے یہاں ہوتی

ہے۔ نام کیا ہے؟

چھوکر ا۔ جی نام نہیں جانتا۔ بوڑھے نواب صاحب رہتے ہیں۔

اونھیں کی ڈیوڑھی مین ڈے آتا ہوں۔

نواب آسمانجاہ۔ کون نواب محترم الدولہ تو نہیں؟

چھوکر ا۔ (جلدی سے) جی ہاں وہی۔

نواب آسمانجاہ۔ جبکی سفید داڑھی ہے؟ دُبیلے پتلے سے

عینک لگائے رہتے ہیں؟

چھوکر ا۔ جی ہاں جی ہاں۔ اونھیں کی صاحبزادی کے واسطے

پھول کے گہنے روز تیار ہو کر جاتے ہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ (تقی خان سے) زہے قسمت کہ میرے باغ

لیجاتے تھے۔ وہی مین حیران تھا کہ بڑے بڑے پھول کہاں
 غائب ہو جاتے ہیں۔ دیکھتے تو کبخت نے سارے باغ
 کو لوٹ لیا ہے۔ وہاں ہیات خرافات تو چھوڑ جاتا ہے اور ب
 عم عمرہ لیجاتا ہے۔ (ایک چپت اور حجامر) کیون بچا پھر
 توڑو گے پھول؟

چھو کر ا۔ (ہاتھ جوڑ کر) جی نہیں۔ اب یہاں نہیں آؤنگا۔ ابکی
 چھوڑ دیجئے۔ معاف کیجئے۔ اب جو آؤن تو قید کر دیجئے گا۔ میں
 آپ سے یہاں نہیں آیا۔

نواب آسمان جاہ۔ کسے تجھ کو یہاں بھیجا ہے؟

چھو کر ا۔ میری دادی نے کہا کہ تم اوس باغ سے اچھے
 اور بڑے بڑے پھول توڑ کر لے آؤ۔ میں نے کہا بھی کہ
 باغبان مجھ کو کیون توڑنے دیگا۔ اوسپر کہا کہ باغبان کچھ نہیں
 کہیگا۔ تم جلدی پھول توڑ کر لے آؤ۔

نواب تقی خان۔ یہ کہتے باغبان بھی ملے ہوئے ہیں
 نواب آسمان جاہ۔ تیری دادی پھول لیکے کیا کرتی تھی؟

یہ اسی سوچ میں پریشان تھے۔ خواب و خور حرام ہو گیا تھا۔ آہ و
داوید سے کام تھا۔ نواب تقی خان انکی حالت میں تغیر دیکھتے
جاتے تھے۔ اور دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔ لیکن ظاہر اہمکن
دیتے تھے۔ نصیحتیں کرتے تھے۔

ایک دن یہ دونوں اپنے پائین باغ میں ٹہل رہے
تھے۔ اور ادھر ادھر کی گپ اوڑھ رہے تھے۔ یکایک ان
لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھوکر اڈالی ہاتھ میں سٹے دھتور
کے آڑ میں کھڑا ہے۔ نواب آسمان جاہ کا لکڑاٹھا کہ وہ
بے تحاشا مثل شتر بے ہمار بھاگا۔ نواب تقی خان بھی مٹھا
وڑے۔ اور تھوڑی دور جا کر اوسکی گردن ناپی۔ آسمان جاہ
بہادر بھی ٹہلتے ٹہلتے وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ لڑکا مارے
دہشت کے رو رہا ہے۔ ڈالی ہاتھ سے گر پڑی ہے۔ عمدہ
عمدہ گلاب و بیلے کے پھول جو توڑے تھے کچھ ڈالی میں کچھ
زمین پر گرے پڑے ہیں۔

نواب تقی خان۔ (ایک چپٹ لگا کر) اخا یہی ذات شریف

تھی۔ اور دیکو آہ و زاری۔ اپنے جی میں کہتے تھے۔ شعر

ہزار مرتبہ الفت کی دل نے کھائی چوٹ

پر ایکی بار کسی نے بڑی لگائی چوٹ

اور جب فراق یا رزیدہ ستا تا تھا تو بے اختیار کہنے بیٹھتے تھے

شعر ہمارا خانہ دل حبسہ گاہ یار بھی ہے

بہت کڑی نہ لگائے غم جدائی چوٹ

حضرت سلامت رنگین مزاج تو تھے ہی۔ طبیعت گدگدائی کہ

ایک نظر معشوق پری تمثال کو کسی طرح دیکھتے۔ طرح

طرح کی تدبیریں سوچیں۔ لیکن کوئی بھی قرین قیاس نہ تھی

جس قدر بی آئے۔ اُمّ لے میں علم و ہنر سیکھا تھا سب

اسمیں حشر چ کیا۔ لیکن کوئی مفید کار نہوا۔ اور ہو کیسے؟

ایک تو شریف زادی۔ دوسرے مالدار۔ تیسرے نواب

مختتم الدولہ جیسا شخص گھر کا سردار۔ غیر عورتیں تو وہاں بغیر

استفسار جا نہیں سکتی تھیں۔ پھر انکی کیا مجال کہ قدم نہ

گزر سکے جن کی کیا جان ہو؟ فرشتوں کی یا ان عقل حیران ہو

نواب آسمان جاہ۔ (مسکرا کر) کیا رقیب بننے کا ارادہ ہو؟

نواب تفتی خان۔ (مسکرا کر) شاید

نواب آسمان جاہ۔ جانتے ہو رقیبوں کی سزا کیا ہے؟ "پابست
دگرے دست بدست دگرے۔"

نواب تفتی خان۔ خیر مجھ کو وہ بھی منظور ہے۔ لیکن بھتی
سٹامپس کو گانٹھے رہوا لسنے تمھارے بڑے بڑے کام نکلیں گے
نواب آسمان جاہ۔ اس سے تو اطمینان رکھو۔ وہ کبھی سیرے
خلاف نہونگی۔

نواب تفتی خان۔ ہین تو وہ ایسی ہی۔ لیکن احتیاط شرط ہے

آسمان جاہ کا مالن کو بلوانا

اور اس سے اظہار مطلب کرنا

نواب آسمان جاہ بہادر کا عشق دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔

اور باوجودیکہ نسبت قرار پا چکی تھی۔ صرف چھ مہینے کی مہلت

تھی۔ اسپر بھی قلب مضطرب و تکسین نہ تھی۔ راتوں کو آخر شمار

نواب تقی خان۔ بس یہ صاف گوئی مجھے پسند ہے۔ جب
دوستوں میں پرداری رہی تو وہ دوست کیا؟ ہلوگون کو چاہئے
کہ کوئی امر ایک دوسرے سے مخفی نہ کہیں۔ ایک دوسرے
کے رازدان ہمدرد و غمگسار رہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ خیر بہت باتیں نہ بناؤ۔ لو یہ تصویر
دیکھو سچ کہو (خوشامد یا خاطر واطر کی باتیں نہیں) کیسی خوب
تصویر ہے۔ کیا خدا داد حسن پایا ہے؟

نواب تقی خان۔ (تصویر دکھ کر) جَزَاكَ اللهُ
فِي الدَّارِ الْخَيْرِ۔ سبحان اللہ! خدا کی قدرت
نظر آتی ہے۔

غش پہ غش آئین جو وہ ہر تجلی نکلے
آبرقٰی طور پہ کہتے ہوئے موسیٰ نکلے

کجایہ کجامس ہر برٹ۔ آسمان زمین کا فرق۔ واللہ تھامے
خوش قسمت ہونے میں شک نہیں۔ لیکن یہاں بھی
نیت ڈانوان ڈول ہو گئی۔

نے تو وہ حجت پہلے نکالی تھی کہ تو بہ ہی بھلی۔

نواب تقی خان۔ تو تصویر لائے یا نہیں؟۔

نواب آسمان جاہ۔ ہاں دی تو لیکن بہت مجبور ہو کر۔

میں نے وہ اہلہ فریبی کی کہ اونکو دینی ہی پڑی۔

نواب تقی خان۔ خیر لاؤ دیکھیں تو کیسی آپ کی خوشی

بیگم ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ (ہنسکے) لیکن مجھ کو منع کر دیا ہے

کہ کسی کو دیکھانا نہیں۔ میں تمہیں کیونکر دکھاؤں۔

نواب تقی خان۔ (مُنہ بنا کر) بہت خوب۔ اب میں ایا

غیر ہو گیا۔

نواب آسمان جاہ۔ بس اسی عقل پر نازان تھے۔ ذرا سے

فقرے میں آ گئے۔ گو اونھوں نے منع کیا کہ دکھانا نہیں۔

لیکن تمھارے دیکھنے میں کوئی ہرج نہیں۔ آخر تم سے پوشیدہ

کیا ہے؟۔ لو اسوقت یہہ تصویر دیکھو اور انشا اللہ تعالیٰ

بعد شادی کے اصل دیکھنا۔ تم سے پردہ کیسا؟

کر رہا ہے جب تکورنج دیکھتی ہوں۔ لو یہ تصویر لو۔ لیکن خبردار کسیکو دکھانا نہیں۔ بڑی حفاظت سے رکھنا۔ نہیں تو مجھ پر بڑی بدنامی آئے گی

نواب آسمانجاہ۔ (فرط طرب سے مس ٹامسن کا ہاتھ پکڑ کر) میں جانتا تھا کہ آپ ظاہر کج خلقی کرتی تھیں۔ لیکن دل ہی دل میں آپ کڑھ رہی تھیں۔ آپ نے میرے حق میں وہ کیا کیا کوئی مادر مہربان کرتی ہوگی۔

تھوڑی دیر ادھر ادھر کی گپ کرنا اس تصویر بے نظیر کو احتیاط جیب میں رکھ مس ٹامسن سے رخصت ہوئے۔
رستے میں دیکھا کہ نواب تقی خان ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے ہیں۔

نواب تقی خان۔ بھئی واہ تم نے تو وہ دیر کی کہ ناک میں دم آگیا۔ ٹہلتے ٹہلتے پاؤں رہ گئے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید تم بھول کے دوسری راہ سے چلے گئے۔

نواب آسمان جاہ۔ بھئی معاف کرنا۔ بڑی دیر ہوئی مس ٹامسن

نواب آسمان جاہ۔ نہیں گاڑی میں بیٹھ کر ہوا کھائیں گے
کری ہے!۔ جوڑی و فٹن جلد تیار کرو۔

نواب تقی خان۔ اُف ری جلدی!

مخوڑی دیر میں گاڑی تیار ہو کر آئی۔ دونوں سوار ہوئے
اور مس ٹامسن کے یہاں پہنچے۔

نواب تقی خان تو رستہ میں مصلحتہ او تر گئے۔ صرف نواب
آسمان جاہ مس ٹامسن کے یہاں پہنچے بڑی منت و سماجت کی
کبھی منہ بنایا۔ کبھی خوش آمد کی۔ لیکن مس ٹامسن نے سیواے ہنسن
کے ہان نہ کہا۔ آسمان جاہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور نہایت
حسرت سے کہا کہ میں آپ کو اپنا طبیب سمجھ کر زخم جگہ دکھلائے
آیا تھا۔ سمجھتا تھا کہ آپ زہار اوس مرہم جان بخش کے دیتے ہیں
انکار نہ کیجئے گا۔ لیکن خیر۔ مجھ کو دھوکا ہوا۔ خدا حافظ

مس ٹامسن کو انکے حال پر نہایت افسوس آیا اور انکو
اشکبار دیکھ کر بیقرار ہو گئیں۔

مس ٹامسن۔ آسمان جاہ! تم مجھ سے خفا نہ ہو۔ میرا جی بہت

نواب تقی خان۔ مان بس یہی اچھا ہے۔ اون کے یہاں کا
 آنا جانا ترک کر دو۔ لیکن سچ تو کہو کیا خورشیدی بیگم ایسی حسین
 کہ مس ہر برٹ کو بھول گئے۔

نواب آسمان جاہ۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔
 کہ سیرح سے وہ تصویر پاس آ جاتی۔ ایسے کام میں تو چوری کرنا
 بھی عیب نہیں۔

نواب تقی خان۔ (ہنسکے) کیوں نہیں۔ تو تم اونسے مانگ
 کیوں نہیں لیتے؟ نسبت تو مقرر ہو چکی ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ مس ٹامسن کبھی ندیگی۔
 نواب تقی خان۔ یہ تمہنے کیسے جانا کہ ندیگی۔ تم مانگ تو
 دیکھو۔ اگر دیا فہو المراد۔ نہیں دیا تو کچھ تمہاری غرت میں بٹہ تو
 آئیگا نہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ اچھا چلو۔ ابھی چلو۔ واللہ دیر نہ کرو۔
 نواب تقی خان۔ اب کسی دوسرے وقت جانا۔ اسوقت
 یہیں ٹہلو۔ ہوا کھاؤ۔

اور اگر مر گئے تو عشق کے جھگڑے سے بچے۔ دونوں حالتوں میں تو اچھے رہے۔ اضطراب کیوں؟

نواب اسما سنا جاہ۔ (ہنسکے) واللہ تم بڑے سنگدل ہو۔
نواب تقی خان۔ بس یہی چاہتا تھا کہ ذرا ہنس دو۔ تم نے ایسا
منہ بنالیا تھا کہ میں ڈر گیا۔ چلو ذرا باغ میں ہوا کھا آئیں۔

دونوں باغ میں ہوا کھانے آئے۔ پھولوں کی مہک
بلبلوں کی چہک۔ ارد گرد کی آب جوؤں نے غبار کلفت اسما سنا جاہ
کے سینہ سے دھو دیا۔

نواب آسمان جاہ۔ تقی خان امین نے سوچا ہے کہ
میں ہر برٹ کی ملاقات کو اب نہ جاؤں۔ اس سے اونکو
خود میری بے اعتنائی معلوم ہو جائیگی۔ مجھ سے اون کے
منہ پر تو کچھ کہا نہ جائیگا۔ مجھ کو رشتے محبت اون سے ہو گئی
تھی۔ لیکن اوس بچاری کو تو مجھ سے خاصہ عشق ہی ہو گیا
ہے۔ اونکو اسکا بڑا صدمہ پہونچ گیا۔ لیکن میں کیا کروں؟
اسمیں میرا کیا اختیار ہے؟ یہ دل کا سو دا ہے۔

نواب تقی خان۔ او نہیں میں آپ کی خوشیدی بیگم
بھی ہین۔ کیون؟

نواب آسمانجاہ۔ اسمین کیا شک ہے۔ سر اپا خود ہی کہو دیتا ہی
کہ اس قالب۔ نورانی میں کبھی تھکرا دل نہ ہوگا۔

نواب تقی خان۔ تو اب آپ قیافہ شناس بھی ہو گئے
یہ عشق کیا کیا نہ سکھائیگا۔

نواب آسمان جاہ۔ تمکو تو ہنسی سو جھتی ہے۔ اور میری جان
پر ہنی ہے۔

نواب تقی خان۔ تو پھر جان پر کیون بنی ہے۔ بہ نسبت تو مقرر
ہو ہی چکی ہے۔ ایک دن مرے لوٹو گے۔ جان بوجھ کے
اضطراب کیسا؟

نواب آسمان جاہ۔ بھئی یہ جہلت کی گٹری بہار سی معلوم ہوئی
ہے۔ کیسے ٹالو؟ اور کہیں اسمین مر گیا تو پھر ع

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

نواب تقی خان۔ (ہنس کر) اگر جیتے رہے تو مرے لوٹو گے

نواب تقی خان - کسی چیز کو قیام نہیں ہے۔ یہ کیونکر قائم رہے گا؟

نواب آسمان جاہ - دیکھ لینا۔ جب تک جسم میں جان -
مٹنے میں زبان - آنکھوں میں نور - اور ملک الموت آستانے سے
دور ہے اسکا خیال کبھی جی نہ جائیگا۔ شوق وصال کبھی نہ کم ہوگا۔
نواب تقی خان - تم پاگل خانے بھیجنے کے قابل ہو گئے۔ ارے
یار اسقدر اپنے کو تباہ نہ کرو۔ نسبت ہو ہی چکی ہے۔ بیاہ بھی
ہو ہی جائیگا۔ پھر اس میں انتشار کیا؟ جسقدر سوچو گے اوسقدر
عنت تمکو ستائیگا۔ یہ تو خیریت ہے کہ نواب مختتم الدولہ کا خاندان
ہے۔ نہیں تو صورت شکل پر نہ جائے۔

ہنہیں نہانے میں اوس سے سوا کوئی نادان ۛ

جوان بتان پر پوش کو با ونا جانے

نواب آسمان جاہ - نہ ہر زن زن بہت و نہ ہر مرد مرد ۛ
خدا پنج انگشت یکسان نہ کر دے۔ بہت سی عورتیں ایسی با ونا
بہت کیش ہوتی ہیں کہ اونکے قدم چوما کیجئے۔

کیا ذات بزرگ ہیں۔ جو اسنے نہ ہو وہی تعجب۔ تم تو خود ایک مرتبہ
 اسمین پڑ چکے ہو۔ تم سے زیادہ کہنا فضول ہے۔ ہاے وہ دن نکھو
 خوب یاد ہیں کہ کس کس طرح سے میں تجھیں سمجھاتا تھا۔ خفا ہوتا تھا
 اور تم میری باتوں کا بُرا ماننے لگتے تھے۔ بلکہ دو ایک مرتبہ رنج ہو گے
 چلے بھی گئے تھے۔

نواب تقی خان۔ ہاں خوب یاد ہے خدا نے خوب ہی بچایا
 نہیں تو واللہ ایسے پھنسے تھے کہ توبہ ہی بھلی۔

نواب آسمان خواہ۔ اب کیا اوسکا کچھ خیال نہیں؟

نواب تقی خان۔ جو بھر بھی نہیں۔

نواب آسمان خواہ۔ تو تمہارا عشق خام تھا۔ صرف محبت

ہو گئی تھی۔ معشوق بھی کہیں بھول سکتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ میں

خوشیدی بیگم کو (ہاے کیا پیارا نام ہے!) کبھی بھولونگا کبھی

نہیں۔ یہ دعا بس حشر شام ہی افضل کی بد مرتے دم

منہ سے مرے یار کا کلمہ نکلے گا (اور) بعد مردن یہ تمنا ہے دل

مخزون کی یہ کوچہ یار سے ہو کر مرالاشہ نکلے گا۔

ثواب تنہی خان۔ بھئی مثل مشہور ہے دو ملائین مرغی حرام
 ایک کے ہو رہو۔ ادھر شوق وصال۔ او دھرو نکا خیال۔ اچھا
 نہیں۔ مین بتاؤں۔ ایک کام کرو۔ جوان دونوں مین زیادہ
 حسین ہو اور جسکی طہر تمہارا دل زیادہ جھکے اور سب سے بیاہ کرو
 ثواب آسمانچاہ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔
 کہان خورشیدی یگم۔ کہان میں ہر برٹ۔ اگر کہ میں ہر برٹ بھی
 حسین ہین۔ لیکن یہ جو بن۔ یہ سادہ پن کہان پاسکینگی خدا
 گواہ ہے کہ جسدن سے اوس تصویر سراپا تنویر کو دیکھا ہے۔ میرا
 عجب حال ہو رہا ہے۔ ہر ساعت ہر لحظہ وہی صورت آنکھوں
 کے سامنے گھومتی رہتی ہے۔ ہر شب اوسیکو خواب میں دیکھتا ہوں
 ہاے وہ جادو نگاہی وہ شیرین ادائی! کس کس بات کو یاد
 کروں۔ جب خیال آتا ہے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ تقی خان! مجھکو
 عشق اس صدم عابد فریب سے ہو گیا ہے۔ سمجھے عشق۔ مان
 عشق ہے۔ واللہ میں لوگوں پر ہنستا تھا۔ طعنہ دیا کرتا تھا۔ ان سب
 باتوں کو بناوٹ سمجھتا تھا۔ لیکن اب قدر معلوم ہوئی کہ حضرت عشق

نواب تقی خان - لو مبارک ہو! اب تو نسبت بھی مقرر ہو گئی۔
چین ہی چین لکھتا ہے۔

یہ نواب آسمان جاہ کے لنگوٹے یار تھے۔ اور ان دونوں
میں بڑی محبت تھی۔

نواب آسمان جاہ - لیکن یار یہ چھ مہینے کی مہلت بڑی
کھٹن ہے۔

نواب تقی خان - سچ ہے۔ حضرت انسان بڑے حریص
ہوتے ہیں۔ کمان تو نسبت ہونے کی تمنا میں شب و روز
دعائیں مانگتے تھے۔ اور جب نسبت مقرر ہو چکی تو اب اسکی
شکایت ہے۔ اب آپ چاہتے کیا ہیں؟ کہ ابھی دو لکھن کو گود
میں اوٹھا کر لے آئے۔ بھائی! جو اپنی بیٹی دیگا وہ سمجھ بوجھ کے یا
یون ہی؟ چٹ منگنی پٹ بیاہ۔ لیکن بس ہر پٹ کو کیا
جواب دو گے؟

نواب آسمان جاہ - میں بھی اسی سوچ میں ہوں۔ اونکو بڑا رنج
ہوگا۔

کا پھول خدمت جانان میں پہونچے۔

اپنے ہاتھ سے پھول جس قدر گرے ہوئے تھے چٹکے اوس لڑکے
کے حوالے کئے۔ اور کہا کہ جس قدر پھول تو کی ضرورت ہو یہاں سے
لیجانا۔ تجھ کو کوئی نہیں روکے گا۔ یہ منہدی کی بتیان گری ہوئی ہیں
انکو بھی چن لے۔

نواب آسمان جاہ۔ (ایک پتی اوٹھا کر) شعر

عجب رسائی قسمت ہے اے حنائی تیری

چمن جو چھوٹ گیا دست نازین رہی

نواب تقی خان۔ اُہو ہو ہو۔ کیا شعر ہے! واللہ جی

خوش ہو گیا۔ پھر پڑھو۔

نواب آسمان جاہ۔ عجب رسائی قسمت ہے اے حنا

تیری چمن جو چھوٹ گیا دست نازین رہی

نواب تقی خان۔ واہ کیا خوب کہا ہے۔ (اور ہنسکے)

یہاں تمھارے حسب حال بھی ہے۔

چھو کر۔ اب جاؤں۔

نواب آسمان جاہ۔ ایک روپیہ انعام دیکر۔ ہان باب
توجا۔ اپنی دادی کو کل اپنے ساتھ لے آنا۔

چھوکر انہایت خوش ہوا۔ پھول کے پھول پائے۔
انعام کا انعام ملا۔ دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر کا راستہ لیا۔

آسمان جاہ نے اپنے دلمین سوچا کہ قسمت نے یہہ سامان
کر دیا ہے۔ شاید اسی ضعیفہ کے سبب سے درِ دلدا تک رسائی
ہو۔ جلد باز آدمی تو تھے ہی۔ یہ کل تک کی بھی مہلت زیادہ معلوم
ہوئی۔ اوس چھوکرے کو پکارا۔

نواب آسمان جاہ۔ اپنی دادی کو کہہ دینا کہ نواب محشم الدولہ
کے یہاں آج جاتے وقت ادھر سے ہوتی جائے۔
چھوکر ا۔ بہت خوب۔

نواب آسمان جاہ اور نواب تقی خان شام تک وہیں ٹہلتے
رہے۔ اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ جب آفتاب غروب
ہوا تو یہہ لوگ نماز مغرب پڑھ کر اندر مکان کے تشریف لائے۔
نواب آسمان جاہ بہادر مالن کا انتظار دیکھ رہے تھے۔ ایک جگہ قمار

تک نہ تھا۔ کبھی دروازے کی طرف دوڑ جاتے۔ کبھی برآمدے
میں کھڑے ہو کے ادھر ادھر دیکھتے کہ کہیں وہ بوڑھی ہی صورت
نظر آجائے۔ لیکن جب اس قدر دیر ہوئی تو یہ مایوس ہوئے
اور سمجھے کہ شاید وہ چھو کر اکھیل کو دین کہنا بھول گیا۔

نواب تقی خان۔ تمہارے پانوں میں کیا چکر ہے۔ جو ایک
جگہ چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ آخر یہ ہے کیا؟

نواب آسمان جاہ۔ اوس مالن کے انتظار میں دل
بیستار ہے۔ کہیں وہ چھو کر اکھنا بھول تو نہیں گیا؟

نواب تقی خان۔ نہیں اب آتی ہوگی۔ آخر گناہنا
بنانے میں دیر بھی تو ہوتی ہے۔ لیکن اوس مالن سے تمکو
کیا واسطہ؟

نواب آسمان جاہ۔ بھئی تم کیسے عقل کے کوڑھ ہو۔ اتنا
نہیں سمجھتے کہ وہ برابر وہاں آیا جا یا کرتی ہے۔ ہر کسی سے واقف
ہوگی۔ اوس سے پورا حال وہاں کا معلوم ہو جائیگا۔

نواب تقی خان۔ تم بڑے بے صبر ہو۔ وہاں کا حال

کیا دریافت کرو گے؟ تصویر دیکھ ہی چکے ہو۔ مڈل بھی تمہارا
سامنے ہی ملا ہے۔ مس ٹامسن سے ساری کہانی سن چکو
اسپر بھی بے بھری!

نواب آسمان چاہ۔ تم سمجھتے نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ
اوسکی معرفت۔ وہاں کی سن گن لون۔ اور اگر ممکن ہو تو دلدار
مکت کی طرح پہنچوں۔ اور اپنی زبان سے اظہار محبت کروں۔
نواب تقی خان۔ یہ کہئے۔ یہ سوچھی ہے۔ بھئی خاصے
پاکل ہو۔ خدا کے واسطے اس خیال سے درگدرو۔ شریفون
کے گھروں میں نا محرم لوگوں کا جانا کیسا۔ اول تو وہاں تمہارا
پہنچنا ناممکن۔ دوسرے اگر کسی طرح سے چھپ چھپا کے
پہنچے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ تو کہئے کیسا ہوگا؟ نواب
مختتم الدولہ آپ سے بہت خوش ہونگے؟۔ اور اوسی دن
آپ کو اپنی بیٹی حوالہ کر دیں گے! تو بہ تمہارا جیسا شخص اور یہ خیال
کرے۔ تم جانتے ہو اسی سبب سے نواب مختتم الدولہ نے چھ مہینے
کی مہلت لی ہے۔ کہ تمہارے حرکات و سکنات سے بخوبی

واقف ہو جائیں اور انکے جاسوس تمام پھرے پھرتے ہیں۔
نواب آسمان جاہ۔ تم ہو بزدلے۔ تم دیکھ لینا کہ جاؤنگا بھی
 اور سیکو نشان تک بھی نہ معلوم ہوگا۔

نواب تقی خان۔ (منہ بنا کر) دیوانے ہو۔ تم پر تو آج کل
 جن سوار ہے۔ میری صلاح سنو گے نہیں۔ اپنی عقل کو دورا
 ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ بڑی بڑی بات ہے۔ اور اسے
 چلکے پھتاؤ گے۔

نواب آسمان جاہ۔ اچھا مانا کہ جاؤنگا نہیں۔ لیکن اس
 مالن کے ذریعہ سے وہاں کی کچھ سن گن تو معلوم ہو گئی
نواب تقی خان۔ ہاں اسکا مضائقہ نہیں ہے لیکن
 یہ بھی بیکار ہے۔

ان لوگوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ چوہدری نے
 اگر عرض کیا کہ ایک مالن کہیں سے آئی ہے۔ کہتی ہے
 کہ حضور نے اسے طلب فرمایا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ (عجبا متحیر ہو کر) کون مالن؟ کہاں سے

آئی ہے؟

چوہیدار حضور یہ تو پوچھا نہیں۔ لیکن غلام سمجھتا ہے کہ کوئی بہروپیا بھیس بدل کر انعام پانے کی خاطر حاضر ہوا ہے۔
نواب آسمان جاہ - خیر او سکو جلد حاضر کرو۔

جب چوہدار گیا تو آسمان جاہ بہادر نے تقی خان کمطرف

دیکھا اور مسکرائے۔

نواب تقی خان - ایک چھٹے لچے ہو۔ کیسے انجان
بنگے تھے! پوچھتے ہیں کون مالن ہے۔ کہاٹے آئی ہو۔
نواب آسمان جاہ - لیکن میرے آقاے نامدار مجھ سے
بھی بڑھ گئے۔ وہ بہروپیا بنائے دیتے ہیں۔

نواب تقی خان - اچھا اب میں دوسرے کمرے میں
جاتا ہوں۔ تم یہیں بیٹھے رہو۔

نواب آسمان جاہ - نہیں تم سے پردہ کیا۔ تم
بیٹھے رہو۔

نواب تقی خان - تم نہیں سمجھتے اس بائے میں تخلیہ

ضرور چاہئے۔ ابھی تم ناجتس رہ کر ہو کیا سمجھو گے
 نواب آسمانجاہ تو دلسے یہی چاہتے تھے۔ اسمین
 اصرار نہ کیا۔ نواب تقی خان دوسرے کمرے میں جا بیٹھے۔
 ادھر وہ بوڑھی مالن پھول کی ڈالی ہاتھ میں لئے پہنچی۔
 نہایت جھک کے سلام کیا۔ قبل اسکے کہ نواب آسمانجاہ
 کچھ کہیں مالن نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ خداوند جب اس لونڈی
 نے دیکھا کہ پھول بالکل صنائع جاتے ہیں۔ اور باغبان
 غیرون کے ہاتھ بچتا ہے تو لونڈی نے خود ہی کچھ دے لیکے
 ٹھیکہ لے لیا۔ قضا را اوس دن حضور کی نظر پڑ گئی۔ ہمارے
 پوتے نے بالکل قصہ بیان کیا ہے۔ خداوند کس نے سے
 حضور کی تعریف کروں۔ شہزادے نواب زادے ایسے
 بنی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دوسرا اوس جگہ ہوتا تو خدا جاتے
 کیا حال کر دیتا۔ یہ حضور ہی کا طفس تھا کہ اس درجہ ترحم کیا۔
 حضور بسم جم جیتیں۔
 نواب آسمانجاہ۔ (تبسم کر کے) اسکا تو بھکو خیال بھی

نہیں ہے۔ بلکہ میں نے اوس چھو کرے کو کہہ دیا ہے کہ برا بھلا
 سے پھول لیجا یا کر۔ اب تم مالی وغیرہ کے پھندے میں نہ پڑو۔
 تم کو اجازت ہے کہ جس قدر پھول چاہو یہاں سے لیجاؤ۔
 مجھ کو بہت چاہئے بھی نہیں۔ تمہارا نام کیا ہے؟
 مالن۔ جی ہمارا اصل نام جمیلی ہے۔ لیکن لوگ ہم کو گلاب
 کی مان کہہ کے پکارتے ہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ گلاب کی مان کیا؟ کیا تمہاری کوئی لڑکی
 بھی ہے؟

مالن۔ جی مان۔ اللہ کے حکم سے دو دھڑ پوت سے بھری ہو
 نواب آسمانجاہ۔ یہہ ڈالی میں کیا ہے؟
 مالن۔ پھول کے گہنے۔ حضور ہی کا مال ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ یہ کسے واسطے تم لے جاتی ہو؟۔

مالن۔ بڑے نواب صاحب کے یہاں۔ ہم اوس سرکا
 میں نوکر ہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ تم سے ایک بات پوچھتے ہیں سچ سچ کہنا

نواب محترم الدولہ کی صاحبزادی واقعی بڑی حسین ہیں؟
 مالن۔ (مسکرا کر) لے اب ہم کیسے کسی کے گھر کی بات کہیں!
 نواب آسمان جاہ۔ میں اس سبب سے پوچھتا ہوں کہ میری
 نسبت کا پچینام وہاں سے آیا ہے۔ اگر سچ مح حسین ہیں تو
 بیاہ کرونگا۔ نہیں تو کالی کھوٹی کو سلام۔
 مالن۔ توبہ توبہ کالی کھوٹی! چاند سا گھڑا۔ ہنس مکھ خندہ پیشانی
 اوٹھتی کوپل لے ابھی سن ہی کیا ہوگا۔ پندرہ سولہ برس
 بھی شاید نہ ہو۔

نواب آسمان جاہ۔ (ہنسکے) برس پندرہ یا سولہ کا سن۔
 جوانی کی راتیں مراد وہاں کے دن۔
 مالن۔ لے یہ اب آپ کہتے۔ آپ لوگ برابر کے ہیں۔ ہم بوجھسی
 اون کی لونڈی دلی ہی آپ کی۔

نواب آسمان جاہ۔ دیکھو تم بچوں کے کہنے کیسے بناتی؟
 مالن۔ اب تو صبر نہیں آگئی پہلے البتہ بناتی تھی۔ ہماری
 لڑکی خوب بنالیتی ہے۔

نواب آسمان جاہ خیر دیکھوں تو۔

مالن نے ڈالی پھول کی سامنے رکھ دی۔ نواب آسمان جاہ نے ایک ایک گہنا اوٹھا اوٹھا کر دیکھا جسوقت یہ اون پھول کو چھوتے تھے عجیب طرح کی حسرت دلیں ہوتی تھی۔ اور کلمہ سن سے نکلا پڑتا تھا۔

نواب آسمان جاہ۔ تم سے ایک بات کہنی ہے۔ اگر تم اس میں مستعد ہو اور وعدہ واثق کرو تو مالا مال کر دین؟

مالن۔ بھلا حضور کے کام میں جان بھی جاے تو یہ لونڈی ریع نہ کرے گی۔

نواب آسمان جاہ۔ (ایک توڑا ہزار روپے کا نکال کر) یہ تمہارا ہے۔ اگر وہ کام میرا تم نکال دو۔ اور اسپر کیا موقوف ہے اور بہت کچھ مل جائیگا۔

مالن۔ (تفکے) یہ اس قدر روپے لے کے ہم کیسے کہاں؟ لونڈی سمجھتی ہے حضور ہماری پرورش کرتے ہیں۔ ہمیں مجھ پیاری غریب دکھیا سے کون کام حضور کا نکل سکتا ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ بہت کچھ اگر تم استعداد ہو۔ اور ڈرو نہیں۔
مالن۔ لے اب بول دیجئے۔ ہم برابر سوچتے ہیں۔ لیکن کچھ نہیں
عقل میں آتا ہے۔

مالن اپنے دلمین کہہ رہی تھی کہ یا اللہ وہ کونسا کام ہے
جسکے واسطے ہزار روپے دیتے ہیں!۔ جسقدر سوچتی تھی
وحشت پڑھتی جاتی تھی۔

جب نواب آسمانجاہ بہادر نے دیکھا کہ وہ بہت اصرار
کرتی ہے اور لالچ نے بھی کچھ گھیرا ہے۔ آنکھیں توڑے
کیطرف جھکی پڑتی ہیں۔ تو اونھوں نے اظہار مطلب کیا۔
نواب آسمانجاہ۔ سنو بی جمیلی! میری نسبت نواب
محترم الدولہ کی بیٹی سے جن کے واسطے تم یہ کہنے لیجا یا
کرتی ہو قرار پائی ہے۔ لیکن میرا دستور نہیں کہ بے سمجھے
بوجھے دیکھے بھالے کو ہی کام کروں لوگوں سے سنا ہے کہ
وہ لڑکی بڑی حسین اور عقلمند سلیقہ شعار ہے۔ لیکن دو ٹنٹرن
کی بات پر تکیہ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

مالن۔ حضور! ہم سے پوچھ لیجئے نا! ہم نے تو گودیوں کھلایا ہے
کوئی بات ہم سے سچھی ہوئی نہیں ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ مان یہ سب سچ ہے لیکن میں
دوسرے کی پسند کا قائل نہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ تم
کسی طرح سے مجھ کو ایک نظر وہاں لیجا کے دکھا دو تو آرزو
کی نکل جاتی۔ کیون تم چپ کیوں ہو؟

مالن۔ لے اب حضور یہہ لوٹدی کیا عرض کرے۔ وہاں بھلا
پرانی عورتوں کا تو گذر ہی نہیں ہے۔ آپ کس طرح سے جاسکتے
ہیں!۔ اور قصور معاف ہو یہ بات آپ کی وضع اور آبرو کے بھی
خلاف ہے۔ وہ بھی بڑا گھر ہے۔ اور ہم برابر وہاں کے نمکخوار ہیں
کیسے یہ بات کریں۔ کیا لوگ کہیں گے!۔

نواب آسمان جاہ۔ اسمین برائی کیا ہے؟ صرف ایک نظر
دیکھ کے چلے آئینگے۔ آخر نسبت قرار پا ہی چکی ہے چھ مہینے کے
بعد بیاہ ہو ہی جائیگا۔ اور تمکو اگر اپنی نوکری کا خیال ہے تو اس
سے اطمینان رکھو تا زندگی اپنی تمکو نسلاً بعد نسل سو روپے ماہواری

دیا کرونگا۔ اسکے علاوہ یہ ہزار روپے نقد ابھی موجود ہیں۔ اور
بھی جو کچھ کہو گی اوس سے دریغ نہ کرونگا۔

مالن۔ تو لونڈی آج سوچ لے کل جواب دیگی۔

نواب آسمانجاہ۔ اچھا یہ ہزار روپے لے جاؤ۔

مالن۔ اسوقت تو بیگم صاحب کے یہاں جاتے۔ کہاں ٹھہرو گے۔
لے جائیں گے۔ کل جیسا ہوگا بھالاؤنگی۔

نواب آسمانجاہ۔ اچھا تو جاؤ۔ لیکن کل شام کو جواب دینا۔
اپنا نفع ضرر سوچ لینا۔

اودھر مالن رخصت ہوئی۔ اودھر نواب آسمانجاہ سوچنے
لگے۔ کبھی کہتے تھے کہ نہایت بُری حرکت ہے۔ اگر نواب تحتشم الدولہ
کو معلوم ہو جائیگا تو نہایت بُرا ہوگا۔ پھر کہتے تھے کہ وہ کیا وقت
ہوگا جسوقت اوس جو رپری پیکر سے باتیں کرونگا۔ عقل و دل
کی لڑائی ہوتی تھی۔ عقل کہتی تھی کہ زہار یہ کام نہ کر دل کہتا تھا کہ زندگی
کا یہی مزا ہے۔

آسمان جاہ نے ٹھان لی کہ اب اوس مالن پر چھوڑ دو۔ اگر

اوسنے سبیل کی توفیہا ورنہ اصرار نہ کرو۔

دروغ گوراحافطہ نباشد

مالن و مان سبے جو خست ہوئی تو سیدھی بڑی بیگم صاحب
کی محاسن میں پہونچی۔ اور موافق معمول کے خورشیدی بیگم
کے کمرے میں آئی۔

خورشیدی بیگم۔ اللہ! تم نے تو آج اس قدر دیر لگائی کہ ہلوگ
ابھی آدمی بھیجنے کو نکلتے۔ یہ اتنی دیر کیا کرتی تھیں؟

مالن۔ بیگم صاحب! ایک بھانجی ہمارے ملک سے آگئی ہے
اوس کی دعوت مدارات میں پھنس گئی تھی۔

خورشیدی بیگم۔ بھکاری سگی بھانجی ہے؟ نام کیا ہے؟
مالن۔ جی نہیں دور کی قرابت ہو۔ دیکھئے کیا تو نام ہے۔ گورا
یاد بھی نہیں پڑتا ہے۔ اے بھلا سا نام ہے۔

مشرقی بیگم۔ اے واہ اپنے قراتبندوں کا نام بھول
جاتی ہو؟

مالن۔ بیگم صاحب بوڑھا پے سے ضبط ہو گئی۔ دیکھئے یا ڈپرا۔

نرگس۔

خورشیدی بیگم۔ سن کیا ہے؟ شادی ہوئی ہے یا نہیں؟
اب بی چیلی بے ندین جھانکے لگین کہ کیا کہین۔ کوئی بات
سچ ہو تو آدمی جواب دے ایک جھوٹھ کے سپہ ہزار جھوٹھ
کہنا پڑا۔ چوٹی گوندھنے لگی عہدا جواب نہ دیا۔

خورشیدی بیگم۔ اے واہ سنایا نہیں؟ میں نے کیا
پوچھا تھا؟ بیاہی ہے یا کنواری؟

مالن۔ جی؟

خورشیدی بیگم۔ تم ہو کہاں اسوقت؟ پوچھتی ہوں کہ
تمھاری بھانجی کنواری ہے یا بیاہی؟

مالن۔ (جلدی سے) بیاہی ہے۔ نہیں تو بہ کنواری ہے۔
خورشیدی بیگم و مشتری بیگم ہنس پڑیں۔

بی مالن نے جی میں ٹھان لی کہ سیوا سے ہانکے

نہیں نہ کہو۔ نہیں تو بات زیادہ بڑھیکے۔

مشتری بیگم۔ آج ہی آئی ہے؟

مالن جی ہان۔

خورشیدی بیگم۔ ابھی یہاں رہیگی؟

مالن۔ جی ہان۔

مشتری بیگم۔ کیا نوکری کی تلاش میں آئی ہے؟

مالن جی ہان

خورشیدی بیگم۔ اچھا تو کل اپنے ساتھ لے آنا۔ میں
نوکر رکھ لوں گی۔

بی مالن جی ہان کہنے کو تھیں کہ نشہ ہرن ہوا۔ صرف
جی کر کے رہ گئیں۔

خورشیدی بیگم۔ کہتی ہوں کہ کل اوسکو اپنے ہمراہ لے آنا
مجھ کو آجکل حاجت بھی ایک مہری کی ہے۔ تمھاری خاطر
سے اوسکو رکھ لوں گی۔

مالن۔ بیگم صاحبہ وہ شرمیلی بلی ہے۔ یہاں آئیگی نہیں۔
کہیں آتی جاتی نہیں۔

مشتری بیگم۔ تم نے تو آج بھنگ پی ہے۔ بہکی بہکی

بہکی بہکی باتیں کرتی ہو۔ ابھی تم نے کہا کہ نوکری کی تلاش میں آئی ہے۔ اور پھر کہتی ہو کہ کہیں آتی جاتی نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ خیر جو ہو کل ضرور اپنے ہمراہ لیتی آنا۔
نہیں تو میں سخت ناراض ہوں گی۔

مالن۔ (دبی آواز سے) بہت اچھا۔

خورشیدی بیگم۔ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ آج تم کچھ گھبرائی سی معلوم ہوتی ہو؟

مالن۔ بیگم صاحب! سر میں نہایت شدت کا درد ہو گیا ہے۔

مشری بیگم۔ تو آج جاؤ ہملوگ اپنے ہاتھوں سے

پہن لینگے۔ سر میں اگر درد ہے تو جاؤ۔ خواہی نحواہی پریشان

تک کہ کیون کریں۔

خورشیدی بیگم۔ لیکن دیکھو کل اپنی بھانجی کو ضرور لانا۔

پھر چائے دیتی ہوں۔

مالن وہاں سے پریشان اپنے یہاں آئی۔ سوچنے لگی

کہ اب کیا کروں۔ کیسی بھانجی اور کس کا بھانجا۔ وہ تو سب

فقرہ تھا۔ کل کیا جواب۔ دونگی! یہ جھوٹ بولنے کی سزا ہے اب قسم کھاتی ہوں۔ کبھی جھوٹ نہ بولونگی۔ ایک بات کے نبائے کے واسطے کس قدر جھوٹ بولنا پڑا۔ خیر کسی ہمسایہ کی لڑکی کو کل لیجاؤنگی۔ چلو چھٹی ہو جائیگی۔

یہ اسی خیال میں تھی کہ نواب آسمانجاہ کی باتیں اور ہزار روپے کا توڑا یا دپڑا۔ دل میں سوچنے لگی کہ اس سے کیا بڑھ کے موقع ہاتھ لگے گا۔ انھیں کو عورت کے کپڑے پہنا کے تھوڑی دیر کے واسطے لے چلو۔ یہ سب سمجھ بوجھ کے آسمانجاہ بہادر کو مردہ طرب انگیز سنانے چلی۔ اسکو اس قدر تاب کہان کہ کل تک ٹھہرے۔ جو روپیہ ہاتھ میں آجا وہی غنیمت۔ قریب نو بجے کے بی چمیلی در دولت پر آموچ ہوئیں۔

چوہدرار۔ کہان چلی جاتی ہے؟ پوچھتا ہوں تو بتائی نہیں۔ مالن۔ ہوش کی دو اگر مردوے۔ آج تک مجھ کو کسی نواب زادے نے تو ٹوٹا نہ کی۔ اور تیری طاقت ہوئی کہ

اس طرح کی گفتگو کرے۔

چو بدار۔ (ہنسکے) شاید کسی زمانے میں تمہاری قدر ہوئی ہوگی۔ لیکن اب کون پوچھیگا۔ ذری آئینہ میں صورت تو دیکھ لو۔

مالن۔ اللہ جانتا ہے۔ کھڑی کھڑی نہ نکلوا دوں تو نام نہیں چو بدار۔ پھر کہاں جاتی ہے؟ پہلے بتا نام کیا ہے؟ اور کس کام کے واسطے آئی ہے؟

مالن۔ تجھ کو تو کبھی نہ کہیں گے۔ رو تو جا تھوڑی دیر میں تیرا بستر ایہاں سے نہ اٹھوایا تو کیا!

یہ بات ابھی ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ایک دوسرا چو بدار جو پہلی دفعہ مالن کو آسمانجاہ بہادر کے حضور میں لگیا تھا آیا اور پوچھا کہ یوں صاحب پھر کہاں آئیں اسوقت کیا کام ہے؟

مالن۔ نواب صاحب کے پاس آئی ہوں۔ کچھ کام ہے۔

چو بدار۔ اسوقت تو ملاقات ہوگی نہیں بہت دیر ہو گئی،

مالن۔ تم آنا جا کے کہدو کہ وہ مالن حاضر ہوئی ہے کچھ
عرض کرنا چاہتی ہے۔

چوہدار نے کہا۔ ہم جاتے تو ہیں۔ لیکن اسوقت ملاقات
نہیں ہوگی۔

آسمان جاہ بہادر پلنگ پر اپنے معشوق پر ہی تمثال
کے خیال میں کروٹیں بدل رہے تھے کہ وہی چوہدار آہستہ
آہستہ پہنچا اور انکو پلنگ پر دیکھ کر اوٹے پانوں پھرا
سمجھا کہ شاید طبیعت کچھ ناساز ہے جو اسوقت آرام
کرتے ہیں۔ اب ملاقات کبھی نہیں کریں گے۔ بہتر ہے کہ
پلٹ جاؤں۔ پانوں کی آہٹ جو معلوم ہوئی تو آسمان جاہ
نے پکارا کون ہے؟

چوہدار نے کچھ جواب نہ دیا۔

نواب آسمان جاہ۔ (زور سے) کون ہے؟ بولنا، نہیں؟

چوہدار۔ (کانپ کر) حضور! غلام ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ کیا ہے؟ کیوں اسوقت آیا؟

چو بدار۔ (خوف سے) خداوند کچھ نہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ کچھ نہیں تو یونہیں ادھر چلا آیا
بیشک کوئی کام کے واسطے آیا ہوگا۔ کیا چوری کرنے کا
ارادہ ہے؟

چو بدار۔ حضور! سالہا سال سے نمکخوار چلا آتا ہے
لیکن کبھی اسکا وسوسہ بھی نہیں ہوا۔
نواب آسمانجاہ۔ تو کیا چاہتا ہے؟

چو بدار۔ خداوند! میں پھیر دیتا ہوں۔ میں نے پہلے
ہی کہا تھا کہ یہ کون وقت ملاقات کا نکالا ہے۔ لیکن وہ
سنٹی کب ہے۔

نواب آسمانجاہ گھبرائے کہ یہ عورت کون اسوقت
آئی ہے! پوچھا کہ جو ان ہے یا بوڑھی؟

چو بدار۔ حضور! وہی مالن آئی ہے جو اسوقت حاضر
ہوئی تھی۔ میں نکلواؤں دیتا ہوں حضور آرام فرمائیں۔
نواب آسمانجاہ۔ (جلدی سے) فوراً میرے پاس

بھیج دو۔ دیکھو کہ میں چلی نہ گئی ہو۔ خبردار جو تم لوگوں نے
سیوقت آنے میں روک ٹوک کی۔ اوسکو اذن عام میں نے
دیا ہے۔ جسوقت چاہے یہاں آئے

چو بدار کو سخت حیرت ہوئی۔ لیکن کرا کیا۔ چپ چاپ
وہاں سے آیا۔ اور مالن سے کہا کہ چلے آپ نے تو خدا
جائے کیا سحر پڑھ دیا ہے۔ آپ کا نام سننے ہی اوٹھ بیٹھے
اور مجھ سے کہا کہ فوراً بھیج دو۔ اور آنے جانے میں یہاں
کے روک ٹوک نہ کرو۔

مالن۔ (پہلے چو بدار کی طرف دیکھ کر) دیکھی بھڑے تو نے میری
قد ر؟ اب کھڑی کھڑی تجھ کو نہ نکلوا دوں تو کہنا!
دو سراجو بدار۔ لیکن آپ میری سفارش کر دیجیگا میں
آپ کا حکم بجالا یا ہوں۔

مالن۔ ہاں اب آپ اور حکم سب کچھ منہ سے نکلتا ہے خیر
تیرے واسطے سفارش کر دوں گی۔

عنه ضحك مالن بہر اخرابی لڑجھکرو اب آسمان جا ہوا

کے کمرے میں پہنچیں۔

نواب آسمان خواہ۔ کیا ہے؟ خیر ہے؟ یہ اس قدر جلد یہاں
کیونکر آئیں؟

مالن۔ (آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر) حضور کا اقبال چاہتے
سب خیریت ہی خیریت ہی۔ لیکن خداوند! اس وقت لوٹتی
کی عورت اور جاتی۔ اس سن تک پہنچی۔ لیکن آج تک
ایسے کلمات نہ سنے تھے جیسے آج سنے۔

نواب آسمان خواہ نے سمجھا کہ شاید نواب محترم الدولہ
کے یہاں کچھ سخت و سست کسی نے کہا۔ کہا کہ کچھ پروا
نہیں میں تم کو اچھی طرح سے رکھوں گا۔ تم کو کسی بات
کی وہاں سے کمی نہ ہوگی۔

مالن۔ اے حضور جسم جم جین۔ آپ ہی صاحبوں کا تو
سہارا ہے۔ وہاں لوٹتی کی بڑی قدر ہے۔ وہاں ہمیں
کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اس وقت۔۔۔۔

نواب آسمان خواہ۔ کیا کسی نے یہاں کچھ کہا؟ نام لو

ابھی اوسکو نکلوا دوں۔

مالن۔ اللہ حضور کو قائم دائم رکھے۔ جلد دو لہا دو وطن کا
سہرا بندھواے (آنکھوں میں آنسو لا کر) حضور! لونڈی
حضور میں کچھ عرض کرنے اسوقت آئی ہے جو ہین دروا
کے پاس پہونچی کہ ایک چوہدار نے للکارا کہ کہاں جاتی ہو؟
میں نے نہایت نرمی سے حضور کا نام لیا اور عرض کیا
کہ حضور سے کچھ کہنا ہے۔ اسپر اوسنے صدمہ گالیاں دیں
اور جو منہ میں آیا تو تھار کئے لگا۔ وہ تو خدا نے خیر کی کہ دوسرا
چوہدار آ پڑا نہین تو حضور میری بے وقری ہو جاتی اور واپس
چلی جاتی۔ اور وہ بات جو حضور کو سنایا چاہتی ہوں جی
ہی میں رہ جاتی۔

نواب آسمانجاہ۔ ہاں یہ بات ہے! میں ابھی اوسکو
نکلوا دیتا ہوں۔

مالن۔ اے حضور اب جانے بھی دیجئے حضور نے اس قدر
فرمایا میری عزت بخشی ہو گئی۔

نواب آسمانجاہ - نہیں میں ابھی نکلو ادیتا ہوں - ایسی
گستاخی اوسنے کی ! - کوئی ہے؟

چوہدار - حاضر -

نواب آسمانجاہ - کہنے اس بیچاری بوڑھی عورت
کو دشنام دی تھی؟

چوہدار - خداوند یہ غلام نہیں - بلکہ پوچھ لیا جائے -
شاید منور خان نے کچھ کہا تھا -

مالن - ہاں اسنے نہیں کہا تھا - بلکہ اسی کے سبب سے
یہاں تک حضور میں پہنچی - حضور کچھ اسکی ترقی میری
خاطر سے فرماوین - بڑا غریب ہی - اور سارا کنبہ اسکا
اسیکے ایک دم سے پرورش پاتا ہے -

نواب آسمانجاہ - اوپر دو روپیہ جرمانہ کیا گیا - اور
تمھارے مشاہرے میں ایک روپیہ اضافہ ہوا -

چوہدار جھک کر آداب بجالایا - اور رخصت ہوا -

نواب آسمانجاہ - دیکھا تمھاری خاطر کقدر مجھکو منور

اب کچھ میرا بھی کام تو کرو۔
 مالن۔ اے حضور مالک ہیں۔ لونڈی کی عزت بخشی فرما۔
 اور کام کو تو حضور لونڈی حاضر ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ کہو وہاں کی کچھ سُن گُن پائی؟ میرا بھی چرچا
 وہاں ہوتا ہے یا نہیں؟

مالن۔ اے حضور یہ پوچھنے کی بات ہے۔ گھر کا گھر حضور ہی کا نام
 لے رہا ہے۔ جہاں سنئے حضور ہی کا نام پکارا جاتا ہے۔ اور
 صاحبزادی بھی بہت خوش معلوم ہوتی ہیں منہ سے کچھ نہیں
 کہتیں۔ لیکن دل ہی دل میں کھلی جاتی ہیں۔

مالن نے اور دس پانچ فقرے اپنی طرف سے ملا کے

کہہ دیئے تو آسمانجاہ نہایت محظوظ ہوئے۔

نواب آسمان جاہ۔ تو اب لیچنے کی بھی کوئی تدبیر سوچی ہے۔

مالن۔ حضور سب ہوا جاتا ہے۔ لیکن خداوند انعام پورا ملے۔

بڑی بدنامی اس میں ہے۔ مل حضور کے واسطے جان بھی اگر کام
 آئے تو دریغ نہ کرونگی۔

نواب آسمان جاہ نے دیکھا کہ یہ بوڑھی کھوسٹ بڑی لالچی ہے۔ جب تک وہ روپے کا توڑا نہ دیکھیگی پوری بات نہ کہیگی فوراً اپنا لوہے کا صندوق کھول کر ایک ہزار کا توڑا نکالا اور بی چمپلی کے حوالے کیا۔ بی چمپلی نے صد ہا دعائیں دیں۔

نواب آسمان جاہ۔ لو اب کہو کیا تدبیر سوچی ہے؟
بی چمپلی۔ حضور اس لباس میں تو جاہنیں سکتے۔ تبدیلِ ہیئت کرنا ہو گا؟

نواب آسمان جاہ۔ جس لباس میں کہو۔ لیکن تبدیلِ ہیئت کیا نام کٹوا ڈالوں؟

بی چمپلی۔ اے توبہ! حضور عورت کا بھیس بدل کر ہم وہاں کہہ آئے ہیں۔ کہ میری ایک بھانجی دور کی قرابت کی آئی ہے۔ اور کل آپ لوگوں کی قد مبوسہ کو حاضر ہوگی (مسکرا کر) تو حضور کو میری بھانجی بنا ہو گا۔

نواب آسمان جاہ۔ (اسنکے) کیا مضائقہ لیکن زمانے کپڑے تو میرے پاس ہنیں؟

مالن۔ حضور یہ لونڈی لیتی آئیگی۔ صرف کچھ روپے خرچ ہونگے۔
کرایہ پر کپڑے بہت ملجائے تھیں۔

نواب آسمانجاہ۔ (ہنسکے) تمکو روپیہ کی خواہش بہت ہے؟
خیر کل کسوقت؟۔

مالن۔ حضور بعد چراغ جلے۔ اندھیرے میں اچھی طرح تمیز نہوگی
اور ایک بات گراور کیجئے۔ کیسے کہوں جی ڈرتا ہے؟۔

نواب آسمان جاہ۔ کہو کہو۔

مالن۔ ذرا اُس ترگا لون پر پھیر لیجئے۔ گوا بھی سبزہ برائے
نام ہے لیکن پھر بھی کچھ فرق معلوم ہوتا ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ اجی اسکے واسطے کچھ کرونگا

تم اطمینان رکھو۔ میرے پاس ایک انگریزی روغن بھی ایسا ہے

جس سے بالکل چہرہ مثل عورتوں کے دیکھنے لگے۔ تم بات چیت

اور صورت مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ سب میں اپنا بنا لونگا۔ تم صرف کپڑے

لے آؤ اور وہاں تک پہنچا دو۔

مالن۔ نواب لونڈی رخصت ہوتی ہے۔ کل حاضر ہوگی۔ سب

پتھرین تیار رہیں گی۔ یہ روپیہ آپ میرے مکان پر بھیجوا دیں۔
نواب آسمانجاہ نے چوہدار کو بلا کر کہا کہ یہ روپے چپ چٹا
ا کے مکان پر لیجباؤ۔

غرض کہ بی جمیلی رخصت ہوئیں۔ اور مکان پر اپنے پہنچیں
چوہدار سے کہا کہ خبردار کسی سے اس روپے کا ذکر نہ کرنا۔ نہیں تو
تجھ کو بھی کھڑی کھڑی نخلو ادو لگی۔

یہ بچا سب حالات دیکھ ہی چکے تھے کانپ اٹھے اور
بصد عجربیان کیا کہ میں کسی سے نہ کہوں گا۔

دوسرے دن بعد نماز مغرب بی جمیلی پھولون کی ڈالی
ہاتھ میں لئے زمانے کپڑے بغل میں دبائے نواب آسمانجاہ
بہادر کے مکان پر آئیں۔ یہہ تو اسکا انتظار ہی دیکھ رہے
تھے۔ خدا جانے کس طرح سے یہ اتنا بڑا دن کاٹا تھا۔ فوراً اپنے
خاص کمرے میں بلا لیا۔

نواب آسمانجاہ۔ کیوں۔ لائیں؟
مالن۔ جی مان یہ کیا ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ اچھا تم ذرا اوس کرے میں جا بیٹھو
میں تیار ہوں تو سکو بلاؤں۔

نواب آسمانجاہ طلس کا ڈوبٹہ اوڑھہ اٹلس کا لٹہ کا جس میں
چوڑی چوڑی پرتے دارگوٹ لگی ہوئی تھی پہن ہاتھوں میں سیاہ
چوڑیاں۔ کانوں میں بلبلیان زیب کر۔ انگریزی مصنوعی بال سر پر سجا
جوڑے میں ایک گلاب کا پھول رکھ۔ ولایتی پاؤڈر پہلے چہرے پر
مل۔ اور وہ روغن جبکا ذکر اوپر گزرا تمام چہرے پر لگا لیس ہو کے
آئینہ میں اپنی صورت دیکھنے آئے تو آپ پہچان نہ سکے بہت دل میں
خوش ہوئے کہ بس اب شناخت ہونی مشکل ہے۔ مالن کو
آواز دی۔ بی جمیلی جو پہونچین تو نواب آسمانجاہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے
اور آواز بد لکر کہا کہ نواب صاحب ابھی تشریف لے آتے ہیں۔ آپ
کو یہیں بیٹھنے کہہ گئے ہیں۔

بی جمیلی۔ بہت اچھا (ہنسکے) جی بندگی! اللہ جانتا ہے۔ مجھے پہلے
دھوکھا ہوا تھا۔ اگر یہ کپڑے میرے لئے نہیں ہوتے اور حضور
کی آواز نہ پہچانتی تو کبھی نہ سمجھ سکتی۔ خدا نے چاہا اب کوئی نہ پہچان
سکتا۔

لیکن خداوند بات چیت وہاں کیجے گا ذری ہوشیاری سے اپنا
نام زگس بتائیگا۔

غرض کہ بی چیلی نے سب باتیں اوس دن کی جواون بھون
میں ہوئی تھیں بیان کر دیں۔

نواب آسمانچاہ۔ نواب تقی خان سے بڑھکر مجھکو کوئی نہیں
پہچان سکتا۔ آؤ ذرا اونکے سامنے تو چلین اگر وہ بھی دھوکے میں
آجائیں تو سمجھو لگا کہ بس اب کوئی پہچان نہیں سکتا۔ وہ اوس کمر
میں بیٹھے ہونگے تم اونسے پوچھنا کہ نواب صاحب کہاں ہیں۔ پوچھینگے
وجہ۔ کہنا کہ ہماری بھانجی کو اونھوں نے دیکھنے کو بلایا تھا سو
اوسکو لیکے حاضر ہوئے ہیں۔

مالن۔ (ہنسکے) بہت بہتر۔ مل کہیں یوں بیرھڑک چلے جانے
سے خفا نہو جائیں۔

نواب آسمانچاہ۔ نہیں خفا نہونگے۔ اسکا میرا ذمہ
بی چیلی جو نواب تقی خان صاحب کے کمرے میں پہونچیں
تو دیکھا ملپ میز پر روشن ہے اور یہ کہ کسی پر بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں

اسکو ہشت جو غالب ہوئی تو آگے نہ بڑھ سکی۔ چاہتی تھی کہ پھر جا
کہ نواب تقی خان نے پکا راکون؟

مالن (کانپ کر) جی لونڈی۔

نواب تقی خان۔ کیا ہے کیا چاہتی ہے؟ یون بیڑہ
چلی آتی ہے؟ تجھ کو کسی نے روکا بھی نہیں؟

مالن۔ جی میں نواب صاحب کے حضور میں آئی ہوں۔ اون کا
حکم ہے کہ مجھ کو کوئی روکے نہیں۔ اونھوں نے مجھ سے کہا
تھا کہ اپنی بھانجی کو لے آنا۔ سو آج میں لے آئی ہوں۔

تقی خان۔ (دل میں) یہ کہنے میں سمجھے ہوئے تھا کہ کہیں
دور کی تاک تھی۔ یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اب گھر پر شہدہ پنی
کرنے لگے۔ (مالن سے) تمھاری بھانجی کہاں ہے؟ یہیں

لے آؤ۔ اور تم دونوں یہیں بیٹھو۔ میں اونکو بلا لے لیتا ہوں۔

نواب تقی خان نواب آسمانجاہ کو بلا نے ہی اوٹھے تھے
کہ بی چلی مع اپنی مصنوعی بھانجی کے حاضر ہوئیں۔ نواب تقی خان
نے جو دیکھا کہ ایک عورت کمسن نہایت حسین و خوش رو ہے

تو حضرت سلامت لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اب کسکا جانا اور کیسا بلانا
ہسکا بٹکا وہیں پر کھڑے ہوئے ہیں۔

نواب آسمانجاہ بہادر نے دز دیدہ نگہ سے دیکھا کہ حضرت
کاجی ادھر آ گیا ہے۔ مسکرائے اور ایک ایسی نظر غلط انداز
اپنیڑالی کہ یہ مرغ نیم سہل ہو گئے۔

نواب تقی خان۔ اے آپ لوگ کرسی پر بیٹھئے۔ قریب آجائے۔
مالن۔ اے حضور! لونڈی کی کیا طاقت کہ سردار سے برابر کرے
نواب تقی خان۔ نہیں نہ بہت نازک معلوم ہوتی ہے کھڑی
رہنے میں تکلیف ہوگی۔ اور تم بھی بوڑھی ہو گئی ہو۔ آؤ بیٹھ جاؤ
مالن۔ تو حضور! کو خود ہی آپ کہئے۔ میرا کہنا نہ مانگی۔ لونڈی
کھڑی ہی رہیگی۔

نواب تقی خان۔ (دل میں) تجھ سے تو غرض بھی نہیں۔
(مصنوعی نرگس کی طرت) آپ بیٹھ جائے۔ آپ کو کھڑے کھڑے
تکلیف ہوتی ہوگی۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا ہے۔

نواب آسمانجاہ نے دوپٹے سے اپنا منہ چھپا لیا۔ ہنسی تو

بہت آتی تھی لیکن بہت ضبط کئے رہے۔

نواب تقی خان۔ یہ مجھ سے شرماتی کیوں ہیں؟

مالن۔ (مسکرا کر) اے تو آپ سے اس سے جان پہچان

کب کی ہے؟ بھلا اجنبی سے تو ہر کوئی شرماتا ہے؟

نواب تقی خان۔ ان کا نام کیا ہے؟

مالن۔ نرگس۔

نواب تقی خان۔ بی نرگس صاحب! اگر آپ خود نہ بیٹھے گا

تو میں آپ کو آکر بیٹھا دوں گا۔

یہ کہہ کے نواب تقی خان صاحب نے ہاتھ پکڑ کر اپنی بغل میں

ایک کرسی پر بیٹھ دیا۔ اب جو قریب سے صورت دیکھی تو ذنگ

ہو گئے۔ اللہ اللہ! کس قدر مشابہت ہے یہ کیا بات ہے؟

مالن۔ حضور چوکنے کیوں؟

نواب تقی خان۔ کچھ نہیں ان سے اور نواب آسمانجاہ

سے کس قدر مشابہت ہے۔

مالن۔ اے حضور کجاوہ۔ کجاہہ۔ کجا آفتاب کجا ذرہ۔

نواب تفتی خان - یہ نہ کہو - میری آنکھ دن میں تو بھاری
 بھانجی کہیں اون سے حسن میں بڑھ کے ہیں - اس قدر
 سرخی و سفیدی اون میں کہاں - انکی شادی ہوئی ہے
 یا نہیں؟

مالن - جی نہیں ابھی تک تو نہیں ہوئی -
 نواب تفتی خان نے اپنے دل میں سوچا کہ اب جو کچھ ہو
 ایسی حسین کوئی دوسری ملے گی نہیں - اس سے بیاہ کر لو - اور
 ذات و ات کیا - یہ سب ڈھکوسلا ہی ڈھکوسلا ہے -

اندرین راہ فلان ابن فلان چہرہ نہایت
 یہ جی میں ٹھانکر مالن سے پوچھا کہ اگر کوئی رئیس زادہ
 اپنے عقد نکاح میں اس کو لانا چاہے تو تم کو کچھ مضائقہ تو
 نہیں ہوگا؟

مالن - اے حضور ہم لوگ غریب ہیں بھلا رئیس زادے
 کیوں ادھر ٹھکنے لگے - اس وقت تو اسکی قسمت جاگے -
 نواب تفتی خان - ہاں اگر یہی بات ہے تو مجھ سے بیاہ دو

الن۔ (عمر چوم کر) لے اب حضور دلگی کرتے ہیں۔

نواب تقی خان۔ بخدا دل لگی نہیں ہے۔ واقعی میں چاہتا ہوں کہ اگر تم اس مہ چار دہ سے میرا بیاہ کر دو تو تم کو مالا مال کر دوں۔ اور اس سے اطمینان رکھو میں نواب آسمانجا بہادر کو راضی کر لوں گا۔

مالن۔ اے حضور بڑی پیاس لگی ہے ذرا پانی پلواد دیجئے۔

نواب تقی خان نے چاہا کہ آدمی کو پکارا۔ پھر سو جاویم
تخلیہ اچھا ہے۔ کسی طرح اس بڑھیا کو ہٹاؤ تو دو چار باتیں اس
خیرت حور سے بھی ہوں۔ کہا کہ اوس کمرے میں صراحی او
گلاس رکھا ہوا ہے جا کے پی لو۔

او دھری مالن پانی پینے گئیں۔ او دھری نواب تقی خان نے
شوخیان کرنی شروع کیں۔

نواب تقی خان۔ بی نرگس صاحب! ذری او دھری تو دیکھتے۔
یا اللہ میں اس قدر گیا گذرا آخر کسی نہ کسی سے بیاہ کیجئے گا۔ تو مجھ
میں کیا عیب ہے۔ میں آپ کو غلام کی طرح خدمتگزاری میں حاضر ہو

(ہاتھ کو منہ سے اٹھا کر) کچھ بولنے تو۔

نرس۔ لہذا مجھے پھیرتے نہیں!

نواب تقی خان نے جو آواز سنی تو ذری جھجکے۔ اپنے

دل میں کہنے لگے۔ یا اللہ یہ کیا اسرار ہے۔

صورت وہی رنگ بُو وہی ہے

لہجہ وہی گفتگو وہی ہے

پھر کہنے لگے تو بہ یہ کیا خیال خام ہے۔ نواب آسمان جاہ کو

عورت بننے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے یہ کہ مالن اس طرح مجھ سے

جھوٹ کیوں بولتی۔ بعد عجز کہنے لگے کہ پیاری! میرے

حال پر حرم کرو جو وقت سے دیکھا ہے کیلجہ قابو میں نہیں ہے

(ٹوپی پاتوں پر رکھ کر) لہذا مجھ پر حرم کرو مجھ سے بیاہ کر لے

نواب آسمان جاہ نے اس مرتبہ ہر چند چاہا کہ ہنسی ضبط

کریں لیکن انکی گفتگو سے بے تابانہ اور کلمات عاشقانہ

پڑھنے ہی جاتے تھے بے اختیار زور سے ہنسنے لگے۔

نواب تقی خان حیرت میں آکر کچھ دور سرکے گئے۔

نواب آسمانجاہ - (ہنسکے) واہ بھی واہ کہاں قسمیں
 کھانے تھے کہ اب بیاہ نہ کرونگا کہاں اس قدر مجھ ہو گئے۔
 اب نواب تقی خان کو کاٹو تو لوہنیں بدن میں چُخنیف
 کہیں تو کیا کہیں۔

نواب آسمانجاہ - اب بھی پہچانایا نہیں؟
 نواب تقی خان نے دیکھا کہ اب اگر چُپ رہتے ہیں تو
 نہایت ذلیل ہونگے۔ بے اختیار ہنس پڑے اور کہنے لگے
 کہ والد تم نے خوب ہی چھکایا۔ قائل ہو گیا۔ مجھ کو پہلے ہی شک ہوا
 تھا لیکن اس بڑھیا آتش کی پرکالہ کو تو دیکھو ایسے ایسے فقرے
 گرم کئے کہ ذرا شک نہ رہا سچ تو کہو یہ تمکو سو جھی کیا ہے؟
 نواب آسمانجاہ - شوق دیدار یار لئے جاتا ہے۔
 اس لئے یہ بھیس بدلا ہے۔ میں امتحان کرنے آیا تھا کہ
 تم مجھ کو اس لباس میں پہچان سکتے ہو یا نہیں۔ جب تم نے
 نہ پہچانا تو پھر کون پہچان سکیگا۔

نواب تقی خان - اس میں تو شک نہیں کہ تمکو کوئی نہیں پہچا

سکیگا۔ اور چونکہ تمہارے لب و لہجہ سے کوئی واقف نہیں ہے۔ تمہاری طرف سے کیا گمان بھی نہ جائیگا۔ لیکن اللہ! تمکو یہ سوچ بھی کیا ہے؟۔ یہ بڑی بڑی بات ہو۔ تم ایسے بے صبر کے کیوں ہو؟

نواب آسمانجاہ۔ بھئی اسوقت نصیحت نہ کرو۔ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اور اللہ جاتے وقت ٹوکو نہیں۔ بلکہ دعا کرو کہ وہاں سے فائز المرام پھریں۔

نواب تقی خان۔ امین!

نواب آسمانجاہ۔ ہمارے کمرون کے دروازے بند کر دو اور اگر کوئی ملاقات کو آئے تو کہہ دینا کہ طبیعت اچھی نہیں ہے میں اس چور دروازے سے جاتا ہوں۔ اوسکو کھلا ہی رہنے دینا۔ کھانے کے وقت تک پہنچتا ہوں۔

نواب تقی خان۔ خدا حافظ۔ مگر واللہ تم نے یہ چال عورتوں کی کہا جسے اوڑائی ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ (ہنسکے) وقت پر سب کچھ سوچہ جاتا ہے۔

پہلی ملاقات

ابھی تک نواب آسمانجاہ بہادر اپنے جانے کی دھن میں تھے۔ لیکن جب سامان درست ہو چکا اور دروازے سے قدم بڑھا چکے تو جی میں پچپانے لگے کہ ناحق یہ حرکت کی۔ اگر کسی پر از افشا میر جاے یا کہین غور شیدی بیگم کے کانوں تک یہ خبر پہنچے تو نہایت بُرا ہوگا۔ لیکن باوجودیکہ یہ سب خیالات دل میں متواتر پیدا ہوتے تھے۔ اسپر بھی قدم پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ یہاں تک کہ بڑی بیگم صاحب کے محاسن کی ڈیوڑھی پر پہنچے۔ نواب آسمانجاہ بہادر جو کچھ بہت دیر رہے۔ لیکن یہاں پر انپر بھی خوف غالب ہوا اور تمام بدن میں رعشہ ہوا۔

نواب آسمانجاہ۔ بی مالن پھر حلو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے قدم آگے نہیں بڑھتے۔

مالن۔ (ہنسنے) اے حضور! ہمت نہ ہارئے چلے چلتے۔ اب

باقی کیا رہا ہے۔ وہی بالا خانے پر تو سب رہتی ہیں۔

نواب آسمانچاہ۔ اب جو ہونجھ سے تونہ جایا جائیگا ۵

قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جاگند

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رنگیا

ان دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گل بہا
ڈیوڑھی پر آئی اور بی چمیلی کو دیکھ اس قدر گرم ہوئی کہ نواب
آسمانچاہ کے ہوش بجانر ہے۔ نواب آسمانچاہ نے
دوپٹے سے منہ دھانپ لیا۔

گل بہار۔ اے مان سچ کہتی ہوں۔ ایک دن کی بات
ہو تو انسان چپ ہو۔ یہ روز روز کی دیر کیسی؟ کیا تم کو
نوکری اپنی بھاری پڑی ہے؟ کیا تمہارا کوئی نوکر ہے
یہاں جو روز روز تم کو یاد دلائیگا؟۔ اور مان وہ بھانجی
تمہاری کہاں ہے؟ بیگم صاحب کا حکم ہے کہ اوس کو بھی
لئے ہوئے حاضر ہو۔

مالن۔ (نواب آسمانچاہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ کیا لئے

آئی ہوں۔ تم تو ناحق کی حجت تکرار کرتی ہو۔

گل بہار۔ ہاں یہ ہے۔ تو بس اب ہم جاتے ہیں بیگم صاحب کو اطلاع کرتے ہیں۔

مالن۔ لے اب تو چلنا ہوگا۔ نہیں تو مجھ پر بھی بذاتِ آئیگی۔ اور ساری بات کھل جائیگی۔

نواب آسمان جاہ۔ چلو لیکن اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرونگا۔ مجھ کو ذری الگ بیٹھانا۔

اند محاسن کے جو پہونچے تو نواب آسمان جاہ بہادر نے ایک چھوٹا سا خانہ باغ دیکھا۔ پھولوں کے گلے موقع موقع سے رکھے ہوئے تھے۔ روشین صاف۔ کیا ریان شاداب۔ ہر شے نایاب۔ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ اللہ سلیقہ مکانوں میں شیشیوں کے کیوار دیکھے۔ پنکھے جا بجا لگے ہوئے تھے۔ ڈوری سرخ ٹول سے منڈھی ہوئی تصویریں

دیوار گیرین۔ موقع موقع سے لگی ہوئی۔ دالان میں تخت کا فرش بچھا ہوا۔ اوپر بڑی بیگم و چھوٹی بیگم اور دو چار

میٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔

مالن۔ دیکھتے بڑی بیگم صاحب وہ میٹھی ہوئی ہیں۔

نواب آسمانجاہ اپنے دل میں نادم ہوئے جاتے

تھے کہ یہ کیا حرکت ناشایستہ مجھ سے سرزد ہوئی۔ کیسے گھر

جا کے پرانی عورتوں کو دیکھنا خلاف شرافت ہو۔ لیکن

اب کروں تو کیا کروں۔ مشیکہ بعد از جنگ یاد آید ہر کلمہ خود

باید زد۔ بی چمیلی سے کہا کہ جلد چلی چلو۔

اتنے میں بڑی بیگم پکارین کہ کون جاتا ہے؟

نواب آسمانجاہ کا کلیجہ سن سے ہو گیا۔

مالن۔ جی لونڈی ہے۔

چھوٹی بیگم۔ مالن معلوم ہوتی ہے۔

بڑی بیگم۔ تم اس قدر دیر کر کیوں آیا کرتی ہو؟ مختصار

انتظار لڑکیاں دیکھ رہی ہیں جلد جاؤ۔

مالن۔ حضور ابھی گئی۔

بی چمیلی اور نواب آسمانجاہ وہاں سے روانہ ہوئے۔

بالا خانے پر پہنچے۔

نواب آسمان جہاد یا نرگس مصنوعی کے دل کا عجب
 حال تھا۔ بلیون تڑپ رہا تھا۔ اور تمام اعضا کانپ رہے
 تھے۔ بی مالن نے انکا جو یہ حال دیکھا تو بہت سمجھایا۔ اور کہا
 کہ حضور اگر آپ کا یہی حال رہا تو سارا بھید کھل جائیگا۔
 اے مجھکو تو دیکھئے عورت ذات ہو کر سقدر ڈھیٹ ہوں
 اتنے میں مشتری بیگم نے بگارا اور بی چیلی اور نرگس
 مصنوعی حاضر ہوئیں۔

مالن۔ اے بیٹا بیگم صاحبون کو بندگی کرو۔ یہ تمھاری
 خوش قسمتی تھی کہ یہاں تک باریاب ہوئیں۔

نرگس مصنوعی نے نہایت جھک کر خورشیدی بیگم
 و مشتری بیگم کو بندگی کی۔ اور گھونگٹ نکال کر الگ جا بیٹھی۔
 مشتری بیگم۔ (مسکرا کر آہستہ سے) بہن! تم نے
 کچھ تمیز کیا؟

خورشیدی بیگم۔ (بے دانتون) مان ذری جھک

سی آگئی۔

مشتری بیگم۔ اے جھلک کیسی۔ بالکل نقشہ وائرانی
خورشیدی بیگم۔ (مالن سے) یہی تمھاری بھانجی ہے؟

مالن۔ جی ہاں۔

مشتری بیگم۔ نام کیا ہے؟

مالن۔ نرگس۔

مشتری بیگم۔ تو اتنی دور جا کر کیوں بیٹھی ہے۔ نرگس
ادھر آؤ۔

اب بی نرگس کی بلا ہلتی ہے۔ کہاں اسی تمنا میں
شب و روز دعائیں مانگتے تھے کہ جمال یا نصیب ہو۔ او۔
جب دو بدو ہوئے صرف دو چار ہاتھ کا فاصلہ رہا تو
آنکھیں بھی نہ اوٹھ سکیں۔ تمام بدن میں ان کے عرشہ
تھا اور دل ہی دل میں اپنے پیار سے تھے کہ کیوں آؤ۔
ہر چند ولو کہ شوق بڑھتا جاتا تھا۔ اور پیاری پیاری صدائیں
دل میں کبھی جاتی تھیں۔ لیکن رعب حسن اس قدر غالب تھا

کہ اب تک انھوں نے دیکھا تاکہ تھا کہ خورشیدی بیگم
 کون ہیں اور کہاں بٹھی ہیں۔ صرف اتنا جانتے تھے
 کہ دونوں پر یونین سے ضرور ایک خورشیدی بیگم
 ہیں۔ جبکہ مشتری بیگم نے انکو بلایا۔ تو یہ اور بدن چرا کہ
 چپکے بیٹھ رہے۔ اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔

بی جمیلی ایک آتش کی پرکالہ تھیں۔ اسنے دیکھا کہ نوا
 آسمان جاہ بہادر پر خوف غالب ہو گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ
 راز سر بستہ طشت از بام ہو جائے۔ بہت سخت و سست
 اپنی مصنوعی بھانجی کو کہا کہ نچکویون رسوا کرتی ہے۔ بیگم کے
 دربار میں بے وقری کراتی ہے۔ اگر ایسی ہی شرم تھی تو کیوں
 یہاں آنے کی خواہش کی۔ سچ ہے۔ پھر اپنے خون کی اوہ
 بات ہوتی ہے۔ اگر میری سگی بھانجی توتی تو میری بات
 ہرگز نہ اٹھاتی۔ اور یہ شرم بھیل کبھی نہ کرتی۔

خورشیدی بیگم۔ اے خفانہ ہو۔ بیچاری پہلے پہل
 آئی ہے۔ رعب او سپرطاری ہو گیا ہے معلوم ہوتا ہے

کہین آتی جاتی نہین۔
مشری بیگم۔ شاید برادرات پر رہتی ہے۔ پوری
 گنوا ری ہے۔

مالن۔ جی نہین خوب پڑھی لکھی ہے۔ زبان ایسی قینچی کی طرح چلتی
 ہے کہ ہلو گون کے یہاں کوئی اس سے گفتگو نہین کر سکتا
 مل کیا جانے اس وقت کیا ہو گیا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ ابا پڑھی لکھی ہوئی ہے؟
 مالن۔ جی ہاں خطوط لکھ لیتی ہے۔

اب جو ان سبھوں میں ادھر باتیں ہونے لگیں تو
 نواب آسمان جہاد کو موقع ملا۔ اور دزدیدہ نگہ سے
 ان لوگوں کو دیکھنا شروع کیا۔ چونکہ تصویر دیکھ ہی چکے تھے
 فوراً خورشیدی بیگم کو پہچان لیا۔ اس وقت خورشیدی بیگم
 ہلکی پیازی رنگ کا دوپٹا اور اودی گرنٹ کا پانچا پہنے
 ہوئے تھیں۔ کانوں کی لوہین زمرہ کے آویزے لٹکتے تھے۔

ہاتھوں میں فیل دندان کی گوکھرو دار چڑیاں پہنے تھیں۔ عجب

جادو فریب ابلا پڑتا تھا۔ یہ تو تصویر ہی دیکھ کے دیوانہ ہو گئے تھے۔ اب جو اصل دیکھی تو ایک کتو کا عالم ہو گیا۔ دلمین کہنے لگو کہ یہ شوخی یہ چالاکی مصور کہاں کھینچ سکتا ہے۔ کیا قد ہے۔ کیا صورت ہے۔ کیا رخ ہے۔ کیا طلعت ہے۔ بدن ہے۔

کہ سانچے میں ڈھلا ہے۔ شوخی ہے کہ بدن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ یہ از قسم انسان ہے یا پریراد ہے۔ واللہ عجیب حسن خداداد ہے۔ اپنے دل میں چھپے چھپے یہ شعر پڑھنے لگے۔

شعر ترا دیدہ و یوسف راشنیدہ

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہ خورشیدی بیگم کو دیکھ ہی رہے تھے کہ خورشیدی بیگم کی بھی نظر پڑ گئی۔ آسمان خواہ نے جلدی سے سر نیچا کر لیا۔ خورشیدی بیگم ہنس پڑیں۔

مشتری بیگم۔ کیوں ہنسنی کیوں؟

خورشیدی بیگم۔ یہ مجھے دیکھ رہی تھیں۔ لیکن میرا دیکھنا تھا کہ جلدی سے سر نیچا کر لیا۔ معاذ اللہ! اس قدر بھی شرم او

باوجود اتنی پڑھی لکھی ہونے کے۔ مگر بہن (کان مین) تنہی بہت
 ٹھیک کہا تھا۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ سکے بھائی بہن ہیں۔
 خیراوسدن تو اتنی ہی بات ہوئی۔ بی مالن اپنا
 کام کر مع مصنوعی بی زرگس کے رخصت ہوئیں۔
 خورشیدی سکیم۔ کل پھراسکو لے آنا۔
 مالن۔ بہت اچھا۔

جب نواب مختشم الدولہ کے مکان سے یہ لوگ کچھ
 دور نکل گئے اور سڑک پر آگئے تو بی چلی نے کہا واہ حضور
 واہ کہاں اسقدر گرما کر می کہاں یہ بے نکلی؟
 نواب آسمان جاہ۔ خدا جانے مجھ کو کیا ہو گیا تھا۔ ہاں
 پھر یہ موقع ہاتھ نہ لگے گا۔ لیکن غور تو کرو آج پہلا دن تھا
 اسقدر جرات جو میں نے کی کوئی دوسرا کر سکتا تھا۔
 لیکن تمہارا بلا کا کیلو ہے۔ میں تمہارا قائل ہو گیا۔ کہو پھر
 کل یچلو گی نا؟

مالن۔ لے اب حضور جانے کیا کیجے گا۔ نجم سے آپ سے

تو ایک ہی دن کا وعدہ تھا۔

نواب آسمانجہاہ۔ اور جو خورشیدی بیگم نے تلو کو مجھے
لانے کہہ دیا ہے اؤ کو کیا جواب دو گی؟

مالن۔ اے حضور اؤ کی بہت کچھ تدبیر ہے۔ کہہ دو گی کہ
اؤ کے گھر پر سے طلبی آئی اور وہ مکان چلی گئی۔

نواب آسمانجہاہ۔ نہیں نہیں ایسا نہ کرو۔ مجھ کو کل پھر
لے چلو۔

مالن۔ حضور! روز روز کے لیجانے میں بڑی حسرتی ہے۔
کہیں معلوم ہو گیا تو لونڈی کہیں کی نہ رہیگی۔

نواب آسمانجہاہ بہادر نے دیکھا کہ یہ عورت اس طرح
رام نہ ہو گی۔ کہنے لگے سنو بی چمیلی! کل پھر اگر لے چلو تو
بچاس روپے تمھارے نذر ہین۔

مالن۔ خیر جب حضور اس قدر اصرار کرتے ہین تو لونڈی کا کیا اختیار
ہے۔ کل تیار رہیگا۔ وہی چراغ بتی جلے میں آؤ گی۔

نواب تقی خان انکاراہ نکھ رہے تھے کہ یہ اؤ سی چور درواز

سے برآمد ہوئے۔ نواب تقی خان چونک پڑے۔

^{ہمیشہ} نواب تقی خان۔ واللہ تم نے تو وہ بھیس بدلا کہ۔
دھوکا ہو جاتا ہے۔ کہو کیا ہوا؟ کچھ احوال تو بیان کرو۔

نواب آسمان جاہ۔ یہ کپڑے اوتار آؤں تو بالکل قصہ
وہاں کا کہہ سناؤں۔ ایسا نہیں کہ کوئی اس لباس میں دیکھ پائے

نواب آسمان جاہ فوراً زمانے کے کپڑے اوتار منہ ماتھ
دھوپا لباس پہن نواب تقی خان۔ کئے پاس آئے اور
سارا قصہ بیان کیا۔

نواب تقی خان۔ بھائی اب جو ہوا سو ہوا۔ اپنی قسمت
پر شکر کرو کہ کسی نے دیکھا نہیں۔ اگر کوئی دیکھ پاتا تو کہو

کیا ہوتا؟۔ اب اس خیال سے درگزر دو۔ پھر ادھر رخ نہ کرو
نواب آسمان جاہ۔ ایک مرتبہ اور۔ پھر تم سے
وعدہ کرتا ہوں کہ نہ جاؤں گا۔

دوسری ملاقات

دوسرے روز موافق وعدے کے بی چمیلی بعد
 نماز مغرب نواب آسمان جاہ بہادر کے در دولت پر حاضر
 ہوئیں۔ آسمانجاہ بہادر نے کپڑے پہن اوکے
 ہمسرا ہوئے۔ خورشیدی بیگم و مشتری بیگم اسکا انتظار
 دیکھ ہی رہی تھیں کہ یہ پہونچے۔ آج یہ دلمین ٹھانکر گئے تھے
 کہ جو ہو سو ہو آج چپ رہونگا۔ بندگی کو قریب جا بیٹھے۔
 مشتری بیگم۔ (کان مین) بہن! کچھ سمجھ میں نہیں آتا
 کیا بات ہے۔ اسقدر شاہت۔

خورشیدی بیگم۔ خدا کے کار خانے میں عنبر یون
 میں بھی دو ایک ایسے نکل ہی آتے ہیں۔

مشتری بیگم۔ آج تو کچھ ڈھیٹ سی دیکھائی دیتی ہے
 کل پہلا روزہ تھا؟

خورشیدی بیگم۔ میں نے تو کہا ہی تھا۔ کیون بنی گرس
 تمہارا اصل مکان کہاں ہے۔

نرگس۔ (آواز بد لکر) لکھنو۔

مشتری بیگم۔ اللہ تو اس قدر دور سے کیوں آئیں

کیا یہاں قیام کرنے کا ارادہ ہے؟

نرگس۔ جی ہاں چندے سے تو رہونگی۔

خورشیدی بیگم۔ کیا نوکری کی تلاش میں آئی ہو؟

بی نرگس سوچنے لگیں کہ اگر ہاں کہتی ہوں اور

انھوں نے رکھ لیا تو اس میں شک نہیں برابر ساتھ

رہنا ہوگا۔ لیکن مس ٹامسن یا نواب محترم الدولہ کی نفرت

پڑگئی تو سخت مصیبت ہوگی۔

خورشیدی بیگم۔ کیوں چپ کیوں ہو گئیں۔

شہم کی کیا بات ہے۔ اگر نوکری کی خواہش ہے تو

کہو میں رکھ لوں گی۔

نرگس۔ یوں تو حضور کی بے دامون لڑائی ہی ہوئی

ہوں۔ لیکن میں صرف خالہ جان کے دیکھنے کو آئی

تھی۔ کچھ دن رہ کے پھر گھر چلی جاؤں گی۔ میں اپنی سرکار

سے ایک مہینے کی رخصت لے کے آتی ہوں۔

مشرقی بیگم۔ اے اوسیدن بی چمپلی نے ہم
 سبھوں سے کہا کہ تم نوکری کی خواہش میں گھر سے آئی ہو
 کیون بی چمپلی کہا تھا یا نہیں۔

اب بی چمپلی گھبرائیں کہ اسکا کیا جواب دون۔ یہ تو
 بڑی بُری ہوئی۔ لیکن نواب آسمان جاہ فوراً اسکو نباہ لیا
 ننگس۔ اے حضور اپنی خالہ کی اور بات ہوتی ہے۔ بھلا
 دیکھئے۔ یہ لونڈی تو انکے دیکھنے کو اتنی دور سے ریل کا خرچ
 برج دیکھے تھکی ماندی یہاں آئی۔ لیکن انکو یہی خیال ہوا کہ
 میں نوکری کی تلاش میں آئی ہوں۔ اللہ جانتا ہے جو نوکری
 کا خیال بھی دل میں کیا ہو۔ جیسا آپ نے (مالن کی طرف
 مخاطب ہو کر) اوسدن کہا تھا نا سچ ہے۔ اپنایت
 کی بات اور ہوتی ہے۔ لیکن آپ جو کچھ کہئے یا سمجھئے میں
 آپ کو اپنی خالہ کیامان کے برابر سمجھتی ہوں۔ چار برس سے
 دیکھا نہیں تھا۔ دل گھبراؤٹھا۔ رخصت لے کے آپ کے
 دیکھنے کو چلی آئی۔

بی چیلی۔ (مسکرا کر) بھائی اب تم سے تقریر کون کرے۔ تمھاری زبان تو پیچی کی طرح چلتی ہے۔ مان کیسے نہ کہوں کہ شک نہ ہوا تھا۔ بیشک میں نے یہی خیال کیا کہ شاید تمکو نوکری کی خواہش ہے جو اتنی دور سے آئیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن یہ تم نے ان دونوں کو اس وقت لڑوا دیا۔ تمکو بی مالن کا نام لینا کیا ضرور تھا۔

مشرقی بیگم۔ خیزوہ جو کچھ ہو۔ لیکن اس وقت بی بی گس کی گفتگو تو سنی سچ مچ لب و لہجہ کیا صحیح ہو۔

خورشیدی بیگم۔ آخر پھر لکھی پڑھی ہے نا (نگر گس) یہ تم نے پڑھنا لکھنا کہاں سیکھا؟

نگر گس۔ جی میں بچپن سے وہیں پلی پرورش پائی۔ میری

سرکار میرا بڑا خیال رکھتی ہیں۔ اللہ انکو سلامت

رکھے۔ پڑھایا لکھایا۔ کپڑوں سے روپیہ پیسوں سے مالامال

کر دیا۔

خورشیدی بیگم۔ تمھاری سرکار کا نام کیا ہے؟

نرگس۔ جی اختر النساء۔ لیکن سسرال سے شہزادی بیگم کا خطاب ملا ہے۔ اون کے بھائی بھی تو دو برس سے اسی شہر میں ہیں۔ دو مہینے ہوئے کہ دو روز کے واسطے اپنی بہن کو دیکھنے گئے تھے۔ سرکار نے کہا بھی کہ ہمیں بھی کلکتہ لے چلو۔ اوپر جواب دیا کہ جب بیاہ کا دن قریب رہ جائیگا تو بلوائینگے۔ کوئی یہاں بڑے امیر نواب صاحب ہیں اوکھن کی بیٹی سے نسبت لگی ہے۔

مشرقی بیگم۔ (جلدی سے) شہزادی بیگم کے بھائی کا نام کیا ہے؟ تم جانتی ہو؟

نرگس۔ اے لو کیون نہیں۔ برابر ساتھ ہی ہے اونکو نام نواب آسمان جاہ بہادر ہے۔

خورشیدی بیگم نے نام جو سنا تو اب شرمائے لگی۔ دونوں رخسارے تمنا گئے اور سکر اکر سر نیچا کر لیا۔

نواب آسمان جاہ کے دل کا حال اسوقت نہ چھپا انکو شادی درگ ہو گئی یہی جی چاہتا تھا کہ خورشیدی بیگم

کے دست حنائی اور لب و رخسار سرخ کا بوسہ لے لیجے۔
لیکن ضبط کر کے رہ گئے۔

مشتری بیگم۔ (آہستہ سے) یہ کہتے ہیں تو آپ
کی سسرال سے آئی ہیں۔ لو اچھا ہوا۔ تم تو چاہتی تھیں
اسیکو گانٹھ لو۔ آسمانجاہ کانیک و بد دریافت کر لو۔
خورشیدی بیگم۔ تو کیا اپنی قرابت میں اون کے
کوئی نہ تھا جو یہاں اس قدر دیر بیاہنا چاہتے ہیں؟

نرگس۔ جی! لڑکیاں تو بہت ہیں۔ لیکن سُنئی ہوں کہ جس
لڑکی سے نسبت لگی ہے وہ بڑی حسین پڑھی لکھی سلیقہ
مندی ہے۔ مگر یقین نہیں آتا کہ اون سے بڑھ کر کوئی حسین ہو۔

خورشیدی بیگم۔ کیا وہ بڑے حسین ہیں؟
نرگس۔ اے حضور! یہی معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب پردہ
زمین پر اوتر آیا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اچھا تم سے زیادہ خوبصورت ہیں؟
نرگس۔ بھلا میں بھی کسی حساب میں ہوں۔ کہاں ذرہ

کہاں آفتاب میری بھی کوئی صورت ہو۔

خورشیدی سلیم۔ یہ نہ کہو۔ اللہ جانتا ہے تم ہزاروں
میں ایک لاکھوں میں ایک نکلو گی۔ اور اگر ہماری طرح بناؤ
چناؤ سے رہو تو ہم سے کہیں اچھی معلوم ہو۔ جہن سے تمکو
دیکھا ہے اوسیدن سے تم سے ایک طرح کی محبت ہو گئی
ہے۔ میں جس کو بہت دوست رکھتی ہوں۔

اسپر بی نرگس (یا نواب آسمانجاہ کہہ لیجئے) کا دل
بلیون اوچھل پڑا۔ اور اس اخیر کے فقرے نے ان کو
فلک الافلاک پر چڑھا دیا۔

نرگس۔ حضور۔ میری قدر کرتی ہیں۔ لونڈی کی عزت
بڑھاتی ہیں۔ حضور میں مروت و اخلاق۔ شیریں بیانی اسرار
کی ہے کہ یہی جی چاہتا ہے۔ برابر حضور ہی کے زیر سایہ ہوں
خورشیدی سلیم۔ تو پھر رہو نا؟ ہماری تو دلی آرزو ہے
اللہ جانتا ہے ہم بہت خوش ہونگے۔

نرگس۔ حضور رخصتے کو تو لونڈی عمر بھر رہے لیکن

بغیر سرکاری اجازت کے کیسے رہوں۔ یہ نمک حرامی میں داخل ہوگا۔ جب سرکار یہاں تشریف لائینگے تو حضور سے بھی کبھی نہ کبھی ضرور ملاقات ہوگی۔ کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ ایسے گھرانے سے آمد و رفت نہ ہو اور وقت مجھ کو اون سے مانگ لیجیگا۔ اور جب وہ اجازت دینگے تو لونڈی پھر تازہ زندگی حاضر رہیگی۔ خدا جانے نواب آسمان جاہ بہادر کو کیا ہوا۔ شاید کسی سے سنا نہ ہوگا۔

خورشیدی بیگم۔ کیا؟

نرگس۔ اب کیا عرض کروں۔ شاید خلاف طبیعت ہو۔
خورشیدی بیگم۔ نہیں نہیں بے اندیشہ کہڑا لو۔
 نرگس۔ یہاں پیغام بھیجنا تھا۔ اگر آپ دونوں میں بے کسی کی نسبت اون سے قرار پاتی تو البتہ خاصہ جوڑ ہوتا۔ یوں کتنا ہی لوگ کہیں مجھ کو یقین ہی نہیں آتا کہ اور بھی کوئی حسین بہ جبین ہوگی۔

مشرقی بیگم نے خورشیدی بیگم کی طرف دیکھ کر

ہنس دیا۔

مشتری بیگم۔ کیا بی مالن نے تم سے کچھ نہیں کہا؟

نرگس۔ جی نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ تجھ سے سنو۔ اٹھاؤ دونا بھنا

کی نسبت بہن مشتری سے قرار پاتی ہے۔

مشتری بیگم۔ خدا کرے۔ بس چپ رہو۔ کہہ دوں

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں بناتی ہو۔

ان بھون میں یہ باتیں ہو ہی تھیں کہ ایک مہری نے

آکے کہا کہ بڑی بیگم صاحب آپ دونوں صاحبوں کو بلا

رہی ہیں۔ خورشیدی بیگم مشتری بیگم اوٹھیں۔

خورشیدی بیگم۔ بی نرگس ابھی یہیں بیٹھی۔ ہملوگ جلد

چلے آتے ہیں۔

بی جمیل کی کولا لچ نے گھیرا۔ خیال کیا کہ اسوقت لیچلو

کل پھر روپیہ لے کے انکو لے آنا۔ یہ سوچ کے کہا کہ اب

رات زیادہ آگئی ہے۔ اسوقت جانے دیجئے۔ کل میں پھر

انکو لے آؤنگی۔

خورشیدی بیگم۔ نہیں ابھی بیٹھنے دو۔

مشرقی بیگم۔ نہیں اب جانے دو۔ خالہ جان نے
بلا یا ہے۔ معلوم کتنی دیر وہاں ہو۔ کیا کام ہے کیا نہیں ہے؟

غرض کہ یہ دونوں بہنیں بڑی بیگم صاحب کے پاس
پہنچیں۔ اور بی چیلی ونگس مصنوعی رخصت ہوئیں۔ رستے
میں مالن نے کہا کہ آج تو حضور نے کمال کیا۔ وہ وہ فقرے
سنائے کہ میرے ہوش گم ہو گئے اور دیکھئے تو عورتوں کی
زبان کس لہجہ سے ادا کی۔

نواب آسمانجاہ کل تم مجھ کو چوٹی گوندھنا سیکھا دو کہ
میں کل خود اونکی چوٹی گوندھوں۔

مالن۔ (ہنسکے) بہت اچھا۔ لیکن حضور روز نہ جائیں۔ مجھے
خوف معلوم ہوتا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ فی روز چچا
روپیہ تمہارا مقرر کیا۔

مالن۔ اے حضور جسم جم جیئیں۔ روپیہ کی کیا پرواہ ہے۔
مالن اپنے گھر سدھاری۔ آسمانجاہ بہادر
اوسے چور دروازے سے آئے۔ کپڑے اوتار کر نواب
تقی خان سے بالکل حال بیان کیا۔

نواب تقی خان۔ اب بات بہت بڑھی جاتی ہے اور
سمجھ جانتا کہ دیکھنا سنا تھا دیکھ چکے اب مجھ سے وعدہ
کرو کہ نہ جاؤ لگا۔

نواب آسمانجاہ۔ (دلین جائینگے تو ضرور) اچھا نہیں
جائینگے تم ایسے بزدلے کیوں ہو۔

نواب تقی خان۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ ایک دن
کی خرابی میں عمر بھر کی تباہی ہے۔ یہ دور اندیشی ہے۔ تم پر
تو آجکل جن سوار ہے۔

تیسری ملاقات

آج مالن کچھ سوپرے آئی۔ اور چوٹی گوندھنا اور پھولوں

کے کہنے پہنا نا آسمانجاہ بہادر کو سکھانے لگی۔ آدمی
 تو ذہین تھے اور وہ تھا ہی کیا مشکل۔ فوراً سیکھ گئے۔ بعد
 نماز مغرب۔ نواب محترم الدولہ کے یہاں چلے۔ اسوقت
 خورشیدی بیگم و مشتری بیگم انھیں کا ذکر کر رہی تھیں۔
 نواب آسمان جاہ بہادر نے مالن سے کہا کہ ذری
 ٹھہر جاؤ۔ دیکھو تو سہی کیا کہہ رہی ہیں۔

مشتری بیگم۔ بہن سچ کہو نرگس کیسی حسین ہے۔ اگر
 ہم لوگوں کا سا بناؤ چناؤ کرے تو ہم سبھوں سے کچھ
 فرق نہو۔

خورشیدی بیگم۔ بہن تم صرف حسن کو کہتی ہو
 زبان کیسی صاف۔ فقرے کیسے دلچپ۔ خواندہ۔
 تربیت یافتہ۔ ایسی عورت تو نیچ قوموں میں کیا بڑے
 بڑے شریفوں اور امیروں کے گھروں میں نہو گی
 اور مجھ کو خدا جانے کیون اس سے ایک طرح محبت
 ہوئی جاتی ہے۔ شہزادی بیگم کے خوش قسمت ہونے

میں کچھ شک نہیں ہے۔
 مشتری بیگم۔ (ہنسکے) تمھاری محبت کی ایک دھج
 اوز بھی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ کیا؟۔ تو یہ سمجھی۔ نہیں اللہ جانتا ہو
 بلکہ اوز کا تو کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ محبت درکنار
 صرف اتنا جانتی ہوں کہ اوز سے نسبت قرار پائی ہو
 بیاہ ہوگا۔ بہن جس سے کبھی بات نہ کی ہو۔ جسکی صحبت
 میں کبھی نہ رہی۔ اوس سے محبت کیا خاک ہو۔ ہم سچ
 کہتے ہیں بی نرگس نے میرا دل چھین لیا۔ مجھکو محبت
 ہوئی جاتی ہے۔ ہاے کس طور سے اسکو روکوں۔

مشتری بیگم۔ شہزادی بیگم سے مانگ لو۔
 خورشیدی بیگم۔ یہ تو کبھی نہ ہوگا۔ بعد بیاہ ہو جانے
 کے مضائقہ نہیں۔ لیکن اسوقت نہایت شرم کی بات
 ہے۔ اسقدر دیر ہوئی ابھی تک وہ سب آئین نہیں
 بی جیلی نے جو یہ سنا تو کہا کہ اب حضور چلین

ایسا نہیں کسی مہری کو بھیج دین تو یہ سب بات کھل جائے۔

نواب آسمانجاہ دہلی چمیلی پہنچیں۔ اور نہایت جھک کر سلام کیا۔ خورشیدی بیگم نے جو زرگس کو دیکھا تو مارے خوشی کے چہرہ سرخ ہو گیا۔ نہایت تپاک سے کہا کہ ذری قریب آنکر بیٹھ جاؤ۔

مشتری بیگم۔ آج تو بی زرگس تنے اسقدر دیر لگائی کہ ہم سمجھے تم نہ آؤ گی۔

زرگس۔ ایسا ہو سکتا ہے بیگم صاحب۔ آپ لوگوں کی مروت عن ربانوازی۔ مہربانی کبھی بھول سکتی ہوں۔ اللہ جانتا ہی یہی جی چاہتا ہے کہ برابر حضور لوگوں کے قدموں لگی رہوں۔

خورشیدی بیگم بجا۔ یہ سب زبانی جمہور ہے۔ اگر رہنے کا ارادہ ہے تو پھر رہ کیون نہیں جاتیں۔ ہماری تو دلی تمنا ہی کہ تم ہمارے پاس رہو۔

زرگس۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔ لیکن اسوقت بغیر سرکار کی اجازت یہاں ٹھہر جانا مکرمی میں داخل ہو گا۔

اونکو راضی کر لوں تو پھر حضور کے یہاں خوشی خوشی حاضر ہونگی۔
مشتری بیگم۔ اس سے تم اطمینان رکھو۔ تمہاری شہزادی بیگم
 بھائے یہاں کے رہنے میں کچھ نہ کہنگی۔ بلکہ خوش ہوگی۔
 نرگس۔ اے کیوں نہیں۔ آخر یہ بھی تو بڑا گھر ہے۔
مشتری بیگم۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ (ہنسکے) کیوں

بہن کہہ دوں؟
خورشیدی بیگم۔ (مسکرا کر) واہ اس میں ہنسی کیسی کیا
 کیسی چوری ہے۔ اسے لو میں خود کہے دیتی ہوں۔ سنو
 بی نرگس۔ بھائے (جلدی سے) شہزادی بیگم کے ...
مشتری بیگم۔ (ہنسکے) افوہ! تو کہڑا لونا۔ چپ کیوں
 ہو گئیں؟ واہ آدھا پیٹ میں آدھا منہ میں۔

خورشیدی بیگم نے چاہا کہ قرآٹے سے کھڈالیں لیکن
 مشتری بیگم و نرگس دونوں انکی طرف دیکھ رہی تھیں یہ نہایت
 لجاجت اور شرما کر چپ ہو رہیں۔
مشتری بیگم۔ بس دیکھ لیا بڑی بیچارے دلیر بن کے آئی تھیں

نرگس۔ اے سچ تو حضور! کہتے کہتے آپ چپ کیوں ہو گئیں؟
کیا شہزادی بیگم کو حضور جانتی ہیں؟
مشرقی بیگم۔ (ہنسکے) اونکو نہیں۔ اونکے بھائی کو خوب
جانتی ہیں۔

نرگس۔ (مسکرا کر)۔ اب حضور دل لگی کرتی ہیں۔ میں کیا جواب
مشرقی بیگم۔ اللہ جانتا ہے ہنسی نہیں ہے۔ اسی قسم
دے کے پوچھ دیکھو۔ یہ شہزادی بیگم کے بھائی کو جانتی ہیں یا نہیں
خورشیدی بیگم۔ (منہ بنا کر) جاؤ یہ ہنسی مجھکو بھائی نہیں
مشرقی بیگم۔ اے تو اس میں جھپٹی کیوں ہو؟ جب نسبت
ہوئی تو اونکو جانا یا نہیں؟۔ سنو بی نرگس تمھارے نوا بصاب
کی نسبت انھیں سے قرار پائی ہے۔ اور وہ لڑکی حسین میں حسین
پری پیکر لکھی پڑھی ہوشیار عقلمند جو سنا ہے وہ ہی میری پیاری
بہن ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ اور بھی دو چار چھوٹی چھوٹی تعریفیں کر دو۔
نرگس۔ اللہ جانتا ہے سب سچ۔ آپ کی عینی تعریف کیجئے

کم ہے۔ (اپنے سر کی آپ بلا لے کے) صدقے او سکی خدائی کے۔
 میری دلی آرزو برآئی۔ ہم سوچتے تھے کہ نواب آسمان بخاہ بہادر
 جیسے حسین شخص کو اوسی انداز کی بیوی ملنی چاہئے۔ جب لوگوں نے
 کہا تھا کہ وہ لڑکی بڑی حسین ہے تو جھکوا باور نہ ہوتا تھا لیکن
 اب تو اپنی آنکھوں دیکھا۔ سچ ہے خدا جو ظالم ہا ہی دیتا ہے۔

شتری بیگم۔ (ہنسکے) تم نواب آسمان بخاہ بہادر کی استفادہ
 نہیں کر رہی ہو جیسے معلوم ہوتا ہے تمہارا جی او پیرا گیا ہے۔
 س۔ اے بھلا وہ ایسی ایسی صورتیں چھوڑ کر ادھر کیوں
 بچنے لگے۔ میں چپاری کس حساب میں ہوں۔

رشیدی بیگم۔ یہ تو نہ کہو۔ اللہ جانتا ہے تم نوابوں۔
 ہزاروں کے محلوں کے قابل ہو۔ اور یہ تو میں ماننے کی نہیں کہ
 ہزار دی بیگم کے بھائی ملو دیکھیں اور پھر تم سے محبت نکرین۔ میں
 نے اتنے ہی دنوں دیکھا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ
 یو یا برسوں کی ملاقات ہو۔ مشکلات کی قسم بی نرگس
 جھکو تم سے محبت ہو گئی ہے۔

نرگس۔ (مارے خوشی کے) حضور قدر دانی کرتی ہیں۔ اور اب لونڈی محبت کی بات کیسے کرے۔ لیکن تیسون پارے کی قسم جو جی چاہتا ہو کہ ایک دم بھی حضور کے قدموں سے الگ ہوں۔ لیکن کیا کروں نکم کا پاس کرنا ہی ہوتا ہے اگر بن پوچھے سرکار کے رجاؤں تو خدا جانے وہ اپنے دل میں کیا سمجھیں۔ اور نواب صاحب کی بات جو حضور فرماتی ہیں تو اس میں شک نہیں وہ میرا بڑا خیال کرتے ہیں کسوا سٹے کہ ہماری مان نے اؤنکو دودھ پلایا ہے۔

مشرقی بیگم۔ انا یہ کہو۔ تو وہ اور تم رضاعی بھائی ہیں ہو۔ بہن تم نے ایک طرح سے ٹھیک کہا تھا۔

نرگس۔ حضور نے کیا فرمایا تھا؟

خورشیدی بیگم۔ چونکہ صورت تمہاری تمہارے نواہی سے بہت ملتی ہے اسلئے میں نے پہلے ہی روز دیکھ کے کہا تھا کہ تم دونوں مان جائی بھائی بہن ہو۔

نرگس۔ تو کیا آپ نے اؤنکو دیکھا ہے؟

مشری بیگم نے اشارے سے خورشیدی بیگم کو روکا۔
خورشیدی بیگم۔ اے آخر انے سب کچھ دریافت
 کرنا ہے۔ اسمین ہرج کیا ہے انے چھپانا کیسا۔ اور کیا یہ کسی سے
 کہنے جائیگی تھوڑا ہی اور پھر کیا کچھ چوری یا کوئی بُری بات ہے
 کیوں بی زگرس؟

زگرس۔ اے حضور شوق سے فرمائیں۔ اور مجھ سے
 کچھ پردہ نہ کریں مجھ کو اپنی خاص کسینہ سمجھیں۔

خورشیدی بیگم۔ سنو بی زگرس! تو یہ بات اتنی ہے
 کہ جب نسبت کا رقعہ اون کی طرف سے آیا تو امان جان نے
 کہا کہ ہم پہلے لڑکے کو کسی طرح سے دیکھتے۔ اگر خوبصورت ہو
 تو نسبت مقرر کر لینگے۔ اتفاقاً اوسیدن تمہارے نوا بضا
 آبا جان کی ملاقات کو آئے۔ اما جان و خالہ جان سب کوئی
 دوسرے کمرے سے دیکھنے لگیں۔ بہن مشتری تو سب جانتی
 تھیں۔ مجھ کو سمین دے کے کہا کہ ذری کھر کی سے دیکھو
 میں نے پوچھا بھی کہ کیا ہے۔ لیکن انھوں نے کچھ بتلایا نہیں۔

میں نے جھلملی اوٹھا کر جو دیکھا تو اباجان اور ایک اور شخص
کو دیکھا اسکے بعد معلوم ہوا کہ وہ تمھارے نواب صاحب تھے
خورشیدی بیگم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

مشری بیگم۔ اے تو کونسا شرمانی کیون جاتی ہو۔

خورشیدی بیگم۔ واہ میں شرمانی کب ہوں۔

مشری بیگم۔ تو یہ گال کیوں لال ہوئے جاتے ہیں۔

ہاں پھر کیا ہوا؟

خورشیدی بیگم۔ اللہ کیسا پوچھ رہی ہیں۔ جیسے بیچاری

کچھ جانتی ہی نہیں۔ ساری شرارت تو تمھاری تھی۔

کیا جس وقت مجھے معلوم ہوا میں نے جھلملی بند کر دی

مشری بیگم۔ اور کچھ نہیں؟ میں کہہ دوں؟

خورشیدی بیگم۔ کہو کہو ابھی کہنا لو۔

مشری بیگم۔ سنو بی زنگس! جس وقت انھوں نے

تمھارے نواب صاحب کو دیکھا تو مجھ سے کہنے لگیں کہ اللہ

کرے اسے جلد بیاہ ہو تو فرے لو ٹون۔

خورشیدی بیگم - (روٹھ کر) جس نے کہا ہوا اسکے دید
 پٹم ہو جائیں - واہ میں نے یہ کہا تھا؟ - کھاؤ تو قسم - جی
 مجھکو ایسی دل لگی ایک - آنکھ نہیں بھاتی -
 مشتری بیگم - واہ ہنسی ہنسی میں روٹھ گئیں بیس
 دیکھ لیا -

خورشیدی بیگم - تو ایسی بھی ہنسی کیا جس سے آدمی بدنام
 نرگس - اے حضور بدنامی کیسی - کیا میں نہیں سمجھتی کہ
 دل لگی کرتی ہیں -

مشتری بیگم - بی مالن چوٹی گوندھ ڈالو نا - دیر ہوتی ہو
 بی مالن اوٹھیں اور مشتری بیگم کی چوٹی گوندھ لگیں
 نرگس - (خورشیدی بیگم) اگر حکم ہو تو آپ کی چوٹی آج ٹوٹی
 گوندھے -

خورشیدی بیگم - اے نہیں - تمکو ناحق کی تکلیف ہوگی
 نرگس - (اوٹھ کئے) بھلا اس میں تکلیف کیسی - یہ تو میری
 عزت افزائی ہے -

بی نرگس شادان و فرحان اپنی جگہ سے اوٹھ چوٹی

گوندھنے میں مصروف ہوئیں۔

اوس وقت کا حال نواب آسمانجاہ بہادر کا کیا بیان

کیا جائے جو شخص کہ اپنے معشوق کے خیال میں ات

دن گرفتار ہو جسکو ذری بھی دشواری ہو۔ جو شخص صر

ایک دیدار کے واسطے ہزاروں روپے لٹائے۔ جس

شخص کے دل میں بشر عشق مثل دریا لہریں لے۔

جو شخص کہ اپنی عزت و حرمت کا خیال نہ کرے دیوانہ وار

بلا خوف و خطراتی دور آئے مقام غور ہے اوسکا

ایسے وقت میں کیا حال ہوگا۔

جو وقت نواب آسمانجاہ بہادر نے عین جہنم اپنے

ہاتھوں سے کھولا۔ بوسے عشق اپنا کام کر گئی۔ ایک فتنہ

برپا ہوا۔ بے اختیار آہ شرر بار دل سے نکل گئی اور آنسو

بے اختیار آنکھوں سے جاری۔ بی مالن کا چہرہ مارے خوف

نزد ہو گیا۔ خورشیدی بیگم و شہری بیگم الگ شد و

مضطرب کیا الہی یہ کیا ہوا۔ ابھی ہنستے ہنستے رونے کیوں لگیں۔
 نواب آسمان خواہ بہادر نے دیکھا کہ راز سربستہ طشت از
 بام ہوا چاہتا ہے۔ فوراً مردانہ وار آنسو کو ضبط کیا اور مسکرائے
 خورشیدی بیگم کتنا ہی ہنس و صاف بناوٹ پائی جاتی
 ہے۔ اللہ جانتا ہے میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ابھی ہنس
 رہی تھیں۔ ابھی رونے لگیں۔

کیوں بی نرگس کیا ہلوگوں سے کسی طرح کی تکلیف
 کی طرح کی بے اعتنائی ہوئی جو تمہارا دفعۃً یہ حال ہوا۔ اللہ
 سچ سچ کہہ ڈالو۔ میرا خفقان بڑھتا جاتا ہے۔ تمہارا رونا ہنس
 نہیں دیکھا جاتا۔

خورشیدی بیگم کا یہ کہنا۔ گویا نمابہ جراحۃ پاشین
 قاعدے کی بات ہو اگر کوئی رنج میں روتا ہوا اور کوئی اپنا تسلی
 دے تو اس سے رقت دہنی ہوتی ہے۔

نواب آسمان خواہ نے ہر خندہمت و مردانگی کی کہ ضبط کریں۔
 لیکن دل اختیار میں نہ تھا بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

مشتری بیگم۔ بہن تم نے ناحق بیپاری کو چوٹی گوندھنے کی
تکلیف دی۔ بھلا یہ کام مالنون کا ہے یا ان سبھونکا۔

اتنی دیر جو نواب آسمانجاہ دل کھول کے روئے تو انکو
متر سے لتکین ہوئی۔

بی نرگس۔ توبہ اللہ جانے مجھے اسوقت کیا ہو گیا۔ ہر چند
چاہا ضبط کروں۔ لیکن آنسو نہ رُکے (مشتری بیگم سے)
واہ حضور واہ کیا فتر دانی لونڈی کی کی۔ اتنے دنوں تک
حضور کے زیر سایہ رہی او سپر بھی حضور نے مجھے پہچانا نہیں۔
بھلا ایسی بات ہو سکتی ہے کہ جھکو اسکا خیال ہو۔ ہر چند میں
نے یہ پیشہ ترک کر دیا ہے۔ لیکن میں کون اور میرا پیشہ کیا۔

خاندان کا خاندان یہی مالنون کا پیشہ کرتا آیا ہے۔ اور اسوقت
تو لونڈی خود اصرار سے چوٹی گوندھنے پر آمادہ ہوئی تھی۔

نور شیدی بیگم۔ نہیں اسکا تو جھکو خیال بھی ہوا۔ لیکن
پھر رونے کی وجہ؟

بی نرگس۔ حضور بڑا نہ مانئے تو کہوں؟

خورشیدی بیگم۔ ہاں کہو بھلا تم سے خفا ہو سکتی ہوں
 بی نرگس۔ حضور اسوقت میری سرکار مجھے یاد پڑ گئیں
 اسوقت ہمیشہ میں اپنے ہاتھوں سے اونکو سنوارتی تھی۔
 اتنے دنوں سے یہاں ہوں۔ آپ صاحبون کی خدمتگداری
 میں اونکو بھول گئی۔ اسوقت جو خیال آگیا تو بے اختیار السو
 نکل پڑے۔

مشتی بیگم۔ اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے۔ اللہ
 جانتا ہے بھاری قدر دونی میرے دلمیں ہوئی۔

خورشیدی بیگم۔ شہزادی بیگم کے خوش قسمت ہونے میں
 کچھ شک نہیں۔ جسکو ایسی مہری ملے وہ کیوں نہ خوش قسمت ہو
 نواب آسمانجاہ نے دیکھا کہ زیادہ ٹھہرنے سے کچھ
 قیاحت نہ پڑے۔ جلدی جلدی خورشیدی بیگم کو سنوار
 کے اجازت رخصت کی چاہی۔

خورشیدی بیگم۔ آئین اسقدر جلد۔ ذری ٹھہرو میں من
 آئیوالی ہوں۔ میں نے تمہارا ذکر کیا تھا۔ وہ بہت مشتاق تمہارا

دیکھنے کی ہیں۔ اور پھر آما جان سے بھی ملاقات کر لو۔
 نواب آسمانجہاہ نے بہت معذرت کی کہ آج طبیعت
 بھی کچھ ناساز ہے۔ کل ضرور بڑی بیگم صاحبہ اور ٹالسٹین
 کی قدمبوسی کرونگی۔

خورشیدی بیگم۔ خیر خدا حافظ۔
 مشتری بیگم۔ خدا حافظ۔

نواب آسمانجہاہ نے نہایت جھک کے بندگی کی
 اور بی چمیلی کے ہمراہ اپنی دولتسر کو تشریف لائے۔

چوتھی ملاقات

دوسرے روز پھر شام کی وقت نواب آسمانجہاہ
 زمرانے کپڑے پہن بی چمیلی کے ہمراہ محلہ امین داخل
 ہوئے۔ اوس روز مشتری بیگم کے سر میں بہت درد تھا۔
 وہ اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھیں۔
 نرگس۔ آج مشتری بیگم صاحبہ کہاں ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ اون کے سر میں درد بہت ہی۔ اپنے
کمرے میں سوئی ہیں۔

بی جمیلی۔ تو میں ذری اونکے پاس چلون۔
نرگس۔ میرا ذکر نہ کرنا۔ نہیں تو اوٹھ کے چلی آئینگی۔ اور درد
زیادہ ہو جائیگا۔ میں خود وہاں حاضر ہونگی۔

اودھر بی جمیلی شتری بیگم کے کمرے میں گئیں۔ اودھر
خورشیدی بیگم و نواب آسمان جاہ بہادر اکیلے رہ گئے۔ نواب
آسمان جاہ نے خیال کیا کہ آج آخر شب ہے۔ پھر کہاں میں
کہاں یہ صحبت۔ کل سے یہ سب خواب و خیال ہو گا جیسا وہاں
ہو گا۔ بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

خورشیدی بیگم۔ یہ کیا بی نرگس۔ تم کل سے برابر روتی
ہو؟
بیراجی کڑھتا ہے۔

نرگس۔ اے حضور کیونکر نہ روؤں۔ اودھر سرکار کی نفار
اودھر حضور کی جدائی جان کھاتی ہے۔ آج سرکار کا خط آیا ہے
مجھے بہت جلد بلایا ہے۔ اسلئے میں آج ہی شب کو

چلی جاتی ہوں حضور نے وہ قدر انسانی کی کہ محبت
تو کیسے کہوں۔ لیکن جان تک لونڈی حضور پر نثار کرنیوالی
ہے۔ حضور کی مفارقت مجھ کو چین نہ لینے دیگی۔ اور اگر یہاں
رہ جاتی ہوں تو منکحی میں داخل ہوتا ہے۔ میری تو جان
غدا بے بین ہے۔

خورشیدی بیگم۔ تو کیا سچ مح جاتی ہو۔

یہ کہہ کے خورشیدی بیگم کی آنکھ سے آنسو جاری
ہوئے۔ نواب آسمان جاہ بیتاب ہو گئے۔

نرگس۔ اے حضور کیون تبہاہ حال کر رہی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ بی نرگس تم ہنیں جانتیں کہ مجھ کو
کس قدر محبت تم سے ہو گئی ہے۔ گو تم کو آئے ہوئے صرف
تین چار روز ہوئے۔ لیکن یہی معلوم ہوتا ہے کہ برسوں
کی تم سے جان پہچان ہے۔ تم نے میرا دل ہاتھ میں لے لیا
کہ اس قدر جب کہ تم سے مفارقت ہوگی تو کبھی تم سے ملاقات
نہ کرتی۔ ناحق تم یہاں آئیں بھی۔

یہ کہہ کے خورشیدی بیگم بے اختیار رونے لگیں۔
 نواب آسمانجہاہ کو خوشی بھی ہوئی۔ اور رنج بھی ہوا۔ خوشی
 اس بات کی کہ اس غیرت حور کو مجھ سے اس قدر محبت ہو گئی
 رنج اس سے کہ اگر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ نواب آسمانجہاہ او
 بی نرگس ایک ہی شخص ہیں تو خدا جانے کیا حال ہو جائے
 کہیں بالکل برگشتہ ہو جائیں اور ساری محنت و محبت خاک
 میں مل جائے۔

جب نواب آسمانجہاہ نے دیکھا کہ خورشیدی بیگم اس قدر
 بیتاب ہو گئیں تو اسے رمانہ گیا۔
 نرگس حضور نے میرا دماغ فلک الافلاک پر پہنچا دیا
 زہے قسمت کہ حضور جیسی امیر زادی میرا خیال کرے شکر ہے
 میری محنت رائگان نہیں گئی۔

خورشیدی بیگم۔ کہیں یہ ہو سکتا ہے کہ تملو کوئی
 دیکھے اور محبت نہ کرے۔ لیکن مجھ کو افسوس آتا ہے کہ تم
 کیوں یہاں آئیں۔

نرگس۔ اگر حضور کی یہی مرضی تو میں نہ جاؤں۔ استغفار داخل کرو
حضور ہی کے پاس رہوں۔

خورشیدی بیگم۔ نہیں یہ مجھ کو منظور نہیں کہ تم کو ناحق بدنام
کروں۔ اس وقت تمہارا نہ جانا مکہ حرامی میں داخل ہو گا۔ لیکن
وہاں جا کے تم کو اختیار ہے

نرگس۔ میں حضور کو ایک بات کہوں۔ اللہ کرے جلد میرے
نواہ صاحب سے حضور کا بیاہ ہو۔ اس وقت حضور اون سے
کہنے کے لئے مجھے بلوایے گئے۔ شہزادی بیگم اون کے کہنے سے
انکار نہیں کریں گی۔

خورشیدی بیگم۔ (شرما کے) جب وہ وقت آئے گا تو سمجھا
جائے گا۔ خدا جانے ابھی کیا ہو۔

نرگس۔ اے یہ نہ کہئے۔ اللہ چاہے تو بہت جلد بیاہ ہو گا
اوس دن نواہ صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ حضور کی بڑی تعریف
کرتے تھے۔

خورشیدی بیگم۔ بھلا وہ مجھ کو کیا جانیں۔ میری صورت

سیرت سے اذکو واقفیت کیسی۔

نرگس سے نہ تھا عشق از دیدار خیزد نہ بسا کین دولت از گفتار

خیزد نہ مس طامس سے او نھون نے بہت کچھ سنا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ ابا آپ کو اشعار بھی یاد ہیں۔

نرگس (مسکرا کر) آپ ہی لوگوں کی جوتیوں کا صدقہ۔

خورشیدی بیگم۔ تمھارے نوا ب صاحب کو میں نے

دو ایک بار کھڑکی سے دکھایا ہے۔ وضع طریقہ سے انگریزیت

پائی جاتی ہے۔

نرگس۔ البتہ کبھی کبھی انگریزی پہنتے ہیں۔ تو کیا یہ جبراً ہے۔

خورشیدی بیگم۔ شراب تو نہیں پیتے ہیں؟

نرگس۔ تو بہ تو بہ کبھی نہیں۔ کوئی بات خلاف شرع

نہیں۔ پابند صوم و صلوٰۃ۔

خورشیدی بیگم۔ شکر ہے! مجھ کو آ کی بڑی تشویش

رہتی تھی۔ جو کوئی اپنے مذہب پر قائم نہیں اس کے قول

فعل کا اعتبار کیا۔

نرگس۔ اللہ کرے جلد سہرا بندھے حضور پر سب روشن
ہو جائیگا جیسے وہ ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ اچھا تم سے ایک بات پوچھتی ہوں سچ
کہنا۔ نہیں پہلے قسم کھا لو کہ نہیں چھپاؤنگی۔
نرگس۔ مشکاک شاکی قسم۔ امام حسین قسم کچھ نہ چھپاؤنگی۔
خورشیدی بیگم۔ تمہارے نواب صاحب کی کوئی معشوقہ
بھی ہے؟

نرگس۔ (ہنسکے) جی ہاں اسمین (ایٹنے دکھلا کر) دیکھیے لہجہ
خورشیدی بیگم۔ (مسکرا کر) کیا خوب۔ چلو مہنسی ہنسنے دو
سچ سچ بتا دو۔

نرگس۔ (مسکرا کر) یہ حضور کو ایسا خیال کیوں ہوتا ہے؟
کیا کسی نے کچھ کہا ہے؟

خورشیدی بیگم۔ نہیں جن اور روپیہ کے بہت خریدار
ہوتے ہیں۔ تمہارے نواب صاحب مین (شرما کر) دونوں
باتیں ہیں۔ دوسرے سر پر کوئی بڑا بوڑھا نہیں۔ اپنا خود مختار

جو چاہیں سو کریں۔

نواب آسمانجاہ اپنے دل میں سوچ رہے تھے کہ اتنے
دور اندیشی۔

خورشیدی بیگم۔ کیون چپ کیون ہو گئیں؟ ضرور

کچھ ہے۔ دیکھو چھپاؤ نہیں قسم کھا چکی ہو۔

نرگس۔ آپ کے سر کی قسم پختن پاک کی قسم کسی
سے کچھ لگاؤ نہیں ہے۔ بلکہ دیکھئے ایک فرنگن پر پہلے عاشق

ہوئے تھے۔ سب لوگ نہایت کرتے تھے۔ لیکن کیسی

نہیں سنتے تھے۔ جب آپ کی تعریفیں سنیں اور نسبت

مقرر ہو چکی اور کو صاف جواب دیدیا۔ چنانچہ اب وہاں

آتے جاتے بھی نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ ہاں تو کیا ہم ایسی حسین ہیں کہ فرنگن

لو بھی بھول گئے۔ اور پھر بالکل سنی بات پر۔

نرگس۔ مگر سنا بھی کیسے شخص سے۔ اونکی پسند پر

صاد ہے۔ مس ٹامسن کی بات کا کو نہیں اعتبار ہے۔

خورشیدی بیگم - اوس فرنگن کا نام کیا ہے -

نرگس - مس ہر بڑ بڑ - بڑے امیر کی لڑکی ہے

خورشیدی بیگم - بی نرگس ذری وہ کتاب میز پر سو تو اٹھا^{ٹو}

خورشیدی بیگم نے اوس کتاب میں نام مس ہر بڑ

کا لکھ لیا -

نرگس - یہ آپ نے نام کیوں کتاب میں لکھ لیا؟

خورشیدی بیگم - (مسکرا کر) داشتہ آید بکار

نرگس مصنوعی یعنی نواب آسمانجاہ اپنے دل میں پچھاتے

لگے کہ ناحق آپ اپنے حق میں کانٹے بٹے ہوئے - اگر دشمنان

بد اندیش کوئی غوغا مے بجا کریں تو اوس وقت سخت مشکل ہوگی

خیر مشیکہ بعد از جنگ یاد آید بر گلہ خود باید زد -

خورشیدی بیگم نے کتاب رکھ دی اور بی نرگس سے پوچھا

کہ واقعی آج جانے کا قصد ہے؟

نرگس - حضور مان خدا راست لائے تو جلد حضور کے قدموں

تیلے پر درشس پاؤنگی -

خورشیدی سگم۔ جب دو بدو اس قدر رکھائی کرتی ہو تو پیٹھ
بچھے غذا جائے تمہارا کیا حال ہوگا۔

نرگس۔ حضور خدیب ہوں لیکن اللہ کی عنایت سے صحبت
حضور ہی جیسے صاحبہ نکلی رہی ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے ظاہر
باطن سب ایک۔

خورشیدی سگم۔ تو بس ٹامسن سے تو ملاقات کر لو۔ اماں جان
بھی تمہارے دیکھنے کی شاق ہیں۔

نرگس۔ حضور اسٹیشن جاتے وقت ملازمت کر لوں گی۔
خورشیدی سگم۔ تو پھر کیا آؤ گی۔ اسی وقت اما جان سے
ملاقات کر لوں۔

نرگس۔ حضور اس وقت چیز بست کچھ درست کرنی ہے۔ چلتے
وقت ادھر سے ہوتی جاؤ گی۔ لیکن اس وقت ایک عرض کرتی
ہوں اگر منظور فرما دیں تو کہوں۔

خورشیدی سگم۔ کہو۔
نرگس۔ پہلے زبان دے لیجئے۔

خورشیدی بیگم۔ بے سمجھے بوجھے کیسے قول دون خیر
کہو منظور کیا۔

زرگس۔ حضور ایک نوشتہ اپنے ہاتھ کا دیکھے کہ مجھ سے
جو کچھ قصور یا گستاخی اس وقت تک ہوئی ہو اسکو معاف کیا۔
خورشیدی بیگم۔ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ پھلا تم نے کونسا
میرا قصور کیا ہے جو مجھ سے معافی چاہتی ہو۔ اللہ جانتا ہے
میں تم سے اس قدر خوش کہ تمہاری مفارقت گوارا نہیں ہوتی
زرگس۔ یہ مجھے یقین ہے کہ حضور کو میری طرف سے
غبار نہیں۔ لیکن چلتے وقت کسی کی عرض قبول نہ کرنی پڑی
دشکنی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ (اسنکے) خیر لاؤ لکھے دیتی ہوں۔
یہ کہہ کر ایک پرچے پر یہ عبارت لکھ زرگس کے حوالہ کی
میں تمہاری ملاقات سے نہایت خوش و راضی ہوئی۔
تمہاری حرکات نہایت پسندیدہ۔ تمہارے افعال نہایت
ہی حمیدہ ہیں۔ میں اس بات کو قسماً و حلفاً لکھے دیتی ہوں کہ تم

زہنہارا خوشش ہوں۔ اور نہ کبھی ہونگی۔ اگر تم آئندہ کسی خطر
ضرر بھی مجھے پہنچاؤ تو کبھی تمہاری شکایت تک نہ کروں گی۔
دستخط خورشیدی بیگم۔

نرگس۔ (پڑھ کر) اللہ نہ کرے۔ بھلا لونڈی ضرر پہنچائے گی۔
اول تو میری بات کیا۔ اور اگر خدا نہ کرے ایسا ہو تو یا پروردگار
میرے بدن میں کپڑے پھینکتے کی موت مروں۔
خورشیدی بیگم۔ (آنسو آنکھوں میں لاکر) ہاں اللہ جانتا ہے
مجھ کو اس قدر ہو گئی ہے کہ تمہاری کوئی بات مجھ کو بُری نہیں لگے گی
نرگس۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ جیسی حضور در دانی
کرتی ہیں خدا اسکا آپ کو اجر دے۔ اور بامراد رکھے۔ اگر خدا
کو منظور ہے تو تین چار مہینے میں لونڈی واپس آتی ہے۔
اور تادم زیست زیر سایہ رہتی ہے۔ خیر امام ضامن کی ضمانت
میں سوہنیا۔ لونڈی اب رخصت ہوتی ہے۔ خدا جلد حضور کے
قدموں تلے لائے۔

نواب آسمانچاہ یہ کہہ کے بے اختیار رونے لگے۔ خوشنیتگی

کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ تھوڑی دیر تک ونون خوب روئے۔

خورشیدی بیگم ایک تو کم سن۔ دوسرے پہلی چوٹ۔ ضبط گریہ نہ کر سکیں بے اختیار پلنگ پر مثل ماہی بے آب کے تڑپنے لگیں۔ نواب آسمانجاہ ریشہ خطمی ہو گئے۔ اور اسقدر محبت دیکھ کر اپنی قسمت پر ہزار ہا شکر کیا۔ لیکن خورشیدی بیگم کی بیتابی ان پر بجلی گراتی تھی۔ فوراً اپنے اچھل سے منہ پونچھا۔ ہنسی تفسیر کی باتوں سے دل بہلایا پھر آنے کا وعدہ کیا۔

خورشیدی بیگم۔ بہن مشتری بیگم اوس کمرے میں ہیں اون سے بھی رخصت ہو لو۔

نرگس۔ جی ہاں ابھی جاتی ہوں۔

خورشیدی بیگم۔ دیکھو اسٹیشن جاتے وقت ادھر سے ہوتی جانا۔

نرگس۔ انشا اللہ تعالیٰ۔

غرض نواب آسمان جاہ خورشیدی بیگم و مشتری بیگم
سے رخصت ہو مع مالن اپنے دولتسر کو تشریف لائے۔
مالن۔ اے اب حضور وعدہ کو وفا کیجئے۔ اب اودھر
جانے کا قصد نہ کیجئے۔ نہین تو بڑی حسرابی ہوگی۔
بوسے مشک چھپی نہین رہتی۔

نواب آسمانجاہ۔ نہین اب نہ جاؤنگا۔ اسلئے
آج رخصت ہو آیا ہوں۔ لیکن کل ذرا آجانا۔
مالن۔ کیون اب کیا۔ اور بھی کچھ کام ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ ایک خطا دوں گا اسکو بحفاظت تمام
اونہیں کے ہاتھ میں سب سے پوشیدہ دے آنا۔
مالن۔ (گھبرا کر) کیون سارا بھید کھول دیجئے گا۔ اللہ
ایسا کام نہ کیجئے۔ یہ لونڈی کہیں کی نہ رہیگی۔

نواب آسمانجاہ۔ نہین کچھ اور بات ہو۔ تم کسی بات
کا اندیشہ نہ کرو۔ میں وعدہ کر آیا ہوں۔ خطا نہ بھیجوں گا
تو شکایت ہوگی۔

مالن حضور نہیں۔ یہ کام لونڈی نہ کرے گی۔ اسمین بڑا نقصان ہوگا۔

نواب آسمانجاہ نے جب دیکھا کہ یہ کیسی طرح راضی نہیں ہوتی تو دوسرے عنوان سے اسکو ڈھب پر لائے۔

نواب آسمان جاہ۔ سُنو بی چمیلی۔ اگر تم نے خط لکھنے میں انکار کیا تو میں خود سارا احوال نواب صاحب سے کہہ دوں گا۔ اور میں کہوں گا کہ بی چمیلی مجھے دم دے دے کر محاصرہ میں لجایا کرتی تھیں۔ اسوقت تمھارا کیا حال ہوگا۔ بتاؤ۔

مالن۔ یہی میری محنت کا صلہ ہے۔ حضور سے یہ امید نہ تھی۔
نواب آسمانجاہ۔ تم سے بھی یہ امید نہ تھی نہ۔
مالن۔ کیا؟

نواب آسمانجاہ۔ یہی کہ وقت پر دھوکا دیا۔ اسوقت صاف انکار کر بیٹھیں۔

مالن۔ یہ لونڈی حضور ہی کے واسطے کہتی ہے۔

نواب آسمانجہاہ۔ میں اپنا نفع ضرر خوب
سمجھتا ہوں۔ تمہیں اس قدر شش و پنج کیا ہے خط
دیکر فوراً چلی آنا۔ تم ٹھہرنا نہیں۔

مالن۔ یہ کیوں؟

نواب آسمانجہاہ۔ ہے ایک وجہ۔

مالن۔ خدا خیر کرے۔ میرا دل سہا جاتا ہے۔ دیکھتے
کیا گل کھلتا ہے۔

نواب آسمانجہاہ۔ تم کچھ اندیشہ نہ کرو۔

مالن۔ خیر یہ لونڈی کل حاضر ہوگی حضور اس بات
کو خوب سوچ لین۔

نواب آسمانجہاہ کا خط معذرت اور

خوشیدی سکیم کا اظہار مسرت

دوسرے دن مالن موافق وعدے کے آئی۔

نواب آسمانجاہ نے ایک خط عطر سے بسا ہوا
مالن کو دیا اور کہا اسکو پوشیدہ اون کے ہاتھ
میں دینا۔

مالن۔ میں نے سمجھا تھا کہ حضور اپنی رائے کو بدلینگے
لیکن سخت افسوس ہے کہ آپ نہیں مانتے۔
نواب آسمان جاہ۔ (خفا ہو کر) اگر لیجانا منظور
ہے تو ویسا کہو۔ نہیں تو میں نواب صاحب سے سب
تمھاری کارستانی کہہ دوں گا۔

مالن نے اپنے جی میں سوچا کہ یہ کی طرح مانتے
ہی نہیں تو اپنا روپیہ کیوں چھوڑیں۔

مالن۔ تو حضور انعام جو فرمایا تھا ملیگا نہ؟

نواب آسمان جاہ۔ (ہنسکے) مان ضرور ہاتھ
خالی جائے۔

مالن نے وہ لفافہ عنبرین بو نواب آسمانجاہ
سے لیا اور خوشیدی بیگم کے محسرا میں پہنچی۔

ادھر خورشیدی بیگم و مشتری بیگم بی زگر س
ہی کا ذکر کر رہی تھیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن بی زگر س نے کیسے
طوطے کی طرح آنکھیں بدلیں۔ اس قدر وعدہ کیا تھا
کہ پھر ملاقات کر لینگے تو جائینگے۔ لیکن جھانکی تک
نہ ماری۔

مشتری بیگم۔ مجھ کو بھی نہایت تعجب ہے۔
ایسی امید نہ تھی۔

خورشیدی بیگم۔ خدا جانے کیوں مجھ کو اس قدر
محبت اوس سے ہو گئی۔ بی مالن آیتن تو حال پوچھو
اے لویا دشمن خیر۔ کیوں بی چمیلی تمھاری بھانجی
مکل گئیں۔

مالن۔ جی ہاں۔
مشتری بیگم۔ سہلو گون سے وعدہ کیا تھا کہ وقت
جانے کے ادھر سے ہوتی جائینگے۔ کیا بالکل سہلو گون کو

بھول گئیں؟

مالن۔ حضوریل کا وقت قریب تھا۔ فرصت نہ ملی۔ لیکن ایک خط شاید معذرت کا ہوگا حضور میں بھیجا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ کہاں ہے لاؤ۔

مالن نے وہ خط دیا اور درد سر کا بہانہ کر کے اپنا رستہ لیا۔
مشری بیگم۔ اللہ خط عطر میں ڈوبا ہوا ہے۔

خورشیدی بیگم نے جو اس خط کو کھو لکر پڑھا تو رنگ
چہرہ کا زرد ہو گیا۔ دانتوں کے نیچے اونگلی دا بکرہ گئیں۔

مشری بیگم۔ خیریت تو ہے بہن؟

خورشیدی بیگم۔ خیریت کالے کو سون۔ اُف بڑا
غضب ہوا۔

مشری بیگم۔ کچھ کہو تو آخر۔

خورشیدی بیگم۔ کیا کہوں جو قسمت میں لکھا تھا سو ہوا۔
نقطہ پڑھ لو اپنی قسمت پر رونا آتا ہے۔

یہ کہہ کے خورشیدی بیگم رونے لگیں۔

مشری بیگم نے جلدی سے وہ خط پڑھا تو یہ مضمون تھا۔

خط

جامن - میں جانتا ہوں کہ جس وقت معلوم یہ حال ہوگا۔
 طبع نازک کو سخت ملال ہوگا۔ میری حرکات پر ہزار ہا نفرت
 کیجئے گا۔ آرزو ہو کر دشنام دیجئے گا۔ لیکن جامن میرا قصور نہیں
 انصاف کیجئے تو کچھ دور نہیں۔ ایسے شمع حسن پر کیونکر پڑوانے
 نہ سارہوں۔ ایسے گلِ خوبی پر کیونکر نہ شیدا جان ہزار ہوں
 جس وقت سے آپ کی تصویر سراپا تنویر آنکھوں سے گزری تھی
 خدا جانتا ہے خواب و خور حرام تھا اگر یہ وزارت سے کام تھا۔
 دن بھر بیعت ساری۔ شب بھر اختر شماری۔ عشق نے دیوانہ کر دیا
 تھا عقل و خرد سے بیگانہ کر دیا تھا۔ بے اختیار جی نے چاہا
 کہ اس صحفِ رخ کی ایک بازیارت کیجئے۔ اپنی آنکھوں سے
 معلوم ساری حقیقت کیجئے۔ اس لئے یہ بھیس بدلا مالن کو
 ملا کے کام نکالا۔ گو عقل سدا رہا ہوتی تھی۔ لیکن محبت مثل
 جذب مقناطیس کھینچے لئے جاتی تھی۔ بخدا کہ جس قدر

سنا تھا اوس سے دس ہزار زیادہ پایا ۵

می شنیدم کہ راحت جانی

چون بدیدم ہزار چندانی

ہزار آفرین اوس مان باپ پر جبکی ایسی اولاد ہو۔ نہایت

خوش قسمتی اوس مرد کی جس کو ایسی دو وطن ملے۔ قسم پروردگار

کی کھا کر کہتا ہوں کہ ۵

آفا تھا گردیدہ ام مہرستان ورزیدہ ام

سیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیکری

البتہ مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی۔ مجھ کو اپنے فعل سے

آپ شرمساری ہوئی۔ نہ معلوم مجھے کیا ہو گیا تھا جو ایسے

فعل لغو کا مرتکب ہوا۔ لیکن بخدا کہ میں از خود رفته تھا۔ عقل و

خرد سے بالکل بے بہرہ تھا۔ ۵

ترے کوچے میں لے قاتل نہ آتا میں نہ آتا میں

مگر مجبور ہوں کچھ بس ہنیں بیتابی دل سے

بہ شیشہ دل پر غبار نہ لائے خاطر اقدس پر ملال نقرائے

نہیں تو اس عاشق صادق کو زندہ پتائیگا۔ خونِ ناحق اپنی گردن پر
 لیجئے گا۔ میں نے مانا کہ قصور مجھ سے ہوا۔ واللہ نادم ہوں شہرِ زندہ
 ہوں۔ بیشک گنہگار ہوں عفوِ تقصیر کا امیدوار ہوں۔ آپ کا
 نوشتہ بھیجتا ہوں۔ اور اوسی بنیاد پر عفوِ تقصیر چاہتا ہوں ۵
 اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا

سہرِ سلیم شہم ہر جو فراجِ یار میں آئے
 میں نے سمجھا تھا کہ دیدار سے غم غلط ہوگا۔ لیکن اب تو اور جان
 کے لائے پڑ گئے۔ بیچاری مالن کی کچھ خطا نہیں۔ او سپر خفا
 نہو جئے۔ اس میں سارا قصور میرا ہے ۵
 سزا کیجئے جو سزاوار ہے
 حقیقت میں بندہ گنہگار ہے۔

جواب کس نے سے مانگوں اگر ملے تو پھولانہ سہاؤں۔ نہ ملے
 تو صرف استغفار معلوم ہو جائے کہ میری تقصیر معاف ہوئی۔
 زیادہ کیا لکھوں ۵ ابھی درجہاں باشی باقیال ۵
 جوان بخت و جوان دولت جوان سال ۵

آپکا جان نثار

آسمان جہا

مشتری بیگم۔ اُف یہہ کیا غضب ہوا۔

خورشیدی بیگم۔ یہی جی چاہتا ہے۔ میرے کی کنی چاٹ

مشتری بیگم۔ نواب آسمانجہا کو دیکھتے شہزادے
ہو کے ایسا فعل۔

خورشیدی بیگم۔ اور اس دلالہ شیطان کی خالہ گود بکھو
مدتوں کی نمکخوار ہو کر ایسی حسرت۔

مشتری بیگم۔ جی مان خالہ بھانجی بنی تھیں۔ یہی جی چاہتا
ہے اوس ناشدنی کی بوٹی نوچ نوچ کر چیل کو نوٹکھلاؤں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن ڈوب مرنے کی بات ہے۔ اوس
کینٹ مالن سے آنکھیں کس طرح برابر ہونگی۔ کس طرح

اوسکو دفع ہی کرنا چاہتے کچھ تو اوسکو اس ڈھٹھائی کی سراپانی چاہئے

مشتری بیگم۔ میری رائے میں ہے کہ ہلوگ سارا

حال خالہ جان سے بیان کر دیں۔ اسمیں ہلوگوں کا کیا قصو

ہے۔ محض انجان تھے۔ آخر کہ حساب پاک بہت از محاسبہ
چہ پاک۔۔

خورشیدی سکیم۔ زہار نہیں۔ زمانہ بہت بُرا آگیا ہو
خود ہمیں لوگ بڑا نام ہو جائیں گے۔ خدا جانے وہ بڑھیا
اپنی طرف سے جھوٹ سچ کیا کیا بنا دے۔ علاوہ اسکے
گوہلوگ پاک صاف ہیں لیکن جب یہ بات ظاہر ہو جائیگی
تو آبا جان کو نہایت صدمہ پہونچیکا۔ اونکی عزت میں
اگر حرف آئیگا تو دشمنوں کا جینا دشوار ہوگا۔ یہ بات چھپی
نہ رہیگی۔ آبا جان نسبت اوس وقت قطع کر دیں گے۔ ہر طرف
وجوائب میں اسکا چرچا ہوگا۔ خدا جانے کیا کیا ہوگا۔

مشری بیگم۔ (ہنسکے) تو بس چپ چاپ بیٹھی
رہو۔ بیاہ کے بعد اون سے اسکا بدلہ لے لینا۔ سچ کہنا
تو نسبت چھوٹنے کا قدر خیال ہے۔

خورشیدی سکیم۔ جائے آپ کو ہنسی سو جھی ہو اور مجھے
رونا آتا ہے ایک بات تو دل میں ٹھان لی ہے۔ اس نام

گواہ یہاں چڑھنے نہ دنگی۔

مشتری بیگم۔ خالہ جان سے کیا سبب خفگی کا بتاؤ گی؟

خورشیدی بیگم۔ میں کچھ بنا لوں گی دیکھ لینا۔

مشتری بیگم۔ اور اس خط کا کچھ جواب نہ دنگی۔ کس حسرت سے لکھا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ بہن زیادہ نہ جلاؤ۔ اس خط کا جواب یہی ہو (شمع میں جلا کے)

مشتری بیگم۔ اس سے کیا نفع ہوا جو آپ نے جلا دیا۔ آپ کو

کیا ثبوت ہو کہ اوٹھنوں نے ایسا فعل کیا تھا۔ اگر مکر جائیں تو کیا کہے گا۔

خورشیدی بیگم۔ بلا سے میری پاپوش سے بچھکو غرض کیا جو پوچھنے جاؤں۔

مشتری بیگم۔ ابھی نہیں تین مہینے کے بعد (ہنسکے)

خورشیدی بیگم۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمکو میرا کڑھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اگر زیادہ دق کر دوں گی تو اپنی جان ہلاک کر ڈالوں گی۔

مشرقی بیگم۔ تم بھی کس قدر بیوقوف نہ ہو۔ اگر اچھی طرح خیال
 کرو تو اس قدر اضطراب کی بات نہیں ہے۔ ایک تو جس سے
 یہ حرکت ہوئی ہے۔ اوس سے تمہاری نسبت لگی ہوئی ہے۔
 شادی اللہ کے حکم سے دو تین مہینے میں ہو ہی جائے گی۔
 دوسرے سوا سے تمہارے اور اوان دونوں کے کوئی
 یا بچوان شخص نہیں جانتا۔ مالن اپنی جان کے خوف سے کسی
 سے کہنے سے رہی۔ باقی رہے تو اب اسما خجہ بہادر وہ بھی
 اپنے کو یا تم کو بدنام نہیں کریں گے۔ اور سب سے بڑے کے یہ
 ہملوگ محض ابخان ناواقف ہیں۔ اور ہر لوگوں کی پاکدامنی
 اور نیک طینی خدا خوب جانتا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اونکے کہنے نہ کہنے کا کیا اعتبار۔ جو شخص
 ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ اوس سے جو نہ وہ کم ہے۔ دیکھو تو
 کن کن باتوں کو خیال کروں۔ چال ڈھال وضع پوشاک زبان
 سب طریقہ عورتوں کا اٹھالیا تھا۔

مشرقی بیگم۔ مجھ کو پہلے ہی دھوکا ہوا تھا۔ کس قدر

مشابہت تھی۔

خورشیدی بیگم۔ اور دیکھئے تو۔ ہلوگوں کے سوال پر جو کہا
تھا کہ اوسکی مان نے اونکو دودھ پلایا تھا۔ سچ کا سچ کہا اور بات
کی بات بنائی۔

مشرقی بیگم۔ وہ نوشتہ تمھارا کیسا اونکے پاس ہے
یہ کب دیا تھا۔

خورشیدی بیگم۔ بہن میں کیا کہوں۔ کس کس بات کو سوچو
خدا موت دے تو میں اس رنج سے چھوٹوں۔ آخر شب جب
وہ رخصت ہونے کو آئے تھے تو تمھارے سر میں تو درد
تھا۔ تم دوسرے کمرے میں تھیں۔ صرف میں اور وہ یہاں
تھے۔ اوسوقت انھوں نے مجھ سے بصد آرزو و موت
یہ لکھوایا تھا کہ کب تک قصور اون سے ہوگا میں اوسکا
رنج نہ کروں گی۔ میں کیا جانتی تھی کہ اس میں کیا بھید ہے۔ میں
نے لکھ دیا۔ اسکے علاوہ بہت سی باتیں کہی تھیں جن کے
خیال کرنے سے اب مجھے رونا آتا ہے۔

مشتری بیگم۔ تو اب اپنا قول پورا کرو بیچارے سے کیون
بچ ہو۔

خورشیدی بیگم۔ واہ یہ تو نہ بھولی ہوں اور نہ بھولوں گی۔
اور وہ نوشتہ تو میں نے مالن کی بھانجی سمجھ کر دیا تھا۔

مشتری بیگم۔ تو کیا تم ہمیشہ اون سے رنج رہو گی؟ دیکھنا
تو۔ البتہ اون سے بڑا قصور ہوا۔ اس میں شک نہیں۔
خوب ہوا کہ مجھ کو نہ چھوا تھا۔ نہ چوٹی باندھی تھی۔ چونکہ وہ جانتے
تھے کہ بیاہ ہو گا اس واسطے تم سے یوں پیش آئے۔

خورشیدی بیگم۔ ایک چوٹی کو کہتی ہو۔ ہاتھ میرا پکڑا۔
میرا اٹھلا دیکھا۔ میں برابر بے تکلف لیٹی بیٹھی تھی۔ نہ دوڑ
کا خیال تھا۔ نہ کپڑوں کا لحاظ۔ خدا جانے کس حالت میں دیکھا
اللہ جانتا ہے ایسی زندگی سے مر جانا بہتر ہے۔ بہن میرا
قصور جو کچھ کیا ہو معاف کرنا۔ میری زندگی اسی قدر تھی۔

یہ کہہ کے خورشیدی بیگم نے ہیرے کی کیل ناک
سے نکال کر منہ میں کھ لی مشتری بیگم نے بزور منہ دبا کر کہیں نکال

مُنہ میں رکھ لی۔ مشتری بیگم نے بزورِ منہ دبا کر کیل نکال کر پھینک دی اور نہایت غصہ میں کہا کہ اگر تم ایسا پھر کر وگی تو میں خالہ جان اور اما جان سے جا کر سارا حال کہہ دوں گی۔

خورشیدی بیگم۔ اونلو گونکو اس راز سے آگاہ کر نیکانفع سوائے اسکے کہ اما جان مارے غیرت کے اپنی جان بین اور کچھ نہ ہوگا۔

مشتری بیگم۔ تو ایک شرط پر مانتی ہوں کہ نہ کہوں گی۔
خورشیدی بیگم۔ کیا؟

مشتری بیگم۔ تم قرآن اوٹھاؤ اور قسم کھاؤ کہ اپنی جان ہلاک نہ کرو گی تو میں کسی سے نہ کہوں گی۔

خورشیدی بیگم۔ بہن جب جی خوش نہ رہا تو زندگی اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے۔ مجھکو اس فعل سے اون کے

نہایت ندامت اور سخت حیرت ہوئی
مشتری بیگم۔ جو بات کہ گزر گئی اسکا خیال کرنا عقل کے خلاف ہے۔ یہ ایک امر تقدیری تھا۔ اور پھر سچ کہنا ایک

تسے پوچھتی ہوں۔ تم کھاؤ تو قسم کہ نواب آسمانجاہ سے تم کو
محبت نہیں ہے۔

خورشیدی بیگم۔ ذری نہیں بلکہ عداوت۔

مشتی بیگم۔ یوں منہ بنا کے کہنے سے تو میں ملنے
سے رہی۔ تیرا آن اوٹھا کر کہو کہ اولیٰ نے محبت نہیں ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اب ذری ذری بات میں تیرا آن
رہو انا کیا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

مشتی بیگم۔ بہن یہ بات چھپی نہیں رہتی۔ جب سے
نرگس یا اب کہو نواب آسمانجاہ بہادر رخصت ہو کر گئے

ہیں۔ تمہاری کیفیت ہی دوسری ہو گئی ہے۔ غذا بالکل

چھوٹ گئی ہے۔ رنگ چہرہ کا زرد ہو گیا ہے۔ مغبوط سی

میٹھی رہتی ہو۔ گودیکھا نہیں ہے۔ لیکن کتابوں میں تو لکھا ہی

ہے سب آنا عشق کے ہیں۔ شکر بھیجو اپنی قسمت پر کہ تھوڑا زمانہ

مفاہرت کا باقی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اگر مجھ کو ایسا

نہ ہر ملتا تو میں مارے خوشی کے جلنے میں نہ سماؤں۔

خورشیدی بیگم۔ (رو کر) اب تم سے چھپانا فضول ہے
 مجھ کو واقعی اون سے محبت ہو گئی ہے۔ اور یہی سبب میرے
 زیادہ ملال کا ہے۔ کیونکہ اگر اونسے محبت نہ ہوتی تو میں بیطرح
 اوستانی جی کے ذریعہ سے یہ نسبت چھوڑ دالتی۔ ایک
 طرف شرم و خجالت دامن گیر۔ دوسری طرف محبت پانوں کی
 زنجیر۔ میں نہایت مصیبت میں ہوں کیا کروں۔

مشرقی بیگم۔ تو تمہارا کیا؟ اگر خجالت ہوگی تو نواب
 آسمان جاہ کو۔ خدا بخواسے تمہاری طرف سے کوئی بات
 خلاف عصمت یا شرافت نہیں ہوئی۔ بہن جہاں تک
 میں نے سوچا ہے کوئی بات خجالت یا شرمندگی کی تمہاری
 نہیں۔ یہ سب باتیں بالکل بھول جاؤ۔ تین مہینے کے بعد
 اگر ایسا ہی منظور ہے تو اچھی طرح بدلہ لے لینا۔ اوست
 وہ تمہارے اختیار میں ہوں گے۔

خورشیدی بیگم۔ (ہنسکے) کیسے تم ہنسی سے باز
 نہ آؤ گی۔ دیکھ لینا میں بھی کیسے تم کو چھکاؤنگی۔ اس وقت

کے بچے ہونگے؟ (کھڑی دیکھ کر) اللہ گیارہ پردس منٹ
ہو چکے۔ چلو سو رہیں۔

مشری بیگم۔ آج میں تمہارے ساتھ سوؤں گی۔ ابھی
مجھ کو تم پر تمہارے پورے طرح اطمینان نہیں ہوا۔
خورشیدی بیگم۔ اس بدگمانی کے قربان۔ قسمیں نہتا
سخت سخت لے چکیں۔ اس پر بھی تسکین نہ تو میرا
کیا قصور۔

مالن کا محل سے اچھڑکیاں کھا کر نکلنا

دوسرے روز مالن جب معمول جو اپنے پھولوں کے
گہنے لے ہوئے آئی تو ان دونوں کو اس قدر ریشا نہ پایا۔
مشری بیگم۔ (آہستہ سے) دیکھئے تو یہ دھڑکھائی
کیسی انجان بنی ہوئی ہے۔
خورشیدی بیگم۔ کیوں تمہاری بھانجی اپنے مکان
پہنچی ہوگی؟

مالن - جی ہاں - خط کا جواب ملیگا - مجھ سے بہت طرح سے کہہ گئی تھی کہ جواب لے کے جلد بھیج دینا -

یہ سننا تھا کہ دونوں کے تلووں سے آگ اڑھٹی - خورشیدی بیگم نے بہزار حسد رابی غصہ کو روکا - لیکن مشتری بیگم سے رہا نہ گیا - مشتری بیگم چل دور ہو - باتیں بنائے آئی ہو - ایک تو چوری - دوسرے سینہ زوری - کیا تیری آنکھوں میں چربی چھا گئی جو اس قدر ڈھٹائی و حیائی سے گفتگو کرتی ہے -

مالن - (گہرا کر) مجھ سے کیا قصور ہوا جو ایسے الفاظ میری شان میں کہے جاتے ہیں -

خورشیدی بیگم - کبخت پوچھتی ہے کہ کیا قصور ہوا - کیسی انجان بنی ہیں بیچاری - ابھی کہدین تو ساری شیخی نکلیجائے - شریفون کے گھر میں پرانے مردون کا لانا کیسا - کسی بیگناہ بہو بیٹیوں کو بدنام کرنا کیسا - مالن کو کاٹو تو لہو نہیں بدن میں -

مشرقی بیگم۔ جی ہاں بولے آپ چپ کیوں ہوئیں۔ آپ
کی بھانجی صاحب اپنے مکان پہنچیں یا نہیں؟ اگر نہیں
معلوم ہو تو نواب آسمان جاہ سے پوچھ لو۔

مالن نے دکھیا کہ راز فاش ہو گیا۔ نواب آسمان
نے سارا بھید کھول دیا۔ بید کی طرح کا پنہ لگی۔ قدموں پر سر
جھکا دیا۔ اور نہایت الحاح و زاری سے کہا کہ لونڈی کا کچھ
قصور نہیں۔ نواب آسمان جاہ بہادر نے مجبور کیا۔

خورشیدی بیگم۔ کیسا کچھ مجبور کیا۔ لوٹنے کو فوج بھیجی
تھی۔ قید کیا تھا۔ نمک حرام تو نے مجھے لڑکپن سے کھلایا۔
پالا۔ دودھ پلایا۔ تیری قدر و منزلت ہم سب برابر کرتے رہے
اوسکا نتیجہ یہ ملا۔ کس طرح تجھ کو گوارا ہوا کہ ایک مرد نامحرم
سے ہم بھون کو رو برو کر دیا۔ تو نے آبا جان کا نام بدم
کیا اور ہم بھون کی عصمت میں جو مثل آفتاب روشن تھی
دھبہ لگایا۔ اگر کسی پر یہہ از ظاہر ہو جائے تو ہم کو مہربانا
پڑیگا۔ اور خون ناحق تیری گردن پر ہوگا۔

مالن - (ہاتھ جوڑ کر) لوٹدی کی کیا مجال کہ کسی پر ظاہر کرے
 اور نواب آسمانجہا بہادر بھی کسی سے نہیں کہنے کے۔
 خورشیدی بیگم - بس زبان کو لگام دے۔ جتنا ہی
 کچھ کہتی نہیں اوتنا ہی اور شوخ ہوتی جاتی ہے۔ ذرا وعدہ
 کرنا تو دیکھئے کہ کسی سے کہونگی نہیں۔ تجھ کو منع کون کرتا ہے
 ہم خود ابا جان سے ساری بات کہیں گے۔ یہ بات اسی
 نہیں ہے کہ ہملوگ چپ رہیں۔ اور خدا نہ کرے اس میں
 ہمارا کیا۔ ایسے فریب اور دھوکے میں کون نہ آجائے۔
 خدا نخواستہ کیا ہملوگوں نے کچھ اسمین پیر دی یا کوشش
 کی تھی۔ یا ہملوگوں کے کہنے سے تو لے آئی تھی۔ اس ڈھٹائی
 لی تم دونوں کو کچھ سزا ملنی ضرور ہے۔ ہملوگوں سے کیا ہو سکتا ہے
 ہملوگ تو عورت ذات بے بس ہیں۔ لیکن ابا جان سے
 ساری بات کہیں گے جس طرح سے منظور ہو گا وہ مختار ہے
 ساتھ پیش آئیں گے۔

مالن - (قدموں پر رکھ کر) اللہ اس بڑھیا کی عزت رکھے۔ سر کا

سے نہ کہئے۔ نہیں تو خدا جانے کیا حال کریں۔ قید۔ دیس
نکالا۔ اُف۔

مالن نے اس طرح سے اس طرح کی کہ خورشیدی سنگ
کا دل پیچ گیا۔

مشتری بیگم۔ تجھ کو اپنی عزت کا اس قدر خیال ہوا
اور ہر لوگوں کی عظمت اور نمک کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اللہ
جانتا ہے تو اسی قابل ہے کہ تیری بوٹی بوٹی چیل کوؤن کہ
نوح نوچ کر کھلوا دیا ہے۔

مالن۔ (رو کر) بیشک۔ ماے میں کمبخت نصیبوں جلی کچھ
نہ سوچی۔ بیگم صاحب اللہ رحم کیجئے۔ میری جان بخشی کیجئے
اوس دودھ کا صدقہ جو میں نے آپ کو پلایا ہے۔ میرا قصور
معاف کیجئے۔ نواب صاحب سے نہ کہئے۔ اب اگر
پھر ایسی بات ہو تو گلا کاٹ ڈالئے۔ کتون سے جھلوا
ڈالئے گا۔

اس مرتبہ مالن نے اس جانگاہ آواز سے کہا کہ خورشیدی سنگ

و مشتری بیگم کو باوجود غصہ بہت رحم آیا۔

خوشیدی بیگم۔ یہ قصور ایسا نہیں ہے جو معاف کیا جائے۔

لیکن خیر تیری اگلی خدمتوں کا خیال کر کے اس قدر راس کرتی ہوں کہ اباجان سے نہ کہو نگلی۔ لیکن ایک شرط ہے کہ پھر تو اس مکان میں قدم نہ رکھے اور امان جان سے کوئی حذر بہانہ کر کے جواب لیکر چلی جائے۔

مالن۔ (رو کر) تو کیا یہ اتنے دنوں کی لونڈی اب زیارت سے محروم ہی رہے؟

خوشیدی بیگم۔ ہاں تیری صورت سے نفرت ہو گئی ہے۔ تو آہستگی تو دیکھ دیکھ کر اور رنج بڑھیکا۔ اس سے بہتر ہے کہ شادی ہو باغی تو یہاں قدم تک نہ رکھے۔

مشتری بیگم۔ بس اسی میں خیریت ہے کہ اپنی نحس صورت پھر نہ دکھائے۔

مالن۔ تو لونڈی کیسے اوقات بسر کرے گی؟ ایک اسی سرکار کا تو بھروسہ تھا۔

خورشیدی بیگم۔ بس بس زیادہ نہ بک۔ تو نے بغیر اپنا
 سارا سامان کئے ہوئے تھوڑا ہی یہ کام کیا ہوگا۔ تھوڑا مال
 مارا ہوگا۔ بس دور ہو۔ اور کوئی بات نہ مٹنی جائیگی
 مال نے گو کہ یہ کام لالچ میں آ کے کیا تھا لیکن خورشیدی بیگم
 سے محبت بہت تھی۔ اس طرح سے چھوٹنے کا اوس کو بہت
 رنج ہوا۔ اور روتی ہوئی وہاں سے رخصت ہوا اپنے مکان آئی۔
 خورشیدی بیگم۔ بہن گو اس نے حرکت ناشایستہ کی تھی۔
 پھر بھی میرا دل گرہٹتا ہے۔

مشرقی بیگم۔ البتہ بہت دنوں کی نوکر تھی۔ اس کے
 علاوہ مکو تھوڑے دنوں تک دودھ پلایا تھا۔ میرا بھی دل
 گرہٹتا ہے۔ لیکن سوائے اس کے اور کیا کیا جاسکتا تھا۔ مگر
 تم نے ایک بڑی غلطی کی۔ اس کو خبردار کر دینا تھا کہ کسی پر یہم
 راز ظاہر نہ کرے۔

خورشیدی بیگم۔ اس سے تم اطمینان رکھو یہ کسی پر ظاہر
 نہ کریگی۔ اپنے کئے سے اس کو اس وقت بڑی پشیمانی ہے۔

بلکہ جانشک ہو گا اب ایسا کام کریگی جس میں ہلوگ اس سے خوش
ہوں اور پھر اسکو بحال کریں

مالن کا خط دیکر واپس آنا اور نواب
آسمانجاہ کا اوسپر حرم کرنا

مالن سر اسیمہ ویدھواس افغان و خیران نواب
آسمانجاہ بہادر کی دولت سر امین پہونچی۔ نواب آسمانجاہ
تو اسی انتظار میں بیقرار رہا کہ آئے مین ہٹل رہے تھے مالن
کو دیکھتے ہی دوڑے قبل اسکے کہ کچھ اوس سے پوچھیں مالن
نے خود منہ بنا کر کہا۔

مالن۔ واہ حضور واہ لونڈی کو آپ نے کہیں کا نہ رکھا۔ اسی
مارے خط لیجائے ڈرتی تھی۔

نواب آسمانجاہ۔ اللہ بآؤ تو کچھ حال تو کہو۔

مالن نے ساری کیفیت وہاں کی بیان کی تو نواب
آسمانجاہ نہایت پریشان ہوئے اور بڑی دیر تک سر بگڑیاں

مالن - یہ حضور کو ہوا تھا کیا جو سارا قصہ کھو لیا اور خود بخود راز افشا کر دیا؟

نواب آسمان جاہ - عقل کی خوبی سمجھا کچھ - اور ہوا کچھ - لیکن سچ تو کہو کہین نواب مختتم الدولہ سے اسکا تذکرہ تو نہ کریں اور کہیں میرا نام تو غائب نہ کر دیں -

مالن - اللہ جانے اسوقت تو نہایت غصہ میں تھیں - مجھ سے تو یہی کہا کہ میں نواب صاحب سے بے کہے نہ رہوں گی -

مالن نے خوف دلانے کے واسطے اور بھی کچھ اپنی

زبان سے ملا کر کہ دیا -

نواب آسمان جاہ - تمکو آخر شش جواب ہی مل گیا ہے - یہ اون لوگوں سے امید نہ تھی - خیر جہد مشاہرہ رہا ان سے ملنا تھا - اب جاہ یہاں سے ملا کر گیا -

مالن نے بندگی کی - اور وہاں سے اپنے مکان آئی -

نواب آسمان جاہ کمرے میں آئے تو نواب تقی خان نے اہ چھا کہو خیر ہے - چہرہ کچھ اوداس معلوم ہوتا ہے -

نواب آسمانجاہ - بھائی بڑا غضب ہوا سمجھا کچھ اور ہوا کچھ اور
نواب تقی خان - آخر کچھ کہو بھی تو -

نواب آسمان جاہ نے سارا قصہ شروع ہی
آخر تک ان کے سامنے بیان کیا تو نواب تقی خان نے کہا کہ
میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ فعل تمہارا نہایت لچر ہے - مجھ کو
تو خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں یہ بات رفتہ رفتہ نواب صاحب
تک نہ پہنچ جائے -

نواب آسمان جاہ - آخر پہنچا بیگا کون -

نواب تقی خان - وہی مالن -

نواب آسمان جاہ - واہ کوئی اپنے پانوں میں آپ کھڑی
مار سکتا ہے - اوسکو اپنی جان کا خوف نہیں -

نواب تقی خان - خود اونھیں دونوں پر یوں مین -
کوئی کہہ دے -

نواب آسمانجاہ - نامکن -

نواب تقی خان - ایک دوسرے پر رشک کھا کر -

نواب آسمان جاہ - بھائی تم کیا کہتے ہو۔ یہ لوگ معمولی عورتیں جیسی یہاں ہوتی ہیں۔ نہیں ہیں۔ بخدا کہ اس صورت اور سیرت کی عورتیں کم دیکھی ہیں۔ دونوں حسین۔ دونوں مہجبین۔ اور دونوں غیر اسقدر محبت ہے کہ ایک دوسرے پر فدا ہو رہی ہیں۔ کیا خوب ہو اگر مشتری بیگم سے تمہارا بیاہ ہو۔

نواب تفتی خان - بجا۔ اول تو میں سرے سے شادی کے نام سے بھاگتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ سگی خالہ زاد بہن سے لوگوں بات ٹھہرا رکھی ہے۔ اسی سال شادی ہوئی رہتی۔ لیکن میں نے بہ لطائف اخیل ٹال دیا اور یہاں چلا آیا۔

نواب آسمان جاہ - تو آخر شادی سے نفرت کا سبب؟

نواب تفتی خان - اسکا بہت بڑا قصہ ہے۔ مختصر یہ کہ جس میراجی آیا تھا۔ جسکے عشق نے دیوانہ کر دیا تھا۔ جسکی یاد میں زندہ رہتا تھا۔ وہ چل بسی بہشت میں جانشین ہے۔ پھر تو یہ دل اس دنیا سے ناپائدار سے سراپا بیزار ہو گیا۔ کسی بات میں خوشی نہیں۔ شادی ہو تو کیا۔ اور نہ تو کیا۔ ویسی پری مل

دشوار ہے

نواب آسمانجہاہ۔ ارے بھائی اگر تم مشتری بیگم کو دیکھ لو اور اوکے بعد ایسی باتیں کرو تو جانوں۔ بخدا کہ ان دونوں پر یوں سے کوئی حور بہشتی بھی اچھی نہوگی کسی طرح سے تم دیکھ پاؤ تو جانوں۔

نواب تقی خان۔ (ہنسکے) گئے دن ٹکلی کے باندھنے کے؟ اب آنکھیں رہتی ہیں دو دو پہر بند؟

مَرْتَسِبَةٌ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

ایک روز نواب آسمانجہاہ بہادر اپنے دولہائے مین تصور جانان مین بیٹھے تھے۔ کھانے کا وقت آگیا تھا۔ خد متگا نے آکر عرض کی۔ خاصہ تیار ہے۔

نواب آسمانجہاہ۔ نواب تقی خان صاحب کو خبر کیا نہیں؟ خد متگا رہ حضور وہ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ یہاں نہیں ہیں۔

نواب آسمان جاہ بہادر نے آدھے گھنٹہ تک اون کا انتظار کیا۔ جب نہ آئے تو کھانا کھانے کے کمرے میں تشریف لائے۔ خانہ مان نے میز پر صاف چادر بچھا دی تھی۔ نہایت صاف ستھری رکابیان کرسیوں کے سامنے رکھ دی تھیں۔ بیچ میں ایک چھوٹا سا گلدستہ چینی گلدان میں رکھا ہوا تھا۔ جس کی خوشبو سے دماغ حاضرین معطر ہو رہا تھا۔

نواب آسمان جاہ۔ آج کیا چیزیں کئی ہیں؟
خانہ مان نے فہرست سامنے رکھ دی۔ اور یکے بعد دیگرے چیزیں لانا شروع کیں۔

ابھی نواب آسمان جاہ نے پہلا حصہ کھانے کا ختم بھی نہ کیا تھا کہ ایک چوہدار نے آکر عرض کی کہ مولوی عبدالستار صاحب تشریف لائے ہیں۔ نواب آسمان جاہ نے کہا کہ کہ دو ابھی فرصت نہیں ہے۔ پھر کچھ سوچ کے کہا کہ نہیں بلالو۔

مولوی عبدالستار صاحب - بندگی عرض کرتا ہوں۔

نواب آسمان جاہ - آئے مولانا - آہا آج کدھر چاند نکلا۔
جو آپ ادھر تشریف لائے۔ بسم اللہ کھانا تیار ہے۔

مولوی صاحب - آپ نوش جان فرمائے۔ مجھے معاف رکھئے۔

نواب آسمان جاہ - کیوں کیا بھوک نہیں ہے؟ ابھی
تو شاید آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا۔ آپ لوگ تو
شاید بارہ یا ایک بجے کھاتے ہیں۔

مولوی صاحب - ہملوگون کے کھانے کے وقت کا کچھ
ٹھیک نہیں ہے جب بھوک لگی کھا لیا۔

نواب آسمان جاہ - تو کیا بھوک نہیں ہے اس وقت؟

مولوی صاحب - بھوک تو ہے لیکن

نواب آسمان جاہ - لیکن کیا؟

مولوی صاحب - اس وقت معاف کیجئے۔ کسی دوسرے
وقت کہہ دوں گا۔

نواب آسمان جاہ - نہیں نہیں کہئے۔ ابا اب میں سمجھاؤں گا۔

اسطور سے کھانا کھانے کو بُرا جانتے ہیں اسلئے شش پنج کر رہے ہیں۔
 مولوی صاحب۔ (مسکرا کر) قصور معاف ہو وہی مثل ہے۔
 چور کی ڈاڑھی میں میں تنکا۔ میں نے تو کہا بھی نہیں سچی بات
 خود منہ سے نکل گئی۔

لُواب آسمان جاہ۔ نہیں آپ پر کیا موقوف ہو اکثر بیوقوف
 ہے۔ اکثر بیوقوف اسپر مہلات واہیات اعتراض کرتے ہیں
 مولوی صاحب۔ بیوقوف کہیں ہوں نہیں۔ آپ کے نزدیک
 جو لوگ پیر و احکام خدا و رسول ہیں وہ بیوقوف ہیں۔
 لُواب آسمان جاہ۔ میں نے یہ کب کہا کہ جو لوگ پیر و احکام
 خدا و رسول ہیں وہ بیوقوف ہیں۔

مولوی صاحب۔ آپ نے ابھی کہا نہیں کہ اکثر بیوقوف
 اسپر مہلات اعتراض کرتے ہیں؟
 لُواب آسمان جاہ۔ ہاں تو ایسوں کے بیوقوف ہونے
 میں کچھ شک بھی ہے۔

مولوی صاحب۔ تو وہ بیچارے جو اسکو بُرا جانتے ہیں کچھ

اپنی طبیعت سے۔ بلکہ مطابق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
 نواب آسمانجاہ۔ معاذ اللہ نہا۔ آپ حدیث کی توہین کرتے
 ہیں۔ بھلا وہ حدیث کو نشی ہے مین بھی سنون۔ مین نے تو
 ابھی تک ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

مولوی صاحب۔ اظہر من الشمس۔
 نواب آسمانجاہ۔ پہلے وہ حدیث تو فرمائیے۔ اظہر من
 الشمس پیچھے کہئے گا۔

مولوی صاحب۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ
 ایسے لوگوں پر کفر کا کلمہ لازم آتا ہے۔
 نواب آسمانجاہ۔ تو اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟
 مجھ کو کافر ٹھہراتے ہیں؟

مولوی صاحب۔ اب مین کیا عرض کروں۔ حدیث پیغمبر
 نواب آسمانجاہ۔ لاحول ولا قوۃ۔ آپ جیسے لوگ تو
 خانہ براندازان دین مبین ہیں۔ ایک ذری سی بات پر ایک
 مرد مسلمان کو کافر ٹھہرانے لگے۔ تشبہ والی حدیث تو

آپ کو یاد رہی۔ اور لَا تَكْفُرُوا أَهْلَ الْقِبْلَةِ جو حدیث پیغمبر ہے۔ او سکو بھول گئے۔ اور خیر جانے دیجئے اسی حدیث کو لیجئے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ تو کیا اس سے میسر پر کھانے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ ذری مہربانی فرما کر اسکی توضیح تو کیجئے

مولوی صاحب۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جس نے تشبیہ کیا ساتھ کسی قوم کے پس وہ اوسی قوم سے ہے۔ کانٹے چھری سے میسر پر کھانے والے نے تشبیہ کیا ساتھ عیسائیوں کے پس وہ کافر ہوا۔

نواب آسمان جاہ۔ اس سے تو کافریا مسلمان ہونا نہیں نکلتا۔ بلکہ صرف اتنی بات نکلتی ہے کہ جو شخص جس قوم سے تشبیہ کرے گا وہ اوسی قوم سے سمجھا جائیگا۔ اگر کوئی عیسائی عرب کی طرح عمامہ کرتہ جببہ ٹوپی پہنے اور کھجور کے بورے کے دسترخوان پر ایک ہی برتن میں دس بیس آدمی کے ساتھ ہاتھ ڈال کر کھائے گا تو وہ عرب سمجھا جائیگا۔ اور اگر کوئی عرب کرسی پر بیٹھ کے

میز پر سفید چادر بچھا کے الگ الگ رکابیوں میں چھری اور
کانٹے سے کھائے تو عیسائی معلوم ہوگا۔

مولو یساحب۔ آپ اپنے منہ سے آپ قائل ہوتے ہیں
آپ خود فرماتے ہیں کہ عرب عیسائیوں کی طرح سے کھائے گا
اور پہنے گا تو عیسائی کہلائیگا۔ اور عیسائی جب ہوا تو بیشک
کافر ہوا یا نہیں۔ پھر اب آپ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں۔ ہاں
آپ لوگوں کے ساتھ بولنے میں واقعی سوا۔۔۔ گناہ کے
کچھ حاصل نہیں۔ ابھی آپ نے عربوں کے کھانے کا حال
کیسی حقارت سے بیان کیا۔ اور عیسائیوں کے کھانے کا
حال کیسی فصاحت و لطف سے۔

نواب آسمان جاہ۔ وہ بے ادبی معاف عربوں میں
جو ڈاکو ہیں اوکو ڈاکو نہ کہیں۔ اوس ملک میں جو ملکی رسوم بعض
برے ہیں اوکو اچھا ہی کہیں۔ حلیمہ ڈائی کی اولاد سمجھکر تمام
بدونکی چوری ڈکیتی کونیک ہی سمجھیں۔ تو جناب یہ نہ مجھ سے
ہوا ہے اور نہ ہوگا اور نہ میرے مذہب نے سکھایا ہے۔

خیر آپ نے فرمایا کہ عرب عیسائیوں کی طرح کھائیگا تو عیسائی کہلائیگا
 اس واسطے کا فرہو جائیگا۔ کیا خوب! حضرت کھانا پینا۔ پہننا یہ
 سب ملک کے دستور سے ہوتا ہے۔ کچھ مذہب کے متعلق
 نہیں۔ آپ اسکو خیال نہیں کرتے کہ کفار قریش اور تابعین
 پیغمبر کھانے پینے پہننے رہنے کے طریقے میں ایک وضع پر
 تھے۔ تو کیا کفار مسلمان تھے یا تابعین پیغمبر کافر۔ معاذ اللہ
 ہرگز نہیں۔ یہ سب ملکی باتیں تھیں۔ اور چونکہ وہ لوگ ایک
 ہی ملک کے تھے اس واسطے کھانے پینے پہننے کا طریقہ ایک
 ہی تھا۔ لیکن اگر کفار قریش نماز روزہ میں یا تابعین پیغمبر لات
 و منات کی پرستش میں شریک ہو جاتے تو البتہ کفار
 مسلمان یا مسلمان کفار کہلائے۔ یہ مذہبی تمیز کے آثار ہیں۔
 مولو یصاحب۔ جناب میں لکچر دینا تو جانتا نہیں۔ اور زمین
 نے آپ کی اس طول طویل تقریر کو سمجھا کہ آپ کی غرض اس سے
 کیا تھی۔ جاتے دیجئے اور تذکرہ کیجئے۔

نواب اسماعیل شاہ۔ واہ جناب مولو یصاحب۔ میں نے تو

اس توضیح کے ساتھ عرض خدمت کیا تب بھی آپ فرماتے ہیں
نہیں سمجھا۔ سمجھے تو ضرور ہونگے۔ لیکن بات کی پچ کی کہئے تو وہ
اور بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ لوگ سمجھیں بھی تو
فرمائینگے نہیں سمجھے۔

مولو یصاحب۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں سچ کہتا ہوں
کہ میں طول تقریر سمجھنے کا عادی نہیں ہوں۔ آپ نے اتنی عربی
و طویل تقریر کی کہ میں سمجھ نہ سکا۔

نواب آسمانجاہ۔ حضرت یہ کون بڑی طول طویل تقریر تھی
جو آپ نہ سمجھ سکے۔ اتنی تو بات تھی کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ
مِنْهُمْ سے جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اجنبی کی یہ سچا
کہ یہ کس قوم سے ہے اور اسکی شناخت قومی وضع سے ہوتی
ہے۔ جس قوم کا آدمی وضع پوشاک سے معلوم ہوگا لوگ اسکو
اوسی قوم کا کہیں گے۔ عرب اگر فرانسیسی وضع میں ہے
تو فرانسیسی۔ اور چینی اگر عربی وضع میں ہے تو عرب سمجھا جائیگا۔
مگر حقیقت میں عرب سے فرانسیسی و چینی سے عرب نہیں

ہو جائیگا۔ اس حدیث میں تو مذہب یا کفر کا ذکر ہی نہیں ہے۔
 مولوی صاحب۔ یہ مطلب آپ کا تو بہت واضح ہے۔ اہکو
 تو ہر کوئی سمجھتا ہے۔ مگر مسلمان اگر عیسائی کی وضع اختیار کرے
 تو بالفرض عیسائی حقیقت میں ہو بھی نہیں تو عیسائی کہا جائیگا۔
 نواب آسمانجاہ۔ واہ مولوی صاحب آپ پوچھتے ہیں مسلمان
 عیسائی کہا جائیگا یا نہیں۔ جب یہ معلوم ہے کہ وہ مسلمان
 ہے تب کیونکر عیسائی کہا جائیگا۔ میں نے اسی سے تو
 اجنبی کا لفظ کہا تھا۔

مولوی صاحب۔ میں نہیں تو اجنبی لوگ تو آپ کو عیسائی
 کہینگے یا نہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ ہاں آپ نے صحیح فرمایا نادانستہ لوگ
 مجھ کو عیسائی کہینگے۔ پہلے تو نتیجہ اوسکا یہی ہوگا کہ اونھوں
 نے ایک بات غلط کہی۔ تفہیم کی خوبی۔ اس سے میرے
 حقیقت مذہب میں کیا نقص آئیگا۔ جب ملاقات ہو جائیگی
 خود اذکو معلوم ہو جائیگا کہ راے اونکی غلط تھی۔ دوسرے

میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ میرا لباس یا میری پوشاک
 کوئی مذہبی چیز نہیں ہے۔ یہ ملکی رسم ہے۔ یہ وضع نشست
 کرسی اور یون بیٹھ کر کھانے کی کچھ عیسائی مذہب کی
 خاص بات نہیں۔ روم میں ہزار ہا لوگ اسی طور سے
 کھانا کھاتے ہیں۔ مگر اس میں لاکھوں عیسائی ہیں۔
 وہی مرزائی دھوتی پہنتے ہیں۔ افریقہ لاکھوں عیسائی ہیں
 سب اپنے ملکی لباس میں ہیں۔ انگلستان میں
 ہزاروں لاندہب ہیں مگر سب اسی وضع میں ہیں۔ کیونکہ
 پوشاک کا تفرقہ تفرقہ مذہب سے نہیں ہوتا ہے بلکہ تفرقہ ملک
 سے۔ ہاں ایک بات کہنا بھول ہی گیا۔ اسی طرح کا ایک
 گون نجاشی بادشاہ حبش نے جو ایک عیسائی بادشاہ تھا
 بعد کو وہ مسلمان ہو گیا تھا پیغمبر صاحب کے حضور میں تحفہ بھیجا
 تھا اور آپ نے اسکو نہایت خوشی سے پہنا تھا۔
 مولوی صاحب۔ نجاشی مسلمان تھا ہی۔ شاید کیا۔
 نواب آسمانجاہ۔ اچھا ہو۔ مگر وہ لباس جو نجاشی نے

ہر یہ بھیجا تھا۔ عیسائیوں کا تھا۔ اور او کو حضرت نے قبول فرمایا اور خوشی سے پہنا تھا۔

تو مختصر یہ کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کے معنی جو آپ لگاتے ہیں اور معاذا اللہ بے سمجھے مسلمان کو انگریزی کپڑے پہنے ہوئے یا میر پرچھری چمچے سے کھانا کھاتے دیکھ کے تکفیر کا فتوے دیتے ہیں یہ محض غلط و لغو ہے۔ اگر میں نے انگریزی کپڑے پہنے یا یون کھانا کھانے کا طریقہ اختیار کیا تو آپ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ملک بیضان کے رہنے والوں کا لباس اختیار کیا ہے اور ان کے طریقے سے کھانا کھاتے ہیں۔ آخر روم میں دیکھئے اکثر لوگ خواہ متشرع خواہ غیر متشرع سب اس طر سے کھاتے ہیں۔

مولو لصاحب - تو بندہ پرور میرا تو یہ کلام ہے کہ کیوں اونکی وضع اختیار کریں۔ کیا ہمارا لباس پوشاک یا کھانا کا طریقہ بُرا ہے۔

نواب آسمانجاہ - اب دوسری بات لائے۔ خیر پہلے یہ تو

فرمائیے کہ میں نے جو اتنی دیر تک سر مغزن کی اسکا نتیجہ کچھ ہوا۔
 آپ میری رائے کو تسلیم اور اس حدیث کے معنی جو میں نے
 بیان کئے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔
 مولو یصاحب۔ (مسکرا کر) اچھا آگے چلئے۔ اسکا تو جواب
 دیجئے۔

نواب آسمانجاہ۔ اب آپ یہ فرماتے ہیں کہ انکا لباس
 کیوں اختیار کیا۔ قبل اسکے کہ میں اسکا جواب دون جھک
 ایک سوال کر لینے دیجئے۔

مولو یصاحب۔ فرمائیے۔
 نواب آسمانجاہ۔ آپ نے یہ لباس کیوں اختیار کیا۔
 تہ بند و کرتہ وجہ کیوں نہیں اختیار کیا جو اصل مسلمانوں کا
 لباس تھا۔ اس انگرکھے ٹوپی۔ پائجامے اور دلی وال جوتے
 کی کیا ضرورت تھی۔

مولو یصاحب۔ یہ تو لباس مسلمانوں کا ہے ہی۔
 آج سے برسوں سے چلا آتا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ لاجول ولاقوة۔ اسے صاحب آپ کو
صرف نہیں کہتا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں نے یعنی
ہملوگون کے آبا و اجداد نے کیوں اس کو اختیار کیا۔
اور تہبند وغیرہ پہننا کیوں موقوف کیا۔

مولو یصاحب۔ یہ تو اپنی اپنی پسند۔ پایا جائے میں پردہ
بہ نسبت تہبند کے زیادہ ہی۔

نواب آسمان جاہ۔ تو اسے طرح لوگ اپنی اپنی پسند کو
ترجیح دیتے ہیں۔ مجھ کو یہ لباس زیادہ پسند ہے بہ نسبت
اور لباسوں کے اور مجھ کو اس طور سے کھانا کھانے میں زیادہ
آرام ملتا ہے۔ اس واسطے ان باتوں کو اختیار کیا۔ اب فرمائی
مولو یصاحب۔ تو یہ آپ کی پسند بڑی ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ آپ کے نزدیک بڑی ہو۔ میرے
نزدیک اچھی ہے۔

مولو یصاحب۔ تو آخر کیا بات ہے کہ اس طریق کو آپ
ہملوگون کے طریقہ پر ترجیح دیتے ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ یہ بات آپ نے عقل کی فرمائی۔
 مین چند وجہوں سے اسکو ترجیح دیتا ہوں۔ ہملوگون کا ملکی
 لباس بہت ڈھیلا ہوتا ہے۔ انگریزوں کا لباس بہت
 چست اور بدن سے ملا رہتا ہے۔ چلنے پھرنے دوڑنے
 مین آسانی ہوتی ہے۔ انلوگون کے کھانے کا طریقہ
 نہایت عقلمندی اور صفائی سے ہو۔ ہملوگ نیچے بیٹھ
 کے کھاتے ہیں اور پیٹ پر بھار دے کے بیٹھتے ہیں۔
 چنانچہ جو لوگ کہ تو تبدیل ہیں اونکو بڑی مصیبت ہوتی ہو
 ہاتھ دوڑ تک لیجانا پڑتا ہے قبل و بعد کھانے کے ہاتھ صابو
 و بیسن سے ملنا پڑتا ہے۔ اور جاڑوں میں تو سخت مصیبت
 ہوتی ہے۔ جب تک پانی گرم نہ ہو ہاتھ دھونے کی ہمت
 نہیں پڑتی۔ کھانے کی سب چیزیں ایک جگہ دھردی جاتی
 ہیں کہ اگر بھوک بھی ہو تو روقو چکر ہو جائے اور طبیعت
 سیر ہو جائے برخلاف انلوگون کے کہ کس صفائی سے صاف
 دسترخوان بچھتا ہے۔ صاف صاف رکابیان کر بیوں کے

سامنے رکھ دیجاتی ہیں۔ یکے بعد دیگرے خدمتگار کھانا لے آتا ہے۔ ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں۔ دانت سے گوشت کاٹنے کی حاجت نہیں۔ چھری۔ کانٹا چھپہ سب موجود۔ اُچکے گوشت یا ترکاری لینے کی ضرورت نہیں۔ خدمتگار خود آپ کے سامنے طرح طرح کی چیزیں آہستہ آہستہ لیتا آتا ہے۔ پھر ان باتوں کا فائدہ ہر عقل مند کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور ایسا طریقہ ہر شخص کو اختیار کرنا چاہئے یا نہیں؟

مولو لیساحب۔ واسطہ پھر کا دیا۔ آپ ہجو کرنے میں بادشاہ ہیں۔ آپ سے کوئی تقریر میں عہدہ برا نہیں ہونیگا۔ خیر بہت حضور کو تصدیق دی میں نے جو کچھ جلدی میں کہا ہو معاف فرمائیں

ادھر مولوی عبدالستار صاحب گئے۔ اودھر

دوسرے دروازہ سے نواب تقی خان تشریف لائے۔ نواب اسماعیل شاہ۔ ارے بھائی کہاں تھے۔ کھانا نہیں

کھاؤ گے؟۔ میں نے تمہارا آدھ گھنٹہ تک انتظار کیا۔ جب نہ آئے تو کھالیا۔

نواب تقی خان۔ خوب کیا۔ مجھ کو اشتہا کچھ نہیں ہے۔ خدا جانے کیون؟ دو چار روزوں سے طبیعت اچھی نہیں رہتی۔

نواب آسمانجاہ۔ آج ایک بڑے گرگ کا سامنا ہوا تھا لیکن واللہ! اچھکایا کہ لوہا ہی مان گئے۔
نواب تقی خان۔ کون تھے؟

نواب آسمانجاہ۔ مولوی عبدالستار صاحب۔
نواب تقی خان۔ معاذ اللہ وہ تو بڑے متعصب آدمی ہیں کس امر کی بحث تھی؟

نواب آسمانجاہ۔ یہی چھری کانٹے سے کھانے کی پہلو تو تبدی میں مجھ کو کانسر بنا ڈالا اور مَن تَشَبَّہَ بِقَوْمِ فَهَوٍ مِنْهُمْ اپنے کلام کی تصدیق میں لائے۔ لیکن جب قائل ہوئے تو معافی چاہی۔

نواب تقی خان۔ تو بہ جو شخص کسی مسلمان کو خواہی نخواہی کاٹ کر
 کہے تو وہ مین کیا کہوں کہ کیا ہے۔ واللہ سو غصنی کشتی
 گردن زدنی ہے۔ ایسے لوگوں سے ڈرنا چاہئے۔
 بدنام کر دیں گے۔ اور خصوصاً تمکو تو ان سے بہت پرچ کے
 چلنا چاہئے۔ پرسوں کا ذکر ہے کہ انتظام الدولہ کے
 یہاں اسی چھری کانٹے سے کھانے پر ایک شخص نے
 کہا کہ یہ کفرانِ نعمت ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ کفرانِ نعمت کیا۔ مین تو کچھ سمجھا نہیں
 اس سے اور کفرانِ نعمت سے کیا واسطہ؟

نواب تقی خان۔ جب کچھ ہو بھی۔ ذری او کی منطق غلو
 سے سنئے گا۔ فرماتے کیا ہیں کہ خدا فرماتا تھا کیوں دیا ہو جو ہاتھ سے
 نہیں کھاتے ہو جو چیز کہ خداوند کریم عطا کرے اور اسکو انسان صرف مین
 نہ لائے تو اسکو کفرانِ نعمت کہتے ہیں ہاتھ کو رہتے چھپے یا کانٹوں کی کیا ضرورت
 نواب آسمانجاہ۔ کیا اولیٰ گنگا بہانی ہے۔ اُف مارے
 ہنسی کے پریٹ مین بل پڑ گیا۔ وایہ کیا کفرانِ نعمت ہے۔

پھر کا دیا پھر کا دیا۔

نواب تقی خان۔ مگر واسدین نے بھی کیا خوب جواب دیئے
نواب آسمان جاہ۔ وہ کیا؟

نواب تقی خان۔ میں نے کہا کہ اگر ہاتھ نہ لگانے سے
کفرانِ نعمت ہو تو چھپے سے دال کیون لیتے ہو۔ اور سالن
یا ترکاری کو کیون نہیں ہاتھ ڈال کر نکالتے۔

نواب آسمان جاہ۔ بھی واہ خاصہ جواب ترکی بہ ترکی۔ پھر
کیا ہوا؟

نواب تقی خان۔ پھر کیا ہوا۔ کچھ نہیں ہنسی تفریح میں بات
اوڑ گئی۔ بھوڑی دیر بعد میں وہاں سے چلا آیا۔

نواب تقی خان کا مشتری بگم پڑا آتا

اور نواب محتشم الدولہ کی ملاقات کو جانا

نواب آسمان جاہ۔ ابا ہا ہا۔ کیا چاندنی چھٹکی ہوئی ہے
بھائی چلو ذرا ہوا کھا آئیں۔

نواب تقی خان۔ مجھے معاف رکھو۔ آج طبیعت سُست
معلوم ہوتی ہے۔ اور کوئی روز چلوں گا۔

نواب آسمان جاہ۔ تب تو اور چلنا چاہتے۔ ہوا کھانے سے
طبیعت اچھی ہو جائیگی۔ چلو چلو تمکو میرے سر کی قسم۔

نواب تقی خان۔ کہاں چلو گے؟

نواب آسمان جاہ۔ جہان کہو۔

نواب تقی خان۔ زمین کے نیچے یا دریا کے اندر؟

نواب آسمان جاہ۔ کیا خوب! یہ تمکو کیا ہو گیا ہے
جو تین روزوں سے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ اپنے ساتھ
مجھکو بھی لے ڈالا کچھ کہو تو کیا ہے؟

نواب تقی خان۔ پھر پریش حراحت و لکو چلا ہر عشق
سامان صد ہزار نمکدان لئے ہوئے؟

نواب آسمان جاہ۔ خدا خیر کرے۔ یہ کہاں؟ ذرا بتاؤ تو کس
سے؟ واللہ تم بھی چھپے رستم ہو۔

نواب تقی خان۔ اوس سے کہ جس سے وصال محال۔

جسکے در تک پہنچنا دشوار۔ اوس سے کہ میرے حال درد سے
مطلع نہیں۔ جسکو میرا جو بھر خیال نہیں۔
نواب آسمانجاہ۔ اچھا نام نہ بتاؤ۔ اتنا تو کہو کہ اوسنے تم کو
بھی دیکھا ہے یا نہیں۔

نواب تقی خان۔ کئی بار۔ لیکن جب آنکھیں چارہوئیں
در پہ بند کر لیا۔ میں نے ایک خط بھی لکھا لیکن جواب نہ ملا
نواب آسمانجاہ۔ میں حلف کر کے کہتا ہوں کہ جس کے
واسطے تم مر رہے ہو وہ تم سے بھی عشق رکھتی ہے۔ اور خط
کا نہ جواب دینا اوسکی شرم و حیا پر دلیل ہے۔ میں اسکو
مانوں گا کیسے۔ مثل مشہور ہے۔ ع۔ عشق اول در دل معشوق
پیدا می شود۔

نواب تقی خان۔ نواب آسمانجاہ اگر مجھکو یقین ہو جا
کہ اوس بت طناز کو میرا ذرا سا بھی خیال ہے اور جو بھر بھی
مجھ سے محبت ہو تو واللہ تازہ ہو جاؤں۔ جی اوٹھوں نہیں
تو ایسی زندگی بسر کرنا کیا ضرور ہے۔ اس سے تو مر جانا بہتر ہی

نواب آسمانجاہ - تو تمکو اب کیا راسے دوں مجھ سے تو
تم چھپاتے ہو۔ نہ نام بتاتے ہو نہ نشان کہتے ہو۔

نواب تقی خان - نہیں تمکو کہنے میں کیا ہے۔ تم اسکو
خوب جانتے ہو کہ تم سے مجھکو کقدر محبت ہو

نواب آسمانجاہ - تو پھر کہہ ڈالو۔

نواب تقی خان - جہان تمھاری نسبت قرار پائی ہے وہیں
میرا بھی دل پھنسا ہے۔

نواب آسمانجاہ - مشتری بیگم؟

نواب تقی خان - ہاں مشتری بیگم۔

نواب آسمانجاہ - (فرط خوشی سے) ہاتھ آوے یار میں
نہ کہتا تھا دیکھنا شرط ہے۔

نواب تقی خان - ہاں سبچ ہے واللہ جب نظر سے
نظر دوچار ہوئی۔ ایک برجھی نظر کے پار ہوئی۔

نواب آسمانجاہ - خدا گواہ ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی لیکن
بھائی ایک بڑی قباحت امین ہے۔ وہ بیوہ ہیں۔

نواب تقی خان۔ یہی تو مجھے بھی خیال ہے۔ نہین تو پیغام
نسبت ضرور بھیج دیتا۔ لیکن آسمانجہاہ خیال تو کرو گیا رھوین
برس بیاہ اور عین چوتھی کے روز بیوہ ہو جانا۔ سوا اس کے
کہ لڑکپن میں ایک دفعہ نخل ہو گیا تھا اور کیا کہا جاسکتا ہو۔
میں نہین سمجھتا کہ نواب محترم الدولہ آدمی نخل ثانی میں
تامل کر لگا۔ خصوصاً ایسی حالت میں۔

نواب آسمانجہاہ۔ میں خوب جانتا ہوں کہ نواب محترم الدولہ
بہت عقلمند اور سمجھدار آدمی میں اور نخل ثانی کو برا نہین۔
لیکن ایسے ایسے امورات میں عورتوں کو زیادہ دخل ہے۔
اور وہ لوگ جیسی عقلمند ہوتی ہیں تم کو معلوم ہے۔ مشتری بیگم
کی والدہ و خالہ پڑا نے فتن کی عورتیں ہیں۔ اور وہی اعتقاد
اگلے زمانے کے سر میں سماے ہیں۔ چنانچہ خورشیدی بیگم
کی تسلیم میں جیسا اون لوگوں نے اعتراض کیا۔ اور نواب
محترم الدولہ کو برہم کیا۔ تم مس ٹامس سے سن ہی چکے ہو۔
نواب تقی خان۔ لہذا کوئی ترکیب بتاؤ تو نہر پیام

بھیجوں؟۔ نواب محتشم الدولہ کو اطلاع دون۔

نواب آسمانچاہ۔ نہیں گھر گز رہیں۔ ابھی جلدی نہ کرو۔

پہلے سن گن لے لو۔ دیکھو باتوں ہی باتوں میں دریافت

کرتا ہوں کہ اذہلی راے ایسے امورات میں کس طرح کی ہے

اگر ابھی تم نے پیغام بھیجا اور انھوں نے صاف انکار کیا تو

فرماؤ پھر تمھارا کیا حال ہوگا۔ چرا کاے کند عاقل کہ بار آرد شیمانی⁺

نواب ترقی خان۔ یہ بات سچ ہے لیکن

عاشق سے بھی ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل

وہ کام تو کہتا ہے جو آتا نہیں محکوء

نواب آسمانچاہ۔ بس اسی سے مجھکو چڑھ ہے۔ اب

ایسے بیتاب ہو گئے کہ ایک دور و زنگ بھی صبر نہیں کر سکتے

اپنے کو خوش و خرم رکھو۔ جی بہلاؤ۔ تم ساعقلند آدمی اور

یون کہے۔ کیا مجھکو عشق خورشیدی بیگم سے نہیں ہو۔ زیادہ

ہی ہوگا۔ کم نہیں۔ لیکن دیکھو تو میں کیسا مستقل مزاج ہوں۔

اور خدا پر راضی و شاکر ہوں۔

نواب تقی خان! مکان تک کی خاک چھان ڈالی۔ کیا کیا سانگ نکالی۔ اور کہتے ہیں کہ صابر بیٹھا ہوں۔

نواب آسمانجاہ۔ اور تمھاری نسبت جو مقرر ہے۔

نواب تقی خان۔ قطع کر دی۔ خط لکھ بھیجا کہ مین وہاں بیاہ نہ کرونگا۔

نواب آسمانجاہ۔ تم نے بہت بُرا کیا۔ اگر ادھر صاف جواب محترم الدولہ نے انکار کیا تو نہ اڑھ کر رہے نہ اوڑھ کر۔ اس قدر جلدی کیا تھی کہ خط لکھ کے بھیج دیا۔

نواب تقی خان۔ تو آپ کا خیال کدھر ہے۔ یا مشنری سگم سے شادی یا چھرا اور مین ۵

بود آسان تر از جان در گذشتن

ز جانان در گذر دشوار باشد

نواب آسمانجاہ۔ (آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر) خدا نکرے خداوند کریم تم کو بامراد رکھے۔ مین حتیٰ الوسع سعی کرونگا۔ اسید قوی ہے کہ کشتی شکستہ ساحل مراد پر پہونچے۔ چلو اوقت

اوتھیں گے یہاں چلین۔

نواب تقی خان۔ کہاں؟

نواب آسمانجاہ۔ نواب محترم الدولہ کے یہاں۔

نواب تقی خان۔ (گھبرا کر) میں نہیں جانتا۔

نواب آسمانجاہ۔ (ہنسکے) واہ واہ شور اشوری یا یہ

چلو دیکھو تو بات بات میں کس طرح پوچھتا ہوں کہ تم بھی کہو

نواب تقی خان۔ اچھا کپڑے بدل لوں۔

نواب آسمانجاہ۔ ع۔ حاجت مشاطہ نیست روئے دل آ

بننے کی کیا ضرورت ہے۔ یہی لباس اچھا ہے۔

نواب تقی خان۔ نہیں اس میں ضد نہ کرو۔ مجھے کچھ دیر نہ

کاٹری تیار کر نیکا حکم دو۔ میں ابھی تیار کر نیکا حکم دو۔ میں ابھی

تیار ہو کر آتا ہوں۔

نواب آسمانجاہ۔ کوئی ہے؟

خدمتگار۔ حاضر۔

نواب آسمانجاہ۔ کوچبان کو حکم دو کہ فٹن اور جوڑی تیار

نواب تقی خان۔ لیجئے میں تیار ہو چکا۔ بسم اللہ چلتے۔

نواب آسمانجہا۔ گاڑی تیار ہو رہی ہے۔

اتنے میں خدمتگار نے آکر عرض کی گاڑی تیار ہے۔

نواب آسمانجہا و نواب تقی خان گاڑی پر سوار ہوئے۔

نواب آسمانجہا۔ (کوچبان سے) نواب محترم الدولہ کے یہاں

چلو۔ لیکن دوسرے رستہ سے جاؤ چوک کی طرف سے۔

نواب تقی خان۔ یہ کیوں؟ اودھر سے تو کوس بھر کا پھیر

پڑیگا۔ اوریون تو پانچ منٹ کا رستہ ہی۔ نزدیک کا رستہ چھوڑ کر

دور کی راہ کیوں جاتے ہو۔

نواب آسمانجہا۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ ہوا کھاتے چاہیے

اگر اس رستے جانا چاہتا تو گاڑی پر جانے کی کیا ضرورت تھی

تم چپ چاپ بیٹھے رہو۔ دیکھو تو کیسے اچھے رستے سے تم کو

لیچلتا ہوں۔ تم بھی کہو ناں۔

نواب تقی خان۔ اباب میں سمجھا۔ بھائی تمہارے دوست

کا قائل ہوں۔ واللہ اس رستے میں پہلے مجلسر انواب محترم

کی ملیگی۔ اور بعد اوسکے اونکا مردانہ مکان۔ لیکن اس تکلیف کرنے کا نتیجہ کیا ملیگا؟۔ اسوقت کچھ معلوم تو ہو ہی گا نہیں۔
نواب آسمانجاہ تم تو وہی۔ آہستہ کہو سائیس کہیں
سُن نہ لیں۔

اتنے میں گاڑی گھڑاتی ہوئی مجلسرا کے پاس پہونچی۔ جھلملی دروازوں کی کھلی ہوئی تھی۔ اور اوس میں سے روشنی صاف صاف نکلی پڑتی تھی۔ نواب آسمان جاہ اور نواب تقی خان نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا۔ لیکن کچھ نہ معلوم ہوا۔
نواب تقی خان۔ میں نہ کہتا تھا کہ اسوقت کچھ معلوم نہیں ہوگا
نواب آسمانجاہ۔ جب کوئی ہو بھی۔ پردے تک تو کمرے کے معلوم ہو رہے ہیں۔ پھر اگر کوئی کھڑا رہتا تو نظرای نہیں دیتا۔ کئی مرتبہ دیکھ چکے ہیں۔ تم بڑے کل جھٹے ہو پہلے ہی چلتے وقت ٹوک دیا تھا۔ خیر جانے دو۔ اب اسکا رنج کرنا عبث ہے۔ شاید پھرتے وقت نظارہ جمال ہو۔ تمسے نواب محشم الدولہ سے ملاقات ہو یا نہیں۔

نواب تقی خان۔ ملاقات جسکو کہتے ہیں وہ نہیں ہے۔
 صرف صاحب سلامت دو ایک بار دور سے ہوئی ہے۔
 تم جانتے ہو کہ میں کسی کے یہاں جلد آتا جاتا نہیں ہوں صرف
 کبھی کبھی انتظام الدولہ کے یہاں جا رہتا ہوں۔

نواب آسمان جاہ۔ یہ بڑی سنائی۔ خیر چلو دیکھو کیا ہوتا
 ہے۔ لیکن تم بڑے تند مزاج ہو۔ اولسے ذری سمجھ بوجھ
 کے گفتگو کرنا۔ کوئی لفظ بے ادبی کا منہ سے نہ نکالنا۔
 نواب تقی خان۔ تو یہ یہ کہنے کی بات ہے۔ ایک تو مجھکو
 اون سے غرض نہ دوسرے خود وہ واجب التعظیم۔ میں ایسا
 ہی گو کھا ہوں تھوڑے ہی کہ اولسے اولجھ پڑوں۔ دیکھو تو
 وہ وہ ففتے گرم کروں کہ وہ بھی مان جائیں۔

اتنے میں گاڑی گھر گھراتی ہوئی نواب محتشم الدولہ
 کے مکان فرحت تو امان میں پہنچی۔ اور نواب آسمان جاہ
 اور نواب تقی خان گاڑی سے اترے۔

نواب آسمان جاہ۔ یہ گاڑی کسی کھڑی ہے۔ کوئی شخص

شاید ملاقات کو آئے ہین۔

نواب تقی خان۔ چلو کوئی ہو۔ ہم لوگوں کو اس سے کیا؟

دونوں کمرے تک پہنچے۔ نواب محتشم الدولہ

کرسی پر رونق افروز تھے۔ اور انتظام الدولہ اور میر علی حسن صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔

میر علی حسن۔ نواب آسمانچاہ بہادر شریف لائین

نواب محتشم الدولہ۔ ہاں نواب آسمانچاہ ہی تو ہین۔

لیکن دوسرے اون کے ساتھ کون ہین؟

انتظام الدولہ۔ نواب تقی خان ہین۔

ان سبھوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ نواب

آسمانچاہ اور نواب تقی خان پہنچے۔ اور سب لوگ

تعظیم کو سر و قد کھڑے ہو گئے۔

نواب آسمانچاہ۔ آداب عرض کرتا ہوں۔

نواب محتشم الدولہ۔ (جواب سلام کا دے کے) کہئے

مزاج شریف؟ بہت روز و نیر آپ کو دیکھا۔ آپ اس شہر

شہر میں نہ تھے۔

نواب آسمانجاہ۔ حضور نہیں۔ یہیں تو تھا گذشتہ ہفتے کو حاضر بھی تو ہوا تھا۔

نواب محترم الدولہ۔ ہاں سچ تو بالکل بھول گیا۔ بھائی بھائی اصل یہ ہے کہ ملکہ جو دور وزیر بھی نہیں دیکھتا ہوں تو معلوم ہے کہ برسوں سے دیکھا ہی نہیں۔

انتظام الدولہ۔ حضور واقعی۔ اس حسن و خوبی کا آدمی دوسرا دیکھنا نہ سنا۔ جس نے ذری بھی جان پہچان اسے پیدا کی پھر وہ انکا مطیع و فرمانبردار ہوا۔

میر علی حسن۔ اور علاوہ اسکے علم میں بھی جامع۔

نواب آسمانجاہ۔ یہ آپ کو کون کی قدر دانی ہے۔ نہیں تو من آنم کہ من دانم۔

نواب محترم الدولہ۔ میں بہت خوش ہوا کہ لوگ آپ کی تعریفیں کرتے ہیں اور جہانگ کہ اس وقت تک میں نے دیکھا ہے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹی تعریفیں

کرتے ہیں۔

(نواب تقی خان سے) آپ کا اسم شریف؟

نواب تقی خان۔ اس حقیر کو تقی خان کہتے ہیں۔

نواب آسمانجہا۔ آپ نواب نقی خان صاحب کے

ساجزادے ہیں اور ہمارے بڑے بڑے کرمفرما۔

اس خوبی کا آدمی میں نے دیکھا نہیں۔ انکو اشتیاق ملازمت حضور

کا بہت دنوں سے تھا۔ آج میں اپنے ساتھ لیتا آیا۔

نواب محترم الدولہ۔ کون نواب نقی خان؟ کہیں نواب باندہ

تو نہیں؟

نواب تقی خان۔ حضور مان دہی۔

نواب محترم الدولہ۔ اہا آؤ بھائی تم سے پھر بغیر ہوں۔

نواب نقی خان سے اور مجھ سے بڑی دوستی تھی۔ اوسوقت

آپ بہت کم سن تھے جسوقت میں باندہ گیا تھا۔ یاد ہے؟

نواب تقی خان۔ حضور نہیں۔

نواب محترم الدولہ۔ تو آپ کہاں فروکش ہیں؟ کب آئے؟

نواب آسمانچاہ۔ اسنے لڑکپن سے ملاقات ہو۔ اور اسدھج
 انکے اخلاق نے مجھ کو کھینچا کہ اسوقت سے برابر میرا انکاساتھ
 ہے۔ کبھی میں انکے یہاں پانچ چھ مہینے رہتا ہوں۔ اور
 اور کبھی یہ میرے یہاں۔ چنانچہ جب میں یہاں آنے لگا تو
 انکو بھی اپنے ساتھ کھینچ لایا۔ بلکہ انکی تو شادی درپیش
 تھی۔ چونکہ تاریخ بڑھ گئی اسلئے یہاں چلے آئے۔
 نواب تقی خان۔ (جلدی سے) کیا خوب میری شادی
 کب ہونیوالی تھی۔ وہ لوگ خواہی نخواہی ضد کرتے تھے
 میں سکوت کئے ہوئے تھا۔ جب دیکھا وہ باز نہیں
 آتے ہیں تو میں نے صاف جواب دیدیا کہ میں یہاں
 نہیں کرنے کا۔

انتظام الدولہ۔ کیا آپ نے سچ سچ ومان بیاہ کرنے سے
 انکار کیا؟

نواب تقی خان۔ جی ہاں۔ برب کعبہ۔
 نواب آسمانچاہ۔ (آہستہ سے) اللہ سے جلدی

مکھی کھائی تھی کہ جس میں نواب محتشم الدولہ کو معلوم ہو جائے یہ کنوارے ہیں۔

نواب تقی خان - (آہستہ سے) چپ رہو کیا موقع دل لگی کا ہاتھ لگا ہے۔ گھر جا کے بہتیرا ہنس لینا۔ زیادہ سرگوشی نہ کرو نہیں تو لوگ آخر سمجھیں گے نہیں کہ کچھ دال بین کالا کالا ہے۔

میر علی حسن - تو آخر کیا سبب ہوا کہ آپ نے منظور نہ کیا؟ ایسی عمدہ جگہ نسبت اور لڑکپن سے قرار پائی ہوئی۔ اوسکو آپ نے ایک لحظہ میں قطع کر دیا۔ آپ کے والد مرحوم نے کس تمنا سے کی تھی۔ اور مرنے دم تک دونوں گھروں سے بھیجنا بھیجوانا جو سمدھیان میں ہوا کرتا ہے ہوتا رہا۔ اب آپ نے نہ معلوم کیا سمجھ کر انکار کیا۔ آپ نے نواب تقی خان صاحب کی روح خوب تازہ کی۔

نواب تقی خان - حضرت آپ سے کبھی کی ملاقات

نہ بات لیکن پھر بھی دخل در معقولات۔ بھلا اگر میں نے وہاں
 شادی کرنے سے انکار کیا تو آپ کا کیا نقصان ہوا جو بکڑھے
 میر علی حسن۔ آپ ابھی صاحبزادے ہیں آپ سے کیا
 آپ کے باپ سے بڑی ملاقات تھی۔ اور آپ کو تو میں ذی گودوں
 کھلایا ہے۔ مجھ کو سخت رنج ہوا کہ ایسی عمدہ جگہ آپ کی نسبت
 لگی تھی اور اس کو آپ نے قطع کر دیا۔ یہ کیا ٹرکین ہے۔
 اون میں آپ نے کیا عیب دیکھا جو صاف انکار کر بیٹھے اس
 سے آپ جانتے ہیں کہ بیٹی والوں کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔
 تمام یہی چرچا ہو گا کہ جب کوئی بات تھی تب تو اونھوں ذی
 بیاہنے سے انکار کیا۔ اور علاوہ برین خیال تو فرمائے نواب
 نقی خاں صاحب کی کیا تمنا تھی۔ دونوں گھر و نکو ملایا جاتے تھے
 نواب نقی خان۔ اہا میر علی حسن صاحب ہیں۔ بندگی۔ سین
 تو آپ کو اس وقت تک پہچانا نہیں تھا۔ معاف کیجئے۔ بھلا آپ
 اون لوگوں کی سلسلہ جنبانی نہ کیجئے گا تو کسی۔ نہیں اب میں
 آپ سے صاف صاف اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو کوئی عذر نہیں ہے۔

ایک تو قرابت دوسرے روپے پے سے میں مجھ سے کہیں زیادہ
 تیسرے کوئی بات وہ انکی چھپی نہیں سب کچھ اظہر من الشمس
 ہے۔ لیاقت۔ گفتگو بات چیت روپیہ پیسا جیسا کہ چاہئے
 اوس سے کہیں زیادہ۔ لیکن یہ دل کا سودا ہے اس میں
 والد مرحوم کیا خود میرا اختیار نہیں۔ میں نے اس لئے تو صفا
 جواب دیدیا کہ میں بیاہ نہیں کر دنگا۔

نواب محترم الدولہ۔ آخر آپ کی نسبت کہاں قرار پائی تھی؟
میر علی حسن۔ اے حضور نواب علوی خان کی صاحبزادی
 سے یعنی انکی چچا زاد بہن سے۔ اونکی یہی اب ایک لڑکی ہو
 اور ماسٹر رائٹد ہنر حسن سلیقہ سب میں نام نکالے ہوئے
 ہے۔ نواب تقی خاں صاحب کی دلی مراد یہ تھی کہ یہ دونوں
 گھر ایک ہو جائیں اور روپیہ گھر کا گھر ہی میں رہے۔ میں
 چاہتا ہوں کہ یہ تو صاحبزادے ہوں۔ ایسی نسبت اگر چراغ
 لے کے بھی ڈھونڈھیں گے تو نہ پائیں گے۔

نواب محترم الدولہ۔ ہاں بھئی یہ تو میں بھی کہوں گا کہ

ایسی عمدہ جگہ بیاہ کرنا سراسر غلطی ہے۔ اور علی انحصار
اوس حالت میں کہ جب اپنی قرابت بھی ہو۔ نواب علویخان
کی صاحبزادی تو بیوہ ہیں شاید یہ وجہ ہو کہ یہ بیاہ کرنے
سے انکار کرتے ہوں۔

میر علی حسن۔ اے حضور اونکی دو بیٹیاں تھیں بڑی
بیوہ ہو گئی تھی گزشتہ سال اوس نے قضا بھی کی یہ چھوٹی
ہیں کنواری۔

نواب تقی خان۔ حضور نہیں یہ بات نہیں ہے۔ کیا بیوہ
عورتوں سے بیاہ کرنا نہ چاہتے۔ میرے نزدیک وہ مرد داخل
حسنت ہو گا جو کسی زن بیوہ سے بیاہ کرے بلکہ اگر خدا نخواستہ
وہ بیوہ ہو تین تو میں ضرور بیاہ کرتا صرف اس خیال سے کہ
ایک تو داخل حسنت ہو گا۔ دوسرے یہ بڑی رسم زندہ گور
رکھنے کی اٹھ جاتی۔

میر علی حسن۔ کیا خوب۔ کیا داخل حسنت کہا ہے۔
سبحان اللہ جو لوگ ایسا کرینگے وہ خود تباہ ہونگے۔ اور دوسرے

و بھی تباہ کرینگے۔ اور آپ کو ایسا ذکر ایسے موقع پر کرنا
 نہ چاہئے۔ آخر خیال تو کیجئے کسی تو ہین کرتے ہین۔ وہ لوگ
 آپ کی قرابت میں ہین یا نہیں۔

نواب تقی خان۔ اسیلئے تو کہتا ہوں کہ وہ لوگ ہماری
 قرابت میں ہین۔ کسی غیر شخص کا ذکر اگر کریں تو خدا جانے
 وہ لاشعی مارنے دوڑے۔ لیکن ہاں یہ تو فرمائے کہ اس سے
 خود بھی تباہ ہونا اور دوسرے کو بھی تباہ کرنا کیسے لازم آیا؟

میر علی حسن۔ وہ اپنے واسطے تو خرابی یوں کر گیا کہ اس
 قول شریف سے انحراف کیا۔ رہ راست برو اگرچہ دوراً
 زن بیوہ مکن اگرچہ حورست + اور اس خاندان پر تباہی یوں
 آئی کہ ہر شخص افگشت نمائی کر گیا کہ دیکھئے صاحب یہ لوگ
 کیسے بے شرم ہین کہ بہو بیٹیوں کا نکاح ثانی کرتے پھرتے ہین۔

نواب تقی خان۔ آپ جیسے لوگ اسکو برا سمجھا کریں۔
 جنکو خدا نے عقل دی ہے وہ اسکو اچھا ہی سمجھیں گے۔
 ان نظام الدولہ۔ اچھا نواب آسمانجا بہادر سے پوچھو یہ تو بڑا

پڑھے لکھو اور سفر کردہ ہیں دیکھوں انکی کیا رائے ہے؟

نواب آسمانجہاہ - ہمیں پوچھنے کی کیا ضرورت - اسکا

نفع ضرر تو اظہر من الشمس ہے - اگر یہ حرکت لغو ہوتی تو

پیغمبروں میں یہ رسم جاری نہوتی - آخر دیکھئے کس قدر پیغمبر زادوں

کا نکاح ثانی ہوا - اور اسکا حکم تو خود قرآن وحدیث سے پایا جاتا ہے

اسکے روکنے سے جو جو خرابیاں واقع ہوتی ہیں وہ کیا آپ

لوگوں پر مخفی ہیں - اسی شہر میں شہر فاکہ صد ہا یہو بیٹیاں

پائی جائینگیں جو تنبیہ اور ظلم کے سبب مثل زنان خانگی و بازاری

کے ہو گئی ہیں - صد ہا عورتیں پائی جائینگیں جو برملا چکلے پر جا جا کر

پیشہ اختیار کرتی ہیں - او سوقت فرمائے تو اونکے والدین

یا بزرگوار کو کس قدر شرمنا پڑتا ہے - تو پھر آدمی ایسا کام کیوں

کرے کہ جس میں آگے چل کے خفیف ہونا پڑے -

انتظام الدولہ - یہ بات سچ ہے کہ شرع کے رو سے جائز

ہے - اور پیغمبر زادوں کا بھی نکاح ثانی ہوا ہے لیکن اولوگوں

کی بات اولوگوں کے ساتھ تھی - اگر سہلوگوں میں سے کوئی کرے گا

تو او کو لوگ حقیر و ذلیل سمجھیں گے۔

نواب محتشم الدولہ۔ توبہ توبہ آپ اس طرح کا کلمہ اون ہمارے
 مایوں کی شان میں فرماتے ہیں۔ وہ لوگ ہمارے ارکان
 دین ہیں ہر لوگو کو نگو چاہئے کہ اون کی راہ پر چلیں۔ اونھوں
 نے اس بات کو سوچ سمجھ کے جاری کیا تھا۔ میرے نزدیک
 نکل ثانی کے جاری ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔
 کیا کئی شکل ہی ہے کہ جو اس کی بنیاد ڈالے گا مطعون جہلا و بہوڑ
 میسر علی حسن۔ جناب یہ بڑی شرم کی بات ہے۔ آپ لوگ
 سب ایک ساتھ ہو گئے۔ اب میں کیا کہوں۔ لیکن معاذ اللہ
 بڑی شرم کی بات ہے۔ نکل ثانی توبہ توبہ

نواب تھی خان۔ جناب اگر شرم کی بات ہو تو دونوں
 بیٹی جیسی کنواری بیاہنا ویسی ہی بیوہ سب برابر۔ اگر ایسی
 ہی شرم ہے تو بیٹی ہی نہیں بیاہے۔ اسمین شک نہیں کہ
 جیسا حضور (نواب محتشم الدولہ کی طرف اشارہ کر کے) نے
 فرمایا کہ جہلا چونکہ بہت ہیں اس لئے جو شخص کہ اس کی بنیاد ڈالے گا

اونکا مطعون ہوگا۔ البتہ بیچارے غریبوں کے واسطے یہ برا
 ستم ہے۔ لیکن جو لوگ کہ دو قلمذہبین اونکو کیا پہوا۔ اگر دو قلمذہ
 و معزز اشخاص اس بارے میں کوشش کریں تو غریبوں کی
 اونکے ساتھ بلاخر خشتہ بٹیرا پار ہو سکتا ہے۔

اتنے میں ایک چوہدار نے ایک خط نواب محترم الدولہ
 کے ہاتھ میں لا کر دیا۔ نواب صاحب نے اس لفافے
 کو بغور دیکھا اور فرمایا کہ اس آدمی کو بلالو۔

بیر آیا اور آداب بجالا کے کھڑا ہوا۔

نواب محترم الدولہ نے پوچھا کہ مس ٹامسن کب آئیں؟
 بیرا۔ آج ڈاک گاڑی میں۔

نواب محترم الدولہ۔ اچھا سلام دو اور کہو کہ خط کا
 جواب کل صبح جائیگا۔

نواب آسمانجہاہ۔ مس ٹامسن یہاں کب آئیں؟
 میں نے تو سنا تھا کہ شاید ادھر ہی ولایت جائیگی۔
 نواب محترم الدولہ۔ اب کل جب ملاقات ہوگی تو آؤ

مفصل حال معلوم ہو جائیگا۔

نواب آسمان جہاں اور تقی خان وہاں سے
رخصت ہوئے اور جلسہ برخاست ہوا۔ نواب صاحب
محاصرۃ الشریف لے گئے۔

تمام شد

جلد اول

فسانہ خورشیدی

بفرمایش حاجی سید جان صاحب کتب خانہ

کتاب المطابع پٹنہ محمد عبدالقادر صاحب کتب خانہ
کتاب خانہ پٹنہ



مشتري بيگم کا نواب تقی خان پر فریقہ
اور خورشیدی بیگم و انہما عشق کرنا

اب کچھ ذکر ادھر کا سنئے۔ جس وقت نواب تقی خان نواب
آسمانجہا بہادر سے اپنا انہما عشق کر رہے تھے اس وقت
خورشیدی بیگم و مشتري بیگم میں ادھر اس طرح باتیں ہوتی
تھیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن سچ کہو۔ طبیعت کیسی ہے؟ دو چار
روزوں سے تم بہت مست معلوم ہوتی ہو۔
مشتري بیگم۔ طبیعت تو اچھی ہے۔ یونہی ہی کچھ تراک

کی خلش رہتی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ تپاک تو بے سبب نہیں ہوا کرتا۔ جب تک کوئی صدمہ دلپر نہ پہنچے۔ کیا محال کہ تپاک ہو۔ اچھا بہن (منہ بنا کر) تم مجھ سے چھپاتی ہو۔ اللہ جانتا ہے اب میں بھی کوئی بات تم سے نہ کہوں گی۔

مشرقی بیگم۔ اے واہ ذری سی بات پر روٹھ گئیں۔ آخر کہو کیا کہوں کچھ بات بھی ہو۔ یا لون ہی جھوٹے سچ۔

خورشیدی بیگم۔ جی یہاں کچھ کچی گولیاں نہیں کھیلی۔ کیون کیا اشتہا کا نہ لگتا کوئی بات ہی نہیں؟ کمرے کے دروازے بند کر آٹھون پہر آئندوں کا یہاں کوئی بات ہی نہیں؟ چہرہ تو دیکھو کیسا کھلا گیا ہے۔ منہ پر ہوائیاں چھوٹ رہی ہیں۔ یہ سب کوئی بات ہی نہیں

مشرقی بیگم۔ یک نہ شد دوش نہ شد تم بھلے چنگے کو بھی بیمار بناؤ۔ میں تو خاصی بھلی چنگی بٹھی ہوں اور آپ فرماتی ہیں کہ چہرہ اوتر گیا ہے۔ منہ زرد ہو گیا ہے۔ اور مان یہ تو فرمائے جب

کوٹھری کا دروازہ بند تھا تو آپ نے مجھے روکے کیسے
دیکھا؟ بہن جھوٹ کی کوئی حد بھی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ سنگار دان میں خود دیکھ لیجئے۔ بہار
حسن کیسی اوداس ہو رہی ہے۔

مشرقی بیگم۔ خیر یہ کہنے آپ نے مجھے روتے کیسے دکھا
خورشیدی بیگم۔ بتاؤں۔ سنئے۔ کل میں نے بہن

تم سے جو باغ چلنے کو کہا تھا تو تم نے دروازہ کھانا کیا کھانا
میں چلی گئیں۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ اوس وقت میں

سمجھ گئی کہ کچھ دال میں کالا کالا ہے۔ تم کو تو یہ معلوم تھا کہ میں
باغ گئی۔ لیکن یہ بند کیسے جاتی تھی۔ اوس گلے سے جو اس

کھڑکی کی جھلملی سے دیکھنے لگی۔ بہن تم نے تو اپنی دانت
میں کوئی دقیقہ ہوشیاری کا اوٹھانا رکھا تھا۔

جھلملیوں میں لبلبی لگا دی تھی۔ اور پردے کیسے
لیکن میری تقدیر ابھی تھی کہ جس جھلملی کو میں نے اوٹھایا

نہ تو اوس میں کانٹ لگی ہوئی تھی اور نہ پردا پڑا تھا۔ اس

پر اٹھلا ہوا تھا کہ تم کو یہ بندی بخوبی دیکھتی تھی۔

مشری بیگم۔ بجایہ فقرے کسی اور کو دو۔ اچھا بتاؤ تو
سہی میں اس وقت کیا کر رہی تھی؟

خورشیدی بیگم۔ بتاؤں۔ سنئے۔ ایسی ایسی پتے کی بتاؤں
کہ تم بھی کہو ہاں۔ جو وقت میں نے جھلملی سے دیکھا تھا اس وقت
دریا کی طرف کی دیرپھی کھلی ہوئی تھی۔ تم کوچ پر لیٹی ہوئی تھیں
اور گو نظر تمہاری دریا کی طرف تھی۔ لیکن بشرے سے معلوم
ہوتا تھا کہ کوئی بات سوچ رہی تھیں۔ اس کے بعد شلو کے
سے ایک کاغذ خط سا معلوم ہوتا تھا نکال کر پڑھنے لگیں۔
(مشری بیگم کا رنگ فق چہرہ زرد ہو گیا)

خورشیدی بیگم۔ کیوں بہن کیوں خیر تو ہے؟ طبیعت کیسی؟
مشری بیگم۔ (مسکرا کر) اے واہ میں اچھی ہوں۔ خواہی
نخواہی چونک کیوں اٹھیں۔

خورشیدی بیگم۔ اللہ جانتا ہے پاؤں تلے کی مٹی نکل گئی
سن سے رہ گئی کہ تم کو کیا ہو گیا (ہاتھ کو کلیجے پر رکھ کر)

دیکھو کیسا دھڑ دھڑ کر رہا ہے۔

مشتری بیگم۔ اے ہے سچ تو۔ تم بھی بڑی ڈرپوک ہو ناں

بہن پھر۔

خورشیدی بیگم۔ پھر کیا جب اس خط کو جب پڑھ چکین

تو رونے لگیں۔ میں نے اس وقت چاہا کہ دستک

دون اور تم سے اس رونے کا سبب پوچھوں۔ پھر خیال

کیا کہ کسی پر جبر نہ کرنا چاہیے۔ چاہتی تھی کہ اماں جان سے کہہ دوں

لیکن پھر کچھ خیال کر کے رہ گئی۔

مشتری بیگم۔ اے ہے کہیں کہنا بھی نہیں۔ تمکو مشکلات

کی قسم جو کسی سے کہو۔

خورشیدی بیگم۔ مان ایک شرط کروں تو نہ کہوں۔

مشتری بیگم۔ کیا؟

خورشیدی بیگم۔ مجھ سے کہہ دو تو کسی پر از ظاہر نہ کروں۔

مشتری بیگم۔ بھالے پیٹ میں بات پہمتی نہیں۔ اسلئے ڈرتی ہوں۔

خورشیدی بیگم۔ مان ہی بات ہے تو اچھا اب میں بھی کوئی
بات نہ کہوں گی بہت خوب

مشتری بیگم۔ اللہ اللہ یہ دھمکی۔ اے واہ رودو رودو۔
کوئی بات ہو تو کہوں۔ خواہ مخواہ رنج کرنا اچھا نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن تمہاری بات اس وقت نشر کا کام کرتی ہو
میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم مجھ سے کوئی بات پوشیدہ رکھو گی۔
میں تم کو اپنی حقیقی بہن سے زیادہ سمجھتی تھی۔ لیکن خیر اللہ کو اچھا کرنا
تھا جو یہ حال جلد کھل گیا۔ میرا بھی خدا حافظ ہے۔ بہت سے
ہمدرد نگاہیں گے۔ لیکن تم سے محبت دلی ہو گئی تھی۔

مشتری بیگم۔ بہن معاف کرو۔ اچھی بہن دیکھو ادھر۔ جو
میرا طرقت نہ دیکھے وہ میرا ہو پئے۔ میرا مراٹھہ دیکھے۔

خورشیدی بیگم۔ (آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر) کہو کیا کہتی ہو
مشتری بیگم۔ (گلے لگا کر) بہن اللہ جانتا ہے تم سے جو محبت
ہے وہ کسی سے نہیں۔ اپنی بوٹی بوٹی تمہارے قربان کر دوں۔
میں صرف تم کو آزما تی تھی۔ بھلا تم سے راز نہ کہوں تو کس سے

کہوں اور تم سے ہمدردی نہ چاہوں تو کس سے چاہوں۔

خورشیدی بیگم۔ جی اس بھڑے میں بندی نہ آئیگی۔ یہ چکنی چکنی
باتیں کسی اور کو سنائے۔ جب تک وہ راز نہیں کھلیگا بندی۔

مشرقی بیگم۔ اچھا پہلے قصور معاف کر دو۔

خورشیدی بیگم۔ جی معاف کیجئے۔ پہلے بات کہئے۔
اُس کے معافی چاہئے۔

مشرقی بیگم۔ اچھا تو ذری ہنس تو دو۔

خورشیدی بیگم۔ ہا ہا ہا۔ لو اب تسکین ہوئی۔

مشرقی بیگم۔ اچھا سنو۔

خورشیدی بیگم۔ فرماتے۔

مشرقی بیگم۔ کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا یہ ہا۔ چپ
ہی رہا نہیں جاتا۔

خورشیدی بیگم۔ پھر گلہری رنگ لائی

مشرقی بیگم۔ بہن تو یہ لو بہ خط دیکھ لو۔ اس سے سب حال
لاہر ہو جائیگا۔

خورشیدی سگم۔ (خط پڑھ کے) ۵ من ازان جن روز افزون
 کہ یوسف داشت دالتم کہ عشق ار پرده عصمت برون آرد ز لچارا پا
 مشتری سگم۔ دیکو بہن اب تم نے چٹرخانی شروع کی۔ اسیلے تو
 سگو کہتی نہ تھی۔

خورشیدی سگم۔ بہن تم سے ڈرتے۔ یہ کیسے چپ چاپ آنکھ لڑائی
 اور طرہ یہ کہ خط و کتابت شروع کر دی۔ بہن کہو تو وہ کون خوش
 قسمت جوان ہے جس پر تم ایسی ریجھی ہو؟

مشتری سگم۔ بہن آہستہ بولو۔ کہیں لوگ سن نہ لیں۔ اسیلے
 تم سے کہتے ڈرتی تھی۔

خورشیدی سگم۔ تو یہاں کوئی ہو بھی تو۔ ایک مین یا تم۔ پھر
 دیکسیا؟

مشتری سگم۔ دیوار گوشہ ارد فہمیدہ لب بہ جنبان کہیں
 خالہ جان سن لیں تو فساد ہی کریں۔

خورشیدی سگم۔ تمہاری بھی بات وہ ہے کہ جبکا سر پر
 وہ اوس دالان مین بیٹھی ہیں اون تک آواز جانے سے کیا واسطہ؟

بہن بات نہ ٹالو۔

مشتری بیگم۔ اوی اللہ تم تو جان کھائے ڈالتی ہو۔ وہ جواب
کے بہن نہ۔ بہن شرماؤ نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ اے تو میں شرماؤ کب ہوں خود لجائی
جاتی ہو کتے ہوئے۔ زبان میں لگنت آئی جاتی ہے۔ مجھ پر
چوٹ کرتی ہوں۔ اور خیر سے وہ میرے ہوئے کون؟
مشتری بیگم۔ وہ کون؟

خورشیدی بیگم۔ جتنا ذکر آپ کرتی تھیں۔
مشتری بیگم میں نے تو کیا نام بھی نہیں لیا۔
خورشیدی بیگم۔ پچاری کیسی ننھی بنی جاتی ہیں۔ جیسے کچھ
جانتی ہی نہیں۔

مشتری بیگم۔ مجھ سے قسملے لوجو میری کچھ بھی سمجھ میں آیا ہوا
خورشیدی بیگم۔ یہ کسی اور سے اور سیئے۔
مشتری بیگم۔ اے تو نام کہوں نہیں بتاتیں؟ ابھی تو نکاح

بھی نہیں ہوا۔

خورشیدی بیگم۔ دیکھئے آپ چھیڑ خانی سے باز نہیں آتیں
اور نام لینے میں سہجے ہی کیا۔ ایک ہی ہزار بار لون آسمان
جاہ۔ آسمانجاہ۔

مشتری بیگم۔ ہاے کس پیار سے نام لیتی ہو بہن کچھ
کرد و محبت کی گفتگو چھپتی نہیں۔
خورشیدی بیگم۔ بہن تم تو مذاق کرتی ہو۔ اور پتے کی بات
کو چبا جاتی ہو۔ کہا نکاذ کر کہاں لے آئیں۔

مشتری بیگم۔ تم بغیر قبولو اسے نہ چھوڑو گی۔ اے وہی
وہ جو نواب آسمانجاہ کے ساتھ فٹن مین سوار تھے اونھیں
کاتیر عشق کلجے میں آ لگا ہے۔ بہن زندگی حرام ہو گئی ہمدم اونھیں
کا خیال ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ اس زندگی سے تو مر جانا
اچھا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اے تو کوستی کیوں ہو؟ اللہ چاہتا ہی
تو ہنسی خوشی سے زندگی بسر ہو گی۔ مگر بہن کہو تو اونھوں
نے تمکو اور تم نے اونکو دیکھا کب سے؟ اور خط کتابت کیسے ہوئی۔

مشرقی بیگم۔ اللہ جانتا ہے میں نہیں جانتی کہ یہ خط کہاں سے
 میرے سرہانے آجاتے ہیں۔ ایک روز جسکو قریب ایک
 ہینے کے ہوا میں نہاتی تھی۔ بال سکھانے یہاں چلی آئی۔ اور
 اس دریچے کو کھول کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ناگاہ گھوٹوں کی ٹاپ
 کی آواز کان میں آئی۔ میں نے جلدی سے دریچہ بند کر لیا۔
 لیکن جھلملی اٹھا کر دیکھنے لگی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ دو جوان رعنا
 مشکی گھوڑوں پر چلے جاتے ہیں ایک اون میں سے پھر کر اس
 مکان کو دیکھنے لگا۔ آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی۔ مجھے حیرت
 ہوئی کہ یا اللہ یہ کون گھور گھور کے اس طرح دیکھ رہا ہے۔ غور جو
 کیا تو نواب آسمانجاہ تھے۔ اللہ کیسوں بہن تمہارا عاشق صادق
 ہے۔ کس محبت کی نظر سے اس مکان کو تنکنا تھا۔ خدا وہ دن کرے
 کہ جلد تم دونوں کے سرسہرا بندھے۔ چاند سورج کی جوڑی ہی
 خورشیدی سلیم۔ اے واہ تا کین تو وہ آپ کی کوٹھری کی طرف
 اور نام بدنام نجمہ چپاری کا۔
 مشرقی بیگم۔ اے تو اونکو کیا معلوم کہ اس کمرے میں کون

رہتا ہے۔ اوجھون نے سمجھا ہو گا کہ تمہیں رہتی ہو۔

خورشیدی بیگم۔ (مسکرا کر) بی زگرس تو سب جانتی ہوں گی۔

مشری بیگم۔ اب اوسکو ایک ہینے سے زیادہ ہوا اونکو کیا

یاد ہو گا کہ کون ادھر رہتا تھا کون نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ خیر کچھ ہو آپ اپنا قصہ بیان کیجئے۔

مشری بیگم۔ مان کیا کہتی تھی۔

خورشیدی بیگم۔ وہی (جلدی سے) کہ ادھر گھور گھور کے

دیکھتے تھے۔

مشری بیگم۔ اوسکے بعد اون لوگوں میں سرگوشی ہوئی اور

پھر دونوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے نظروں سے غائب ہو گئے

خورشیدی بیگم۔ کہیں اوسی مالن نے تو پھر یہ کام نہ کیا ہو؟۔

مشری بیگم۔ وہ تو ایک مہینا ہوا کہ جواب پا کر چلی گئی

پھر تو اوسکی صورت تک نہیں دیکھی۔ خیر دیکھو میں دریافت کئے لیتی ہوں

مشری بیگم نے ایک جہری کو بلا کر پوچھا کہ مالن تو ادھر پھر نہیں آئی۔

جہری۔ ادھر کا حال تو معلوم نہیں لیکن البتہ شاید دل و زکا ذکر ہے کہ

کچھ رات گئے آئی تھی۔ بڑی بیگم صاحب کے پاس کچھ دیر تک بیٹھی ہی
 پھر اپنے مکان چلی گئی۔ شاید اپنا قصور معاف کرا لئے آئی ہو۔
 اگر حکم ہو تو بلو ابھیجیون؟

شری بیگم۔ نہیں بس جاؤ اتنا ہی پوچھنا تھا۔

ب۔ ہری چلی گئی تو خورشیدی بیگم نے کہا۔

خورشیدی بیگم۔ مجھ کو تو یقین ہے کہ یہ بھی وسیع کام ہے
 مشتری بیگم۔ تعجب کیا۔

خورشیدی بیگم۔ اس خط میں نام تقی خان کا لکھا ہے۔ کہیں
 نواب تقی خان تو نہیں ہیں۔ بہن تم تو تصویر کھینچتی ہو یا دے
 تو انکا نقشہ تو ادا کرو۔

مشتری بیگم۔ (جھینپ کر) مجھے یاد نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ (طنز سے) اے کیون نہیں بچاری سب
 بھول گئیں۔ لے تمکو میرے ہی سر کی قسم تصویر تو کھینچ ہی
 دو۔ مجھے ایک امر دریافت کرنا ہے۔

مشتری بیگم نے پنسل سے ایک اندازی صورت نواب تقی خان

کی نقش کی تو خورشیدی بیگم اوچھل پڑیں۔

خورشیدی بیگم۔ بس نواب تقی خان ہیں۔

مشتری بیگم۔ اوس روز سے یہ حضرت سلامت کبھی
گھوڑے پر کبھی پایادہ روز آتے اور اس طرف تاکا کرتے ہیں
لیکن تم نواب تقی خان سے کیونکر واقف ہو۔

خورشیدی بیگم۔ اوستانی جی کے اَلَم مین مین نے اونکی
تصویر دیکھی تھی۔ اونھیں سے معلوم ہوا تھا کہ دونوں میں بڑی
گاڑھی دوستی ہے اللہ جانتا ہے میں اس بات سے بہت خوش ہوئی
مشتری بیگم۔ کیوں؟

خورشیدی بیگم۔ نواب آسمانجاہ اور نواب تقی خان میں ایسی
ہی دوستی و محبت ہے جیسی مجھ میں اور تم میں۔ مجھکو ہر دم یہ خیال
آتا تھا کہ ہمیشہ میرا اور تمھارا ساتھ رہا کہیں ایسا نہ ہو بیاہ
پیام جدائی ہو۔ لیکن قربانِ بختن پاک کے کہ اب وہ اندیشہ بھی جا باڑ
مشتری بیگم۔ یہ کیسے؟

خورشیدی بیگم۔ اے کیسی نادان ہو۔ نواب آسمانجاہ اور

نواب تقی خان میں ایسی محبت ہے جیسے ایک جان دو قالب
ہوں۔ پھر جب میرا نکاح نواب آسمانجاہ سے اور تمہارا نواب تقی خان
سے ہوگا تو ایک ہی جگہ رہنا ہوگا۔

مشتری بیگم۔ یہہ ان ہوتی بات ہے۔

خورشیدی بیگم۔ کیا؟

مشتری بیگم۔ تقی خان سے میرا نکاح۔

خورشیدی بیگم۔ کیوں؟

مشتری بیگم۔ ہے ایک وجہ۔

خورشیدی بیگم۔ تو آخر کوئی ہو بھی یا آپ ہی آپ۔

مشتری بیگم۔ وہ پیغام بھیجنے سے رہے۔ اور میں مر جاؤنگی

لیکن کسی سے کہو گی بہن۔ بس نتیجہ معلوم۔

خورشیدی بیگم۔ بہن اللہ کیسوں ایسی بھولی بھولی باتیں

کرتی ہو۔ اگر وہ تمہارے عاشق صادق بہن جیسا کہ خط سے

معلوم ہوتا ہے تو کیا وہ پیغام بھیجنے سے باز آئینگے۔ بہن اگر

اونکا بس چلے تو (ہنس کے) مگر میں سینہ دینگے تمکو چور الیجاہن

مشتری بیگم۔ بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے دل پر
جبر کر کے رہ جاتا ہے۔ اونکو خالو جان کا خوف ہوگا اور لوگوں کے
طعن تشنیع مانع پیغام ہوگی۔

خورشیدی بیگم۔ اے تو اس میں خوف یا تشنیع کی کیا بات ہو
آخر نواب آسمانجہاں نے کیسے پیغام بھیجا؟

مشتری بیگم۔ تم میں اور مجھ میں بہت فرق ہے۔
خورشیدی بیگم۔ یہ کیوں؟ منہ ناک کان روپیہ پیسا جیسا محکو
دیا تمکو۔ پھر فرق کس بات کا؟

مشتری بیگم۔ تم ابھی لڑکی ہو کیا سمجھو گی۔
خورشیدی بیگم۔ بجا آپ مجھ سے کس قدر بڑی ہیں۔ بہت
بہت دس ہنسن بتیں روز بس۔

مشتری بیگم۔ مجھ میں بڑا فرق ہے۔ تم ٹھہرین کنواری
میں بیچاری بیوہ اور ظاہر ہے ایسی باتوں میں بیواؤں اور
کنواریوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اے اوسکا ذکر بھی نہ کرو۔ خدا ایسی شادی

کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے جسوقت تمہاری شادی
ہوئی تھی اوسوقت تمہارا سن کیا تھا؟
مشتری بیگم۔ گیارہ برس۔

خورشیدی بیگم۔ پھر دیکھو تو گیارہویں برس تو تمہاری
شادی ہوئی۔ اور عین چوتھی ہی کے روز تم بیوہ گشتین
تو کیا اس سے تم ہمیشہ بیوہ ہی رہو گی۔ اور اولاد کی
نعمت سے محروم۔ کیا خوب۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ
ابا جان کبھی اسکو گوارا نہ کریں گے۔ اور علاوہ اسکے نکاح
ثانی بین ہرج ہی کیا ہے۔ شرع کے رو سے جائز۔ دیکھو
اکثر پیغمبر زادیوں کا نکاح ثانی ہوا اور پرمعاذ اللہ
کوئی حرف نہیں آتا۔

مشتری بیگم۔ یہ بات سچ ہے شرع کے رو سے
جائز ہے۔ لیکن لوگ شرع پر کب چلتے ہیں۔ اون کو
نہ شرع سے کام نہ کیسے حال کا خیال وہ فقط ریت رسم
کو اپنی شرع سمجھتے ہیں۔ کوئی کام خواہ بھلا ہو خواہ بُرا حلال

رسم خاندان نہیں کرنے کے۔

خورشیدی بیگم۔ جنلوگوں کو خدا نے عقل دی ہے وہ کبھی ایسا خیال نہ کرتے ہونگے۔ دیکھو میں خود اس ذکر کو چھپاتا ہوں۔
مشرقی بیگم۔ کس سے؟

خورشیدی بیگم۔ ابا جان سے اما جان سے خالہ جان سے اور کس سے۔

مشرقی بیگم۔ اے ہر کہیں کہنا نہیں۔ تمکو میری ہی جان کی قسم جو اسکا ذکر بھی کرو۔ آخر وہ لوگ سمجھینگے نہیں کہ جب تک کوئی بات نہیں اسکا ذکر کیوں کیا۔ سبھو کو مجھ پر شک ہو گا اور ہمارا کام بگڑ جائیگا۔

خورشیدی بیگم۔ تم کیسی نا سمجھ ہو میں تمھارا نام لوں گی کچھ تھوڑا ہی تم مجھ پر چھوڑ دو دیکھو کس طرح پوچھتی ہوں۔

مشرقی بیگم۔ مگر دیکھو مجھ پر کوئی بذامی نہ آئے۔
خورشیدی بیگم۔ تو بہ اب کیسے سمجھاؤں۔ ایک مرتبہ تو کہہ دیا کہ تمہارا بچہ نہ آنے پایا گی۔

مشری بیگم - اچھا بہن معاف کرو۔ میں نے ہوشیار
کر دیا۔ کچھ بڑا کیا؟

خورشیدی بیگم - دلمین تو بچاری خوش ہوئی جانی
ہونگی کہ انکی ایک گونہ شفا ریش ہوگی اور ظاہر اسٹہ بناتی ہیں۔

خورشیدی بیگم کا سلاخ ثانی پر گفتگو کرنا
اور مشری بیگم سے شرط پڑنا

ان دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک مہری ڈو
آکر کہا۔ بڑی بیگم صاحب بدلاتی ہیں۔

خورشیدی بیگم - اچھا جاؤ کہو کہ ابھی حاضر ہوئی۔

مشری بیگم - بہن کہیں بھید کھل نہ کیا ہو۔ حالہ جان نے
کہیں سن پایا ہے اسلئے طلبی ہے۔

خورشیدی بیگم - وہم کی دو اتو لقمان کے پاس بھی نہیں

بہن اللہ اللہ کرو۔ ذری سی بات ہوئی اور چونک پڑیں۔

ذری سی گفتگو ہوئی اور ڈر گئیں۔ مجھکو تو خوف معلوم ہوتا ہے

کہ اگر تمھاری ایسی ہی حالت رہی تو تم خود بخود کھڈا لوگی۔ چلو

چلو اوٹھو دیر نہ کرو ایسا نہ ہو کہ خفا ہو جائیں۔

دونوں پانچے ہاتھ سے اوٹھائی مازوادا کے ساتھ الان بین جا پہنچیں
خورشیدی بیگم۔ امان جان بندگی۔

مشتی بیگم۔ خالہ جان بندگی۔ کیون یاد فرمایا؟

بڑی بیگم۔ اے بنو کی بیٹی آئی ہے۔ تلوگ بھی رونمائی میں
کچھ دوگی۔

مشتی بیگم۔ خالہ جان بنو کی بیٹی تو بیوہ ہو۔ پھر رونمائی کیسی ہو۔
بڑی بیگم۔ شامت کی ماری نے دوسرا نکاح پڑھوایا ہو۔ بیچاری
بتو مارے شرم و حیا کے میرے پاس تک نہیں آئی۔ نوج ایسی
بھی کیسی ہو بیٹی ہو۔

خورشیدی بیگم۔ تو امان جان نکاح میں حرج کیا ہو۔ آخر شرع کے رو سے
تو جائز ہے۔

بڑی بیگم۔ بہت سی خیریں ایسی ہیں کہ شرع کے رو سے اونکا کرنا جائز
ہے لیکن لوگ رسم خاندان اور ملک کی ریت کو مد نظر رکھتے ہیں۔
خورشیدی بیگم۔ تو یہ بالکل تعصب ہی تعصب ہے۔

بڑی بیگم۔ تلوگ نئی نئی عقل سیکھتی گئی ہو۔ اور نئی نئی باتیں
 پڑھ پڑھ کے خیال کو اپنے بالکل خراب کر ڈالا ہے۔ اگر نکاح نامی
 میں حرج نہ ہوتا تو پہلے کے بزرگ ایسے ہی وقوف نہ سمجھا کہ اگر
 جائز نہ رکھتے۔ کچھ تو اوٹھوں نے سمجھا ہوگا جو اس بات کو جائز
 نہ رکھا۔ ہم لوگوں کو چاہئے کہ انکے پیرو ہوں نہ مخالف۔

خورشیدی بیگم عقل تو اسکو گوارا نہیں کرتی کہ جو جو باتیں
 بزرگوں سے چلی آتی ہیں خواہ کیسی ہی بُری ہوں سبکو اختیار
 کریں۔ خدا نے عقل اس واسطے دی ہے کہ بھلے کو بُرے سے
 تمیز کریں اور نیک باتوں کو اختیار کر لیں۔

چھوٹی بیگم۔ تلوگوں میں یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ میں بھی سنوں
 (خورشیدی بیگم و مشتری بیگم دونوں سروقہ تعظیم کو اوٹھ کھڑی ہوئیں)
 خورشیدی بیگم۔ خالہ جان بندگی۔

مشتری بیگم۔ اما جان بندگی۔

چھوٹی بیگم۔ جیتی رہو۔ ہنسی خوشی کاٹو۔ بامراد رہو
 خورشیدی بیگم (مشتری کو جیٹ لے کے) آمین۔

مشتری بیگم۔ (رنگ فق) چپ رہو۔ اس وقت بھلا چھٹر خانی
کا کوئی موقع ہے۔

بڑی بیگم۔ دیکھو نہ یہ لڑکیاں آجکل کی کیسے کوب دھیان
مین لاتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ بزرگوں کی پیروی اور ان کی راہ
رسم پر چلنا کچھ ضروری نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ امان جان میں یہ کب کہتی ہوں کہ بالکل
انکی راہ و رسم کو اختیار نہ کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اچھی
بائیں اختیار کیجائیں اور بڑی باتوں سے الگ رہیں۔

چھوٹی بیگم۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ اگے لوگوں سے بڑی
بات کوئی ہوتی ہی نہیں تھی۔

خورشیدی بیگم۔ واہ خالہ جان۔ تو انسان کا سیکو فرشتہ
چھوٹی بیگم۔ معاذ اللہ بلا کی لڑکی ہے۔ زبان ہے کہ قہنی
کی طرح چلتی ہے۔

بڑی بیگم۔ بس یہ اور پھول گئیں کہ خالہ نے انکی تعریف
کی۔ میں سچ کہتی ہوں کہ انکے آبا نے ایسی ویسی تعلیم دے کے

انکے خیالات بالکل خراب کر دئے۔ اب کہتی ہیں کیا کہ عورتیں
برقع پہن کے باہر کیوں نہیں نکلتیں؟۔

مشتری بیگم۔ خالہ جان قصور معاف ہو جب حج کو آپ
گئیں تھیں تو کیوں برقع پہنے بر ملا پھرتی تھیں۔

بڑی بیگم۔ اسے تو وہاں لا چاری تھی سیفر میں پردے کا
کہا تھا تک خیال۔ اور وہاں اسکو برا نہیں جانتے اسلئے کوئی کیسکو
برا نہیں کہتا۔

خورشیدی بیگم۔ تو پھر اگر اسی طرح یہاں جاری ہو جائے
تو کسی انگشت نمائی نہو۔

چھوٹی بیگم۔ یہاں جو اگلے لوگوں نے منع کیا ہے تو آخر
کچھ سمجھ بوجھ کے۔

خورشیدی بیگم۔ خالہ جان اب میں آپ سے کہتی ہوں کہ کلین
یہاں یہ رسم قرار پائی۔ یہ ملک ہندوستان ملک ہندو
کا تھا۔ اور پہلے ان لوگوں میں اسقدر پردہ نہ تھا جیسا کہ تو کہتی
سے ثابت ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں کی یہاں یورش ہوئی اور

نوا بصاحب - چلے نہیں گئے تو کیا وہ آپ کی گلیوں
کے واسطے بیٹھے رہتے۔

بڑی بیگم - اے تو تم بگڑتے کیوں ہو۔ ذرا پھر رک بھی
تو دیکھو وہ کیا ہو رہا ہے۔

چھوٹی بیگم - دولہا بھائی اپنے مقدور بھرتو علیٰ جدی
بنارہی ہوں لیکن گورے ورق کچھ ایسے خراب ہیں
کہ ہاتھ سے لپٹ لپٹ کر رہ جاتے ہیں۔

نوا بصاحب - ورق کی کیا ضرورت تھی؟
بڑی بیگم - اے لو اور کہتے ہیں کہ ورق کی کیا ضرورت
خود ہی کہلا بھیجا کہ گلیوں میں ذرا ورق لگی ہوئی ہوں۔ خود ہی
اب یوں فرماتے ہیں۔

نوا بصاحب - کیا خوب تمنے خواب دیکھا ہے کیا؟
چھوٹی بیگم - اے سچ تو دولہا بھائی۔ آپ نے نہیں
کہا تھا تو موسے خد متگار نے اپنے جی سے فرمایش کی۔
نواب صاحب - اب لوگ مجھے چٹکیوں میں اوڑھ لیں

یہ دوسری بات ہے۔

چھوٹی بیگم۔ اے جانتا ہے کسی خدمتگار نے کہلا بھیجا
کہ سرکار ورق لگی ہوئی گلوریاں مانگتے ہیں کہنے تو پوچھو ادون
تو اب صاحب۔ چشم مارو شن دل ماشاد۔ میں
نے کہا ہی نہیں ایک نہیں ہزار بار پوچھو ادیکھو۔
بڑی بیگم۔ وہ کس نے آکر کہا تھا کہ پیرخیش ورق لگی ہوئی
گلوریاں مانگتا ہے۔

شہری بیگم۔ گل بہار نے کہا تھا۔

شہری بیگم۔ بی عسلانی ذرا گل بہار کو آواز تو دو۔

عسلانی۔ بوا گل بہار ذرا اوھر آنا۔ سرکار بلاتی ہیں۔
بڑی بیگم۔ اری تو نے کہا تھا کہ پیرخیش ورق لگی
ہوئی گلوریاں مانگتا ہے۔

گل بہار۔ جی ہاں بلکہ بوا زعفران بھی تو کھڑی تھیں۔

کہنے تو پوچھو ادون۔

بڑی بیگم۔ بندگی!۔

نوا بصاحب - خدا جانے کیا امر ارہے۔

خورشیدی بیگم - اچھا اب تو جاگے پیر بخش سے ذرا
پوچھ تو سہی کہ کبخت نے کس کے حکم سے درق لگی
ہونی گلوریاں مانگی تھیں - اچھی سارا حال کھلا جاتا ہو۔
اودھر گل بہار پیر بخش سے پوچھنے لگی ادھر
اور باتیں ہونے لگیں۔

نوا بصاحب - (خطا دیکے) خورشیدی بیگم
دیکھو تمھاری اوستانی مس ٹاسن نے تمکو خط بھیجا ہے
بڑی بیگم - کیا لکھا ہے - ہین تو اچھی طرح سے۔
نوا بصاحب - ہاں اچھی ہین - لیکن کیا خط میں لکھا
ہے کس طرح کہوں۔

بڑی بیگم - کیا تم نے پڑھا نہیں۔

نوا بصاحب - دوسرے کا خط پڑھنا بغیر اجازت

معیوب ہے۔

پھولی بیگم - تو غیر کا خط دیکھنا معیوب ہے نہ کہ اپنے

شہزادہ کا بھی۔

نواب صاحب کیسا ہو۔ بیٹی بہو کا حتمی کہ جور و کا خط بھی پڑھنا بے اجازت معیوب ہو۔

بڑی بیگم۔ تو تم میرا خط کیوں پڑھ لیا کرتے ہو؟

نواب صاحب۔ چونکہ تم ان پڑھ محض جاہل ہو۔ میں نہ پڑھوں تو اور کون پڑھے۔ بخلاف اسکے خورشیدی بیگم تو ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہے۔ وہ خود اپنا خط پڑھ لیگی۔

چھوٹی بیگم۔ دولہا بھائی یہ سب انگریزوں کا دستو اختیار کر لے جاتے ہیں۔

بڑی بیگم۔ اے ہاں اس میں بھی کچھ شک ہو آپ بھی کرستان ہوئے جاتے ہیں اور لڑکی کو بھی ستیاناس کیا نواب صاحب۔ کیا خوب میں کرستان ہوا جاتا ہوں۔ خیر اسکا تصفیہ پیچھے ہو گا پہلے یہ فرمائے کہ لڑکی کو کیا ستیاناس کیا؟

بڑی بیگم۔ اے تو جھوٹ ہے۔ ایسے خیالات اسکے

بگڑ گئے ہیں۔ ابھی دو لمحہ بھی نہیں ہوا ہے کہ آپ کی صاحبزادی صاحب فرماتی تھیں کہ وقت ضرورت برقع پہنا کر غور سے کاٹکھنا اچھا ہے اور نکاح ثانی ضرور ہے۔

نوا اب صاحب۔ تو اسکو آپ بُرے خیالات تصور فرماتی ہیں۔ میں تو شک کر رہا ہوں کہ مجھکو خدا نے ایسی لڑکی دی کہ بھلے بُرے میں تمیز کر سکتی ہے۔ لیکن مجھکو حیرت ہے کہ یہ کیا طلسم ہے۔ باہر بھی اسیکا ذکر تھا اور گھر میں بھی یہی چرچا۔

بڑی بیگم۔ یہاں تو بنو کی بیٹی نے جو دوسرا نکاح کیا ہے اس پر بات نکلی۔ باہر میں کیا تذکرہ ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ سبھون نے اس بات کو بُرا ہی کہا ہوگا۔

نوا اب صاحب۔ جی معاف کیجئے سوا میر علی حسن کے سبھون کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ نکاح ثانی جاری کر دینا چاہیے اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ اسکا جاری ہونا بہت ضرور ہے۔ اس خدا اور خدا کے رسول دونوں خوش ہوتے ہیں۔ اسکے روکنے

سے بہت بہت خرابیاں ہوتی ہیں۔ جبکو میں اس وقت بالتصریح بیان نہیں کر سکتا کیونکہ تم سے (چھوٹی بیگم سے) اکیلے میں کہہ دوں گا۔ کیونکہ تمہاری کیا رائے ہے؟۔ منجھو تو کئی باتوں کا خیال ہے۔

چھوٹی بیگم۔ دولہا بھائی اس طرح کی ہنسی محسوس کرے کہ نہ نہیں بھاتی اور آپ تو کمال بدلحفاظ ہو گئے۔ لڑکیوں کے سامنے اس طرح کی باتیں کر لے ہیں کہ منجھو برا معلوم ہوتا ہے۔ اور میں تو یہی کہوں گی کہ جو عورت اس امر کو اختیار کرے یا اسکی طرف خیال بھی کرے وہ بڑی بے حیا و بے شرم ہے، اس کے واسطے اس دنیا سے اٹھ جانا اچھا۔ خدا نکرے کسی شریف کے یہاں ایسی دیدہ دلیر بھوبٹی ہو۔

نواب صاحب۔ (ہنسکے) تم نے سمجھا نہیں۔ میں تفریح نہیں کرتا۔ خیال رکھی وقت تمکو اچھی طرح سے سمجھا دوں گا تب سمجھو گی۔ ابھی موقع نہیں ہے۔ بڑی بڑی تقریریں باہر میں ہوتی ہیں۔ لیکن ایک کا بھی جواب میری علی حسن سے نہ ہو سکا۔

چھوٹی بیگم۔ تو سب کوئی آپ ایک طرف ہو گئے۔ وہ بیچارہ
 اکیلے کس کس سے لڑتے اور کس کو کس کو جواب دیتے اچھا
 کون کون اور کس کے خلاف میں تھا۔

نواب صاحب۔ نواب آسمان خواہ۔ انتظام الدولہ۔ نواب
 تقی خان کے بیٹے نواب تقی خان اور میں۔

خورشیدی بیگم خط پڑھ رہی تھیں لیکن آسمان خواہ
 کا نام سن کر چونک پڑیں۔ جب نواب تقی خان کا نام آیا تو
 اس نے فوراً سے مشتری بیگم کی رائے میں چٹکی لی کہ مشتری بیگم
 نے اختیار چنچ اوٹھیں اور بھانڈ کرالگا۔ جا بیٹھیں۔
 چھوٹی بیگم۔ کیون خیر تو ہے؟

خورشیدی بیگم۔ خالہ جان یہ ایسی ڈرپوک ہیں کہ ذرا سا
 جھٹکا بھی ہو تو چیخ مار کر بھاگیں۔

چھوٹی بیگم۔ اے سچ تو چون چون تھا اسن زیادہ ہوتا
 جاتا ہے مزاج میں لڑکپن آتا جاتا ہے۔ بھلا جھٹکا نگوڑا کیا
 کرتا ہو چیخ مار کر بھانڈ پڑیں۔

نواب صاحب - واہ بی چاری اوس سے ڈرتی ہے تو کیا کرے - تم کیسے سپرد نکو دیکھ کے الگ جا بیٹھتی ہو؟
چھوٹی بیگم - تو میں کچھ ڈرتی ہوں تھوڑا ہی - مجھ کو سانپ دیکھ کے کیڑوں کا خیال آتا ہے - اسلئے طبیعت نہیں چاہتی ہے کہ اسکو دیکھیں -

بڑی بیگم - یہ نواب تقی خان کون ہیں؟ کہیں باندے والی بیگم کے بیٹے تو نہیں ہیں؟ اے دیکھو بھلا سا نام ہے تو بہ اسوقت یاد ہی نہیں پڑتا ہے - اے دور کی فرابت ہے اولئے -

چھوٹی بیگم - حشمت بیگم تو نہیں؟

بڑی بیگم - نہیں وہ اونکی چچا زاد بہن ہیں - انھیں کی بیٹی کو کب بیگم سے اس لڑکے کی نسبت قرار پائی ہے - بڑی بہن تھی پار سال مگئی - اور یہ چھوٹی ہے - ساری دولت اسی کی ہے - بڑی امیر ہو گئی اور قبول صورت ہو - قد و قفا میں مشتری جتنی ہے - صرف زنگ مشتری سے اوترتا ہوا ہے

ایسکن ہزاروں میں ایک ہو اور عقل کی ڈیرا۔

مشرقی بیگم چپ چاپ سُنتی رہی اور اس تقریر نے
اسکے دل پر سم قاتل کا اثر کیا۔ خورشیدی بیگم بھی مضطرب ہوئی
بڑی بیگم۔ ہاں دیکھو یاد پڑا۔ الفتی بیگم کا یہ لڑکا ہے۔ نواب
کو (نواب صاحب سے) کیا تم نہیں جانتے ہو؟

نواب صاحب۔ میں خوب جانتا ہوں۔ ایسکن اون کے
مرنے سے آنا جانا وہاں کا چھوٹ گیا۔ بہت دنوں سے اس
لڑکے کو دیکھا نہیں تھا اسلئے پہچان نہ سکا۔ ماشاء اللہ
اچھا رنگ، وہ نکالا ہے۔ لیکن تم نے کچھ سنا؟ انھوں نے
کیا کیا ہے؟

بڑی بیگم۔ نہیں۔

نواب صاحب۔ انھوں نے اپنی نسبت چھوڑائی اور وہاں لکھ
بھیجا کہ شادی نہ کرونگا۔

بڑی بیگم۔ ہے یہ کیا کیا۔ بڑی غلطی کی۔ ایسی جگہ بیاہ
نکرے تو کہاں کرے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ اگر چہ راع لیکر

ڈھونڈھیں گے تو بھی اوسکی سی دولت حسن نہ پائیں گے۔
 اور کیسا لطف۔ گھر کا گھر ملا رہتا۔ آپس میں محبت ملاپ بڑھتا۔
 سچ کہتی ہوں کہ مردوں کے بڑے بے شعور ہوتے ہیں۔
 کیا کوئی بڑا بوڑھا نہیں ہے کہ اوسکو سمجھاوے۔ اے
 اور نہیں کوئی تو تھیں کچھ سمجھاو۔ سمجھاو۔ ابھی وہ لڑکا ہو۔ لڑکے
 کی عقل کہاں تک۔

نوا اوصاحب۔ میں کیوں حسل و معقولات 2 دن۔
 اور سمجھانے کو تو بہت سمجھاتے ہیں۔ ایک یہی میر علی حسن
 نے میرے سامنے کس قدر کہا اور سمجھایا۔ لیکن وہ کب
 مانتے ہیں۔ سب کا آخر میں یہ جواب دیا کہ شادی بیاہ
 میں اپنا اختیار نہیں ہے۔

بڑی بیگم۔ تو اور کس کا اختیار ہے؟

نوا اوصاحب۔ کہتے تھے کہ اس بارے میں دل کا اختیار ہے
 میں اس سے بھاپ گیا کہ کیا تیرا عشق بچا رہے کے
 دل سے پار ہو گیا ہے۔

بڑی بیگم یہ سب ڈھکوسلا ہے۔ خیر خدا کرے چار
 بامراد رہے۔ لڑکپن میں تو بڑا بھولا بھالا تھا۔ ایسی مٹی
 میٹھی باتیں کرتا تھا کہ جی چاہتا تھا برابر اسکی گفتگو
 سنا ہی کیجئے۔ اب ادھر آ کے آدھ وقت بالکل بند ہو گئی
 نہیں تو پہلے کئی دفعہ گئی ہوں۔ اور وہ لوگ تو برابر شادی
 غمی میں شریک ہوتے آئے ہیں۔ دیکھو اس لڑکی
 کو کبھی کی بان مر گئی تم نے پر سے بین مج کو جانے بھی نہ یاد بڑی
 شکایت اون لوگوں نے کی ہو گی۔ تم اون لوگوں کے سامنے
 مج کو شرمندہ کرتے ہو۔

نواب صاحب۔ اچھا پڑ سے میں چلی جانا۔ اس وقت تک
 جاڑہ اچھا پڑ گیا۔ میں نے گرتی کے لحاظ سے تم کو جانے
 نہیں دیا تھا۔

اتنے میں گل بہار آئی اور یوں بیان کیا۔
 گل بہار۔ بیگم صاحب پیر بخش کہتا ہے کہ مہمان
 اچھے اچھے آئے تھے اسلئے ورق دار گلوریاں مانگی تھیں

نوا ب صاحب - ٹھیکنا آدمی ہو قوف دیکھا نہین الایہ
 یہ اپنے جی سے دخل در معقولات کی کیا ضرورت تھی
 شاید ورق دار گلو ریاں کھانے کو دل چاہتا تھا۔ مان
 (خورشیدی بیگم سے) میں باتوں میں لگ گیا تھا۔ مس
 ٹامن نے کیا لکھا ہے؟

خورشیدی بیگم نے خط پڑھنا شروع کیا۔

میری پیاری خورشیدی بیگم۔ میں آج دو پہر کی ڈاک
 میں یہاں پہونچی۔ میرا ارادہ تھا کہ اودھری سے یکسر
 اپنے ملک کو چلی جاؤں۔ مگر بغیر تم سے رخصت ہوئے
 جانا گوارا نہین ہوا۔ کل شام کو تمھاری اور مشتری بیگم
 کی ملاقات کو آؤنگی۔ تملوگون کے واسطے نئی ہی تصویریاں
 پہاڑوں اور جنگلون کی لائی ہوں۔ اپنی بہن مشتری بیگم
 کو میری دعا۔ اپنی امان جان و خالہ جان کو میرا سلام کہدینا۔

تمھاری بیس خواہ

مس ٹامن

بڑی بیگم۔ ایک بات کہو نگلی۔ اس بیچاری کو خورشیدی بیگم سے محبت بہت ہے۔

خورشیدی بیگم۔ آبا جان! بہت اچھی آدمی ہیں۔ اللہ کرے بہت دنوں حسین۔

نواب صاحب باہر شریف لے گئے۔ خورشیدی بیگم اور مشتری بیگم ایک ایک اشرفی روغالی سین دے کے بالا خانہ پر چلی آئیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن صدقے او کی خدائی کے کیسا اچھا موقع اس تذکرے کا ہاتھ لگا۔ ہنیں تو میں سوچ میں تھی کہ کیسے اسکا تذکرہ کروں۔ خدا بتو کی بیٹی کا بھلا کرے۔ نہ وہ بھر نجات کرتی نہ یہ تذکرہ چھڑتا۔

مشتری بیگم۔ مجھے تو رنج ہوا پہلے تو کچھ معلوم ہنیں تھا کہ کیا ہوگا۔ اور اب تو اما جان کی تقریر سے صاف ظاہر ہوا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ خالہ جان بھی اسکے خلاف ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن! اور آبا جان نے کیا کہا؟ اسکو

بھی بغور سنایا نہیں؟ تم تو ادھر متوجہ تھیں۔ اور میں آبا جان
 کہ بغور دیکھتی تھی۔ تمھاری طرف پہلے کئی بار دیکھا۔ اور دو ایک
 تہہ مسکرائے بھی۔ تم کو خیال نہیں کہ آبا جان نے کس قدر
 س نکل ثانی کے بارے میں تائید کی تھی۔ اب اور کس طرح
 سے کہتے۔ اس سے سمجھ جاؤ جو اونھوں نے خالہ جان سے
 ہا کہ میرے خیال میں بہت کچھ ہے لیکن اس وقت بیان
 زیا مناسب نہیں۔ یہ کہہ کے تمھاری طرف اونھوں نے
 پھر دیکھا۔ اور اسی وقت آبا جان باہر سے آئے تھے۔
 اور نواب آسمانجہاہ اور نواب نقی خان بھی ملاقات کو
 آئے تھے۔ اور یہی ذکر باہر میں بھی ہوا تھا۔ اے کیسی
 نا سمجھ ہو۔ یہ سب باتیں ملا کے دیکھو تو کیا ہے۔ بہن منہ میٹھا
 کرو۔ تمھارا نکاح اگر نواب نقی خان سے نہو تو کچھ مارتی ہو
 مشتری بیگم۔ اچھا آؤ ایک ایک اشرفی۔
 خورشیدی بیگم۔ نہیں پانچ پانچ۔
 مشتری بیگم۔ اچھا آؤ۔

خورشیدی بیگم۔ (ہاتھ پر ہاتھ مار کے) خدا کرے میں جیتوں
 تم بھی میری ہی جیت مناؤ گی۔ میں بہت اچھی رہی ایسے سکن بہن
 اللہ کیسوں کیسے تمہارے عاشق صادق بہن کہ تمہاری وجہ
 سے ایسی عمدہ جگہ کی نسبت چھوڑ دی۔

مشرقی بیگم۔ بہن جبکہ خالہ جان سے اونکی نسبت کا ذکر کیا
 تھا تو اس وقت میں سوکھ گئی تھی۔ یہی جی چاہتا تھا کہ میرے
 کی کنی کھا کر سو رہوں۔ لیکن جب خالہ جان نے کہا کہ نسبت
 چھوٹ گئی تو ایک گونہ

خورشیدی بیگم۔ ایک گونہ کیا۔ کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ اے
 ہے ابھی سے سوتا ڈاہ شروع ہو گئی۔

مشرقی بیگم۔ جاؤ بہن تم بڑی بڑی ہو۔ دکھو فحش گالیاں
 بکنے لگیں۔ خدا جانے میری تقدیر میں کیا ہے۔ اور تم ابھی
 سے سوت موت کی باتیں لانے لگیں۔ لیکن اتنا تو کہوں گی
 کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کو کبھی بیگم کو دیکھوں۔ جب خالہ خان
 پُرسے میں وہاں جائینگی تو میں بھی اونکے ساتھ چلوں گی۔

خورشیدی بیگم۔ اللہ نے اشتیاق۔ اور تمکو قسم ہے کہ وہاں سے نواب تقی خان کے یہاں بھی چلی جانا۔ پہلے سے اپنا مکان اور کمرے تجویز کر لینا۔ بعد شادی کے پسند کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اور نواب تقی خان بھی یہ خبر سنکر ضرور وہاں پہنچینگے۔ پھر کیا ہے چین ہی چین۔ واللہ اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوچھی۔

مشری بیگم۔ اللہ جانتا ہے اگر اس قدر چڑھاؤ گی تو میں خالہ جان کے ساتھ جاؤں گی نہیں۔ جاؤ بس ہوا۔
مشری بیگم منہ بنا کر ایک پلنگڑی پر جا کر لیٹ رہیں۔
خورشیدی بیگم۔ دلمین تو کھلی جاتی ہیں کہ غنچہ ایسا شگفتہ ہوگا۔ اور ظاہر اچھلتی ہیں۔

مشری بیگم۔ تو باب سوئے دو کہانت بک بک کر دو گی۔
بیکلی ہوتی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اچھا میں بھی اوسی پلنگ پر آتی ہوں۔
مشری بیگم۔ جی معاف کیجئے۔ گرمی میں ملکر سونا کیا اچھا

معلوم ہوتا ہے۔ مین سچ کہتی ہوں کہ مجھ کو عادت نہیں ہے۔
 کیسے ساتھ سونے کی۔ الگ اپنے پلنگ پر سو رہو۔
 خورشیدی بیگم۔ (ہنس کے) اسے واہ اگر عادت
 نہیں ہے تو عادت ڈالو۔

مشتری بیگم۔ جی ایسی عادت کو سات سلام
 خورشیدی بیگم۔ بجا سات سلام تو اس وقت
 ہونگے جب تقی خان آئیں گے۔ بہن ابھی سے عادت
 ڈالو نہیں تو بچپارے پر سخت مصیبت ہوگی۔
 مشتری بیگم۔ بہن تو بہ کر و تم بڑی بے شرم ہو گئی۔
 یہ کیا تم کو اس وقت ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ مجھ کو
 گالیان دے رہی ہو۔ تم نے تو اس وقت بھٹیاریوں
 کی بھی ناک کاٹی۔ اور اب کچھ زیادہ کہو گی تو کو سنٹی ہو گی
 خورشیدی بیگم۔ جتنا جی چاہے کو سوجھو۔
 مشتری بیگم۔ خدا نہ کرے تجھ کو کون کو سننے لگی۔
 خورشیدی بیگم۔ تب کس کو سوگی۔ تقی خان کو۔

مشتری بیگم۔ میں کسی کو کیوں کو سننے لگی۔ اگر مجھ کو کو سنا
ہوگا تو میں اپنے کو کو سونگی۔ اور تم کو اگر اس قدر ساتھ سونیکا
اشتیاق ہے تو گھبراتا کیوں ہو۔ تین مہینے کے بعد
آرام سے چین کرنا۔

خورشیدی بیگم۔ افوہ۔ اب آپ بھی بولنے لگیں۔ دیکھتے
پانی ضرور برسے گا۔

مشتری بیگم۔ بہن تمہارے صدقے گئی سوئے دو۔
خورشیدی بیگم۔ اچھا ایک شہر پر سونے دیتی ہوں کہ تم
مجھ کو پنگ پر سے اوٹھ کے سات بار سلام کرو۔

مشتری بیگم۔ جی ضرور۔ جس میں رہی سہی نیند رنو چکر چکا
خورشیدی بیگم۔ تو پھر نہ سوئے دو لگی۔

مشتری بیگم۔ اوی اند تم تو جان کھاتے جاتی ہو لو۔
(پنگ سے اوٹھ کر) سلام سلام سلام سلام سلام سلام
سلام۔

خورشیدی بیگم۔ اچھا سو رہو لیکن اگر مجھے نیند نہیں

آئی تو تھو جگا دونگی۔

مشری بیگم۔ جی ہو چکا پہلے مجھ سے تھین سور ہوگی۔
تم پتنگ پر گئیں اور آنکھ لگ گئی۔

دونوں بہنیں الگ الگ پتنگ پر سور ہیں
آخر جوانی کی نیند لیٹتی ہی آنکھیں لگ گئیں۔

نواب آسمانجاہ اور نواب تقی خان کا
میں ٹامسن کی ملاقات کو جانا نواب
تقی خان کا اظہار عشق کرنا اور اون سے

امداد چاہنا

اب کچھ ادھر کا ذکر سنئے۔ گھر پہونچکے نواب تقی خان

نواب آسمانجاہ بہادر میں یوں گفتگو ہونے لگی۔

نواب تقی خان۔ نواب محترم الدلہ حب آدمی

ہیں۔ جی خوش ہو گیا۔ اور کچھ بہنیں تو اون کے کلام سے

تسکین تو ہو گئی۔ اس قدر تو معلوم ہو گیا کہ نواح ثانی کو برا نہیں سمجھتے ہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ مجھ کو تو ہنسی اور سوت بڑی اچھی جتنی تم نے جلدی سے قسم کھالی کہ تم نے نسبت چھوڑا ڈالی ہے۔ اور کنوارے ہو۔

نواب تقی خان۔ مجھ کو نواب محتشم الدولہ پر ثابت کرانا تھا۔ کہ میں کنوارا ہوں۔ اور دیکھو تو کس عنوان سے نواح ثانی کے بارے میں میں نے گفتگو کی۔ اور سمجھا دیا کہ پہلے اس رسم کا اجرا امیرن سے ہونا چاہئے۔ اب بات باقی یہ رہی کہ کس طرح اس بچے کا حال اون سے کہوں۔ کچھ تدبیر تو سوچو بڑے عقلمند کہلاتے ہو۔

نواب آسمانجاہ۔ میں کیا اس سے غافل ہوں۔ انا دیکھو خیال آگیا۔ کیونکہ کہنا کیا خوب ہے۔ والدہ سنو تو پھر کجاؤ۔ نواب تقی خان۔ تو لہ کہہ ڈالو نا۔ یہی تو تم میں برمی عادت ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ مس ٹامسن آج یہاں پہنچی ہیں۔
 اون سے کہو نگا اور اس امر میں کوشش کراؤں گا۔ انکی
 بات نواب مختتم الدولہ بہت سنتے ہیں کیوں سنتے نا؟
 نواب تقی خان۔ واہ پٹھے کیوں نہیں خوب سے چلو۔ چلو
 مل ہم تم دونوں چلین۔ شب بخیر۔
 صبح کو ابھی مرغ سحر نے بانگ بھی ندی تھی کہ نواب
 تقی خان نواب آسمانجاہ کو بیدار کرنے چلے۔
 نواب تقی خان۔ کیسے کابل ہو پڑے سوئے ہوئے ہوئے ہوئے۔
 اب ٹھوس ٹامسن کے یہاں چلو۔
 نواب آسمانجاہ اوسٹے۔ منہ ہاتھ دھو نماز سے فراغت
 کر گاڑی تیار کر نیکا حکم دیا۔
 نواب تقی خان۔ گاڑی پیچھے سے آ رہیگی۔ صبح کو ٹھہرنا چھوٹا
 نواب آسمانجاہ۔ چلو۔ اللہ رے جلدی۔ چلو اوس
 رستے سے چلین۔ شاید اس مرتبہ نصیب یاوری کرے
 اور نطفان جمال یار ہو۔

نواب تقی خان - اوس رستے سے چلو کیا - اودھر سے تو
 جانا ہی ہے - مس ٹامسن کا مکان تو اودھر ہی سے
 قریب پڑیگا -

الغرض دونوں ٹہلتے ہنستے بولتے قریب اوس مکان
 فرحت تو امان کے پہونچے - نواب تقی خان نے جو دیکھ
 کی طرف دیکھا تو مشتری بیکم کو دیکھا کہ دریا کی سیر کر رہی ہیں
 اور بیدھڑک - اس طرف کا کچھ خیال نہیں کہ کون کھڑا گھور رہا ہے
 نواب تقی خان سے رہا نہ گیا - بے اختیار یہ شعر منہ سے
 نکل پڑا کہ کیا خدا داد حسن باپا ہے نہ آپ اللہ فی بنایا ہنر
 نواب آسمانجاہ - صدقے اس اظہرین کے کہ کس بے نشیگی
 سے دیکھ رہی ہیں - اودھر کا کچھ خیال ہی نہیں کہ کون آتا جاتا
 ہے - دیکھو ایک کنکری پھینکتا ہوں - دیکھو تپھر کیسی
 نظر الفت پڑتی ہے

جب تک نواب تقی خان منع کریں نواب آسمانجاہ
 نے ایک ڈھیلا اٹھا کر پھینکا ہی تو دیا - وہ ڈھیلا

کھر کی مین جا کر لگا۔ مشتری بیگم نے ادھر پھر کے جو دیکھا تو واہ ادھر اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔ نواب تقی خان اور نواب آسمانجاہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ مشتری بیگم کا ان لوگوں کو دیکھنا تھا کہ فرط حیا سے چہرہ گل امار ہو گیا۔ اور مثل برق دیوار کے اوٹ میں ہو رہیں اور کھر کی بند کر لی۔ نواب تقی خان۔ دیکھا تم نے کیا کیا۔ سارا مزا پھینکا کر دیا۔ اب یہاں کھرے رہنے سے کیا ہو گا۔ منع کرتا تھا کہ ڈھیلا نہ پھینکو۔ تم نے مانا نہیں۔

ادھر نواب تقی خان نواب آسمانجاہ پر خفا ہو رہے تھے۔ ادھر مشتری بیگم نے خورشیدی بیگم کو جگایا۔ مشتری بیگم۔ بہن اوٹھو تو۔

خورشیدی بیگم۔ (گھبرا کر) کیا کیا؟

مشتری بیگم۔ مین اسوقت کھر کی کھو لکر سیر دیا کر رہی تھی۔ موجوں کی روانی نے کچھ ایسا لطف دیا کہ دائیں بائیں کا کچھ خیال نہ رہا۔ یکا یک ایک ڈھیلا آنکر کھر کی

مین نے جو پھم کے دیکھا تو نواب آسمانجاہ اور نواب
 تھی خان کو دیکھا کہ کھڑے گھور رہے ہیں۔ اللہ جانتا ہے
 مار سے شرم کے پانی پانی ہو گئی۔ خدا جانے کتنی دیر سے
 کھڑے ہو گئے۔ اور میرا سر بھی کھلا ہوا تھا۔ ہوا سے ڈوبتا
 سر کا ہوا تھا۔

خورشیدی بیگم یہ بڑی عادت اوندوگون کی ہے۔
 اسمین ہلوگ بدنام ہو جائینگے۔ دیکھو تو جھلملی اوٹھا کر کیا
 ابھی تک وہ لوگ کھڑے ہیں؟
 مشتری بیگم جھلملی اوٹھا کر ہان بس ٹکٹ کی بندھی ہوئی
 ہے۔ خدا کی قسم کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہیگا۔

خورشیدی بیگم جلدی سے کاغذ پر کچھ لکھ کے دریچہ
 کے پاس گئیں اور ڈلی مین لمیٹ کر زور سے نواب آسمانجاہ کی طرف
 پھینکا نواب آسمانجاہ نے خورشیدی بیگم کو دیکھا تو باچھین کھل گئیں
 خورشیدی بیگم نے وہ ڈلی پھینک کر دریچہ بند کر لیا۔ اور پھر
 تھوڑی جھلملی اوٹھا کر دیکھنا شروع کیا۔

نواب آسمانجاہ - دیکھو کوئی چیز پھینکی ہے۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ کیوں مجھ کو تپاک اسوقت ہو گیا۔ چہرہ غصہ کا سا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے بہت برا کیا۔ اے وہی تو کاغذ ہے۔

دوڑ کے لیا اور کئی بار فرط نشاط سے چوما۔ نواب آسمانجاہ نے خط پڑھا تو رنگ متغیر ہو گیا۔

نواب تقی خان - کیوں کیا ہے خیر ہے؟

نواب آسمانجاہ - بہت بُری ہوئی۔ اب قسم کھاتا ہوں کہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ دیکھو پڑھو نہیں یہاں سے پہلے چلے چلو۔ میں ایک منٹ نہیں ٹھہر سکتا۔

نواب آسمانجاہ اور نواب تقی خان وہاں سے

چلے۔ جب مکان نظرون سے اوجھل ہو گیا تو نواب

تقی خان سے رہا نہ گیا۔ خط چھین کے پڑھنا شروع

کیا۔ مضمون خط یہ تھا:-

کہا تھا کہ صبط کروں کب تک خاموش رہوں۔

آپ کی یہ سب حرکتیں مجھ کو ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ اگر کوئی
 بات خلاف عصمت مشہور ہوئی تو اللہ جانتا ہے ہیرے
 کی کنی چاٹ لوں گی۔ ایسا کوئی کام نہ کیجئے کہ میری آبرو پر حرف
 آئے۔ آپ کو اکثر دیکھا کہ اس طرف آگے دیدہ پھاڑ پھاڑ
 کے دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی دیکھ لے تو یہی سمجھے گا کہ یہ نظارہ بازی
 طرفین سے ہے۔ مین چپاری پردے مین سے کس کو
 جواب دوں گی۔ شہزادوں کے ایسے ہی فصل ہوتے ہیں۔
 شریفوں کی کیا ایسی ہی حکمت ہوتی ہے۔ ہملوگ گو آپ کے
 نزدیک غریب ہیں لیکن شریف ہیں عصمت دار ہیں۔ کوئی
 انسان جس کو خدا نے ذریعت مل بھی دی ہوگی کبھی نہیں گوارا
 کریگا کہ ایک بے زبان بے گناہ کو بدنام کرے۔ کیا انگڑی
 محبت اسی مین اکلی ہے کہ کسی کو بدنام کیجئے۔ کیا الفت
 اسی مین ہے کہ یہ امر طشت از بام ہو۔ اور مان اپنے دوست
 کو سمجھا دیجئے کہ ڈھیلہ بازی موقوف کریں۔ اگر خدا نخواستہ
 کسی کے سر مین جا لگتا تو فرمائے کیا حال ہوتا۔ سبھون کو

اپنی جان عزیز ہے زیادہ سلام۔

نواب تقی خان۔ سبحان اللہ۔ ڈھیلہ تو تم پھینکو اور نام
بدنام ہو مجھ بیچارے کا۔ دیکھو منع کرنا نہ تھا کہ نہ پھینکو۔ تم
سنا نہیں۔ اب فرماتے کیسی ہوئی۔

ان بھون میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یکایک
مسٹامسن نظر آئی دین۔

نواب آسمانجاہ۔ لو مسٹامسن خود چلی آتی ہیں۔ ہوا کھانے
نکلی ہیں۔

نواب آسمانجاہ و نواب تقی خان دونوں مس
ٹامسن کے پاس پہنچے اور نہایت تپاک سے ہاتھ
ملایا۔ خیر عافیت پوچھی۔

مسٹامسن۔ (مسکرا کر) کہتے نواب محترم الدولہ
آپ سے خوش تو ہیں؟ بہتر ہے کہ وہاں اکثر جایا
کیجئے۔ اب تھوڑے دن باقی ہیں۔ بہت سمجھ بوجھ کے
آجکل چلنا چاہئے۔ نواب محترم الدولہ بہت نازک فرما

آدمی ہیں۔ ذری سی بات میں برسوں کی ملاقات ترک کر دیتے ہیں۔

نواب آسمانجاہ۔ ہاں بہت خوش ہیں۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ بہت خوشی سے مجھ کو دامادی میں اپنی لینگے۔ یہ سب آپ کی بدولت۔ میں آپ کا یہ احسان نہ بھولونگا کہ مجھ کو ایسی پری پیکر سے منسوب کرایا۔ لیکن مجھ کو بہت افسوس ہوا کہ آپ نے نواب محترم الدولہ کو اپنی تشریف لانے کی خبر دی اور مجھ کو بھول گئیں۔

مس ٹامسن۔ نہیں یہ بات نہیں ہے! اس وقت جو میں پھرنے کو نکلی تھی تو یہی ارادہ تھا کہ آپ کی ملاقات کو چلوں۔ چنانچہ گاڑی بھی پیچھے سے چلی آتی ہوگی۔

نواب آسمانجاہ۔ تو بسم اللہ چلے۔ گاڑی بھی آپ کی آن پہونچی۔

مس ٹامسن و نواب آسمانجاہ و نواب تقی خان فٹن مین سوار ہوئے اور نواب آسمانجاہ اپنے مکان میں لے آئے۔

نواب آسمانجاہ۔ چائے آپ پیجئے گا؟۔ ابھی تو آپ نے پی بھی نہو گی۔

مس ٹامسن۔ اچھا منگائے۔

حکم کی دیر بھٹی۔ خانساہان نے چاندی کی کشتی میں چائے کا لوازمہ میز پر رکھ دیا۔ مس ٹامسن نے اپنے ہاتھ سے چائے تیار کی۔ اور نواب آسمانجاہ اور نواب تقی خان کو پہلے دی۔ پھر آپ پی۔

نواب آسمانجاہ۔ (مس ٹامسن سے) مجھ کو آپ سے کچھ تخلیہ میں کہنا ہے۔

نواب تقی خان دوسرے کمرے میں گئے۔

مس ٹامسن۔ یہ بھی بہت خوب آدمی ہیں۔ اور علم و تہذیب سے بھی واقف۔ انھوں نے کہا تک پڑھا ہے؟ بی اے تک شاید؟

نواب آسمانجاہ۔ جی ہاں۔ بی اے میں پڑھتے تھے کہ انتظام خانہ داری گریڈ برہو اور یہ بچا رہے امتحان نہ دے سکے۔ میرے

تو بڑے عنایت فرماہیں۔ اور مجھ کو ان سے دلی دوستی ہے۔
ایک لمحہ انکی جدائی گوارا نہیں ہے۔ اور آپ بھول گئیں
یہ آپ کے بھی شاگرد ہیں۔

مس ٹامسن۔ ہاں خوب یاد ہے ڈرائنگ ہم سیکھا
لیکن انھوں نے خط و کتابت کبھی مجھ سے رکھی نہیں۔
ذری وحشت مزاج میں ہے۔ انکی شادی ہوئی ہے
یا نہیں؟

نواب آسمانجاہ۔ ابھی تک نہیں ہوئی ہے۔ اسی بار
میں مجھ کو کچھ آپ سے کہنا ہے۔ اور آپ سے مدد مانگنا ہے۔
مس ٹامسن۔ کہئے مجھ سے اگر کوئی آپ کا کام نکلے
تو کبھی دریغ نہ کرؤں گی۔ آپ بے تکلف کہئے۔

نواب آسمان جاہ۔ مجھ کو اس سے زیادہ امید آپ سے
ہے۔ اسیلئے تو میں نے آپ سے مدد چاہی ہے۔ آپ
کو شاید معلوم ہو گا کہ انکی نسبت انکی چچا زاد بہن سے
قرار پا چکی تھی۔ انکی چچا زاد بہن بہت مالدار ہیں۔ لیکن

یہ وہاں نسبت نہیں چاہتے۔ بلکہ چاہنا کیا جلدی میں لکھ بھی
بھیجا کہ وہاں شادی نہیں کرونگا۔

مس ٹامسن۔ تو کیوں نہ کرینگے۔ وجہ؟ کیا آپس میں لڑائی
جھگڑا ہوا؟

نواب آسمانجاہ۔ نہیں لڑائی و رائی کچھ بھی نہیں۔ ان کا
دل دوسرے پر آیا ہوا ہے۔ لیکن جس پر انکا دل آیا ہوا
اور جسکا تیر عشق ان کے جگر سے پار ہو گیا ہے اوس کا
ملنا بہت دشوار ہے۔ اور بغیر آپ کی سعی کے ناممکن۔

مس ٹامسن۔ میری سعی؟ یہ کیا؟۔ میں اس میں
کیا کر سکتی ہوں۔ کیا انکی مشوقہ سے میں واقف ہوں؟
نواب آسمانجاہ۔ خوب۔ آپ سے چھپانا کیسا آپ
اؤنکو خوب جانتی ہیں۔ خورشیدی بیگم کی خالہ زاد بہن
مشرقی بیگم۔

مس ٹامسن۔ آئن۔ یہ کیا خیال خام ہے؟۔ کیا
آپ کو معلوم نہیں کہ وہ بیوی ہیں؟ گو آپ لوگوں کی شرع

کے رو سے نخل ثانی جائز ہے۔ لیکن نواب محتشم الدولہ اس بات کو کبھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور مشتری بیگم کی امان تو معاذ اللہ بلا کی ضعیف اعتقاد اور جاہل ہیں۔ وہ کیا ماننے والی ہیں۔ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ اون لوگوں کو اپنے سے برہم کروں۔ مجھ کو بہت افسوس ہے کہ اپنے مجھ سے اون کے کام کے واسطے کہا بھی تو اب کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

نواب آسمانجہاہ۔ ابھی سے آپ نے جی ہار دیا تو کیا ہوگا۔ اور نواب محتشم الدولہ کی نہ کہئے۔ اون سے کل خوب اچھی طرح سے باتوں ہی باتوں میں نخل ثانی کا ذکر پھیلا اور اون کے فحوائس کلام سے معلوم ہوا کہ وہ اسکے خلاف نہیں ہیں۔ اون کو ہم چھوڑ دیجئے۔ آپ ستورا کو راضی کیجئے۔ دیکھئے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھ پر تازہ زندگی یہ آپ کا احسان رہیگا۔ اگر آپ کی وجہ سے وہ بچہ اپنی مراد کو پہنچے تو بہتر ہے۔

مس ٹامسن - خیر میں کوشش کرونگی۔ لیکن میں ایک سفینہ
 کیا کر سکونگی۔ اگر میرا ایک آدھ ٹھہرنے رہتا ہوتا تو کچھ ہو سکتا
 اس عجلت میں کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھ سے جہاں تک
 ہو سکیگا کوشش کرونگی۔ ایک بات اچھی سنائی ہی
 کہ نواب محترم الدولہ اسکے خلاف نہیں ہیں۔
 نواب آسمان جاہ۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ دیکھتے بھول
 نہ جائیگا۔

مس ٹامسن - نہیں مجھ کو خود اسکا خیال ہے۔ نواب
 تقی خان کو بلو الو۔

نواب آسمانجاہ نے گھنٹی بجائی اور خدمتگاراں موجود ہوا
 نواب آسمانجاہ۔ نواب تقی خان کو سلام دو۔
 کہنے کی دیر بھی تقی خان موجود ہو گئے۔

مس ٹامسن - آسمانجاہ بہادر نے مجھ سے آپ کا سب
 حال کہا ہے۔ گویہ امر بہت اہم ہے۔ لیکن میں حتی الوسع
 کوشش اس میں کرونگی۔ صرف خیال یہی ہے کہ ایک

ہفتہ مجھ کو یہاں رہنا ہے۔ اس میں کیا کر سکو نگے۔ ہاں اگر ہمیں
دو مہینے یہاں رہنے کا اتفاق ہوتا تو مجھ کو یقین ہے کہ یہ کام
انجام ہوتا۔

نواب تقی خان۔ (دوڑ کر اور سٹامسن کے پاس گھٹنے
ٹیک کر) میری پیارمی مسٹامسن خدا آپ کو اجر دے
اور ہمیشہ خوش و خرم رکھے کہ آپ نے میرے مرجھائے
ہوئے باغ امید کو شاداب کیا۔ جب تک زندہ رہو نگا
آپ کا بندہ رہو نگا۔ خدا کے واسطے اس کام کو انجام
دے کے جائے۔ مجھ کو امید ہے کہ آپ میرے واسطے
اس قدر جبر اختیار کریں گی۔ مجھ کو اس طرح سے بے سرو سامان
چھوڑ کے بنائیں گی۔ بہتر ہو گا اگر آپ دو مہینے کے بعد
یہاں سے جائے۔ میرا بھی کام آپ کی سعی سے انجام
پائے گا۔ اور نواب آسمان جاہ کا بھی سہرا دیکھ لیجئے گا۔
کیا میرے حال پر رحم کھا کر آپ دو مہینے یہاں ٹھہر نہیں
سکتیں؟۔ کیون آپ چپ کیوں ہیں؟

مس ٹامسن - میں بہت افسوس کرتی ہوں کہ میں رہنہیں
 سکتی۔ مجھے ایک کام بڑا ضروری ہے۔ نہیں تو کوئی عذر رہنہیں تھا۔
 نواب تقی خان - (حسرت سے) دو ہینے میں کچھ بگڑے گا
 رہنہیں۔ لٹڈ میرے حال پر رحم کھائے۔

مس ٹامسن خاموش ہو رہیں۔

نواب تقی خان - کیا آپ نہ رہینگا۔ ہاے کیسی بے بسی
 ہاے کیسی ناکامی ہے۔ کیا کہوں کس سے کہوں۔ اُف
 پروردگار رحم کر۔

یہ کہہ کے بے اختیار چیخ اٹھے اور ضبط گریہ نہ کر سکے۔
 نواب آسمان جاہ بیتاب ہو گئے۔ اور دوڑ کر نواب تقی خان
 کو گلے لگا لیا۔ مس ٹامسن کی بھی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔
 مس ٹامسن - تم نے اس وقت میرے دل کو قابو میں
 کر لیا۔ میں قسم کھا کے کہتی ہوں کہ میں کبھی نہ جاؤنگی۔ پہلے
 تمہارا کام انجام دے لوں گی تو پیچھے عزم لندن کروں گی۔
 گو میں نے اسبابِ ناسب بھی بھیج دیا ہے۔ لیکن تمہاری

خاطر سب واپس منگو لونگی۔ لو اب اوٹھو دل خوش کرو میں سچ کہتی ہوں کہ میں اب نہ جاؤنگی۔ اسمین دوہینے کیا ایک برس بھی ہو جائیگا تو بغیر کوشش و انجام نہ جاؤنگی۔

نواب تقی خان۔ (فرط مسرت سے ہاتھ چوم کے) خدا آپ کو سلامت رکھے۔ جیسا آپ نے مجھ غریب کے حال پر رحم کھایا ہے خدا ویسا ہی آپ کو اجر دے۔ اور آپ کا سب کام پورا کرے۔

مس ٹامسن۔ اب میں رخصت ہوتی ہوں۔ آج شام کو خورشیدی بیگم کی ملاقات کو جاؤنگی اور موقع مناسب دیکھ کے تذکرہ کرونگی۔ آپ اپنا دل خوش رکھئے۔ جہان تک میرے امکان میں ہے میں دریغ نہ کرونگی۔

نواب آسمانجہاہ اور نواب تقی خان گاڑی تک اونکے پہنچائے کو آئے اور مس ٹامسن اپنے مکان سدھارین۔

مس ٹامسن کی خورشیدی بیگم کی ملاقات کو

آنا اور باغ میں واسطے سیر کے جانا

اب ادھر کا ذکر سنئے کہ نواب صاحب کے یہاں ٹالسٹن کے آنے کی خبر گرما کر مٹھی۔ خورشیدی بیگم و مشتری بیگم نے ساعت گن گن کے دن آخر کیا۔ قریب چار بجے یہ لوگ اپنے بالا خانہ پر آئیں اور پیش خدمتوں کو حکم دیا کہ بسوقت اوستانی جی آئیں فوراً خبر کرنا۔

مشتری بیگم۔ بہن ایک بات پوچھتی ہوں سچ سچ کہنا۔ اوسوقت کہنا بھول گئی تھی۔ آج صبح کو نواب آسمان خواہ کو کیا لکھا تھا؟ اللہ جانتا ہے چہرہ اونکا ایسا متغیر ہو گیا تھا کہ میں ڈر گئی تھی۔ اور پھر ذرا ٹھہرے نہیں سرچپا کئے چلے ہی گئے۔

خورشیدی بیگم۔ میں نے اونکو لکھا تھا کہ پھر واسطے آ کے اگر یوں گھور گھور کے دیکھیں گے تو میں نہایت رنج ہوں گی۔ اور ہیرے کی کنی کھا کر سو رہوں گی۔ اگر میری محبت ہے تو میری آبروریزی کے خواہاں نہوں۔ میں بہت

خوش ہوئی کہ میرے حکم کی فوراً تعمیل کی یہ ابھی
 دل او سوقت دہل گیا تھا جسوقت اونکا چہرہ
 اونتر گیا تھا۔ لیکن بہن خیال کرو میں نے اونھیں
 کی بہتری کے واسطے کیا۔ یہ طریقہ اونکا اچھا نہیں تھا۔
 اگر اباجان کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہر روز اس طرح سے
 یہاں آکے گھور گھور کر دیکھا کرتے ہیں تو لگی ہوئی نسبت
 ایک ادنیٰ سی بات پر قطع ہو جائے۔ او سوقت
 کہو تو کیا حال اونکا اور میرا ہوگا۔ خیر اس تذکرہ کو جانے
 دو مجھکو بھی رنج ہوتا ہے جب خیال آتا ہے کہ یوں میری
 کے ساتھ لکھنا نہیں تھا۔ خیر اب اس بات کو بھول
 ہی جاؤ۔ دیکھو سٹامسن آج آنے والی ہیں اونکو
 باغ لے چلیں گے۔

اتنے میں گل بہار دوری ہوئی آئی کہ آپ لوگوں
 کو بڑی بیگم صاحب نے بلایا ہے۔ آپ کی اوستانی جی
 بھی وہیں آئی ہیں۔

مشری بیگم۔ این آپکین! اور محکو خری نہیں۔ مین نے
کپڑے بھی نہیں بدلے۔

گل بہار۔ کپڑے تو سب تیار الگنی پر رکھے ہوئے
ہیں۔ جلد پہن لیجئے نا۔

مشری بیگم اور خورشیدی بیگم دونوں نے کپڑے
بدلے۔ خورشیدی بیگم نے کامدانی کا ہلکا ڈوٹیا اور رھا

اور بیگنی گرنٹ کا پانچا مہ جس میں تمامی کی گوٹ لگی
تھی پہنا۔ نیچے ڈوٹے کے باریک سلک کا شلوکہ

تھا جس میں سنہری روپہلی پیمک موقع موقع سے

لگی ہوئی تھی۔ کان کی نو میں صرف دویش بہا جو اہر

کے بندے لٹا رہے تھے۔ اور ۵

ناک میں نیم کا فقط تنکا پڑ شونچی چالاکی مقصدا سن کا

ہاتھوں میں صرف سیاہ چوڑیاں پہنیں۔ یہی معلوم ہوتا

تھا کہ ناگن شاخ صندلی میں لیٹی ہوئی ہے ۵

سیہ چوڑی بدست آن لگا رہے پڑشاخ صندلی پیچیدہ مارے

پانوں میں سفید ریشمی موزے او سپر لایتی زمانہ بوٹ۔
 او نگلیوں میں بیش بہا زمرہ و لعل کی او نگوٹھیاں۔ جوڑے
 میں صرف دو گلاب کے پھول نہایت خوش رنگ و
 خوشبو جسکی بو سے کمرہ بس گیا تھا۔ آنکھوں میں سرمہ۔
 لب پر سرخی۔ ہاتھوں میں منہدی۔ میں کیا لکھوں کہ اس وقت
 کیا جو بن تھا۔ اگر زہد صد سالہ بھی دیکھتا تو اوسیکاکلمہ
 پڑھتا۔ زہرہ کا عروج خاک میں مل جاتا۔ پران کوہ قاف
 کی کیا طاقت کہ مقابلہ کریں۔ حوران بہشتی کی کیا مجال
 کہ سراوٹھائی۔ جب بن ٹھن اور ہر آرایش سے فرین ہو کے
 آئینے میں منہ دیکھنے آئیں اپنے حسن پر آپ وجد کر گئیں۔
 دلمیں سوچیں کہ اگر اس وقت نواب آسمان جاہ ہوتے
 تو ان سے پوچھتی کہ ایسا حسن کہیں اور بھی دیکھا ہے۔
 ایسی مہربین کہیں کا نون بھی سنی ہے۔ خورشیدی بیگم
 اسی خیال میں تھیں کہ مشتری بیگم آپہونچیں۔ گو مشتری بیگم
 کا سادہ لباس تھا۔ یعنی جامدانی کا ڈوٹیا اور سفید

کلیون دار پانجامہ لیکن اسی سادگی نے وہ لطف دیا کہ بیان
سے باہر۔ خورشیدی بیگم نے فرط محبت سے مشتری بیگم
کو چٹا لیا

خورشیدی بیگم۔ بہن اللہ کیسوں کیا اس وقت جو بن تمپر ہے
یہی جی چاہتا ہے کہ تم سے بیاہ کر لوں۔

مشتری بیگم۔ اے واہ بیاہ کرو نواب آسمان جاہ سے۔

چلو زیادہ بناؤ نہین۔ جو بن تو تمپر ہے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ نواب
اسما بخاہ کیا اس وقت حضرت موسے بھی ہوں تو غش کھا کر
گر پڑیں۔

ان دونوں میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گل بہار نے
اگر بیان کیا کہ اوستانی جی آپ کا انتظار دیکھ رہی ہیں۔
کہتی ہیں کہ کیا مجھ کو بھول گئیں جو اتنی دیر سے بیٹھی ہوں اور
مجھ کو دیکھنے تک نہین آئیں۔ مل بیگم صاحب! اس وقت
آپ ایسی خبصورت معلوم ہوتی ہیں کہ جی چاہتا ہو چٹ چٹ
بلا میں لے لوں۔

خورشیدی بیگم - دور ہو مردار آپ بھی بڑھ بڑھ کے باتیں بنانے
آئی ہیں۔ جا کہدے کہ چلی آتی ہیں۔

خورشیدی بیگم و مشتری بیگم خرامان خرامان اٹھ کھیلنا
کرتی ہوئی پائیچے ہاتھ سے اوٹھائے کمر لچکتی ہوئی ہزاروں بل
کھاتی ہوئی دالان میں پہنچیں۔ ابھی نصف دالان بھی طے
نکلیا تھا کہ مس ٹامسن نے اس حسن خداداد کو دیکھ کے
فرط مسرت سے تبسم کیا اور بڑی بیگم و چھوٹی بیگم اور غلامیان
وغیرہ انکی طرف نظر محبت سے دیکھنے لگیں۔ خورشیدی بیگم
عرق ہو گئیں اور مشتری بیگم سے آہستہ یوں کہنے لگیں۔
خورشیدی بیگم - بہن اللہ جانتا ہے جاتے ہوئے شرم
معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو سب کس طرح جھکو دیکھ رہی ہیں۔
اور اوستانی جی بھی مسکرا رہی ہیں۔ میں بھاگ جاتی ہوں۔
مشتری بیگم - اے واہ بھاگنے کی اچھی کہی۔

خورشیدی بیگم کے فرط حیا سے سرخی گالوں پر جو
نمودار ہوئی تو اور حسن دو بالا ہو گیا۔ مس ٹامسن مضبوط نگر سکین

بیابا کرسی پر سے اٹھ کے دوڑیں خورشیدی بیگم و مشتری بیگم کو گلے سے لگالیا۔ اور خسار و پیشانی کا بوسہ لیا۔

مس ٹامسن۔ اللہ خورشیدی بیگم مجھ کو یہاں آئے اس قدر دیر ہوئی اور تملوگ اتنی دیر کے بعد آئیں۔

خورشیدی بیگم۔ اللہ جانتا ہے ہملوگ کچھ نہیں جانتے تھے کہ آپ کب آئیں ابھی گل بہار نے جا کے اطلاع دی تو معلوم ہوا۔

بڑی بیگم۔ اور کیا بی معطلانی نے نہیں جا کے کہا؟ گل بہار کو تو دوسری بار بھیجا تھا۔

مشتری بیگم۔ جی نہیں۔ بی معطلانی کی تو ہملوگوں نے صورت بھی نہیں دیکھی۔

بڑی بیگم۔ اے بی معطلانی میں نے تملو کیا کہا تھا؟ معنی لڑکیوں سے جا کے نہیں کہا کہ اوستانی جی آئی ہیں؟

معطلانی۔ (اونگلی دانت کے نیچے دبا کر) اُن بیگم صاحب بالکل بھول گئی۔ نگوڑے پان بنانے میں لگ گئی خیال سے

بالکل اوتر گیا۔

چھوٹی بیگم۔ تم تو اور تھیا گئی ہو۔ اگر ضروری کام ہوتا تو کیسا
تماشا ہوتا۔

مسٹا مسن۔ اب جانے دیجئے بیچاری بوڑھی ہو گئی ہیں اسلئے
باتیں بھول جاتی ہیں۔ یہ کہئے یہ بات تھی۔ وہی مین حیران کہ
خورشیدی بیگم کو کیا ہو گیا ہے کہ ابھی تک نہیں آئیں۔
کہو مشتری بیگم تم نے کچھ تصویریں ادھر کھینچی ہیں؟

خورشیدی بیگم۔ ایک نقشہ انھوں نے بہت اچھا
اوتارا ہے۔ اصل و نقل سے کچھ فرق نہیں (سکرا کر) کیوں
ہے نا؟

مشتری بیگم کا رنگ فاق ہو گیا۔ لیکن جھنجھلا کے جواب دیا
کہ کون نقشہ؟ مجھ کو کچھ یاد نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ اے وہی جو اوس روز تم نے پنسل
سے نہیں بنایا تھا۔ اے اتنا جلدی بھول گئیں؟ (ہنسکے)
مشتری بیگم۔ واہ کیا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اوستانی جی وہ

نقشہ بہت خراب اور ترا تھا اسلئے مجھ کو ہنستی ہیں۔

مس ٹامسن۔ اچھلے آؤ میں دیکھوں تو کیسا کھینچا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ ہاں اس میں کیا مضائقہ لے آؤ نا۔ آپ ہی معلوم ہو جائیگا۔

مشتری بیگم۔ (خورشیدی بیگم کو نظر غیظ سے دیکھ کر) اوستانی جی وہ نقشہ بہت خراب اور ترا تھا اور انھوں نے اس قدر چڑھایا کہ میں نے پہاڑ کر پھینک دیا۔

مس ٹامسن۔ کس چیز کا نقشہ تھا؟

مشتری بیگم۔ پہاڑ اور جھرنے کا صرف۔

خورشیدی بیگم۔ صرف پہاڑ اور جھرنے کا تھا کیون اور کیا نقشہ نہیں تھا؟ اصل نقشہ جس کا اوتا ترا تھا اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔

مشتری بیگم۔ (مٹہ بنا کر) مجھ کو کچھ یاد نہیں ہے۔ اس قدر جھکوتنگ۔ کیون کرتی ہو۔ تم کو یاد ہو تو کہڈالو۔

بڑی بیگم۔ اے تو تم اس کو چڑھاتی کیون ہو؟ کس چیز کا

نقشہ تھا جو خراب ہو گیا؟ آخر تم کیا سب اچھا ہی اوٹا لیتی ہو؟
 خورشیدی بیگم۔ (ہنسکے) کیوں بہن کیا مرضی ہو کمدالون؟
 مشتری بیگم۔ جو جی چاہے۔

خورشیدی بیگم۔ اوستانی جی انھوں نے ایک گدہ ہے
 کی تصویر کھینچی تھی۔ لیکن اس طرح سے بنایا تھا کہ گدہ ہے اور بیل میں
 فرق نہ ہو سکتا تھا۔ بس میں انکو پڑھانا شروع کیا اور انھوں نے
 مارے شرم کے پھاڑ ڈالا۔

بھون نے ہنس دیا اور مشتری بیگم بھی ہنسی ضبط نہ کر سکیں
 میسٹریس۔ تو اس کو پھاڑنا نہیں تھا تجویز کرنا تھا
 کہ کون سے مقام میں چوک ہوئی۔ مشورہ کر کے ٹھیک کرنا
 تھا اور پھر بنانا تھا۔

مشتری بیگم فرط مسرت سے ہنسی ضبط نہ کر سکیں۔
 مشتری بیگم۔ اوستانی جی انھوں نے اس قدر محکوم پڑھانا
 شروع کیا کہ میں تنگ آ گئی اور سمجھی کہ جب یہ تصویر
 رنگی یہ محکوم پڑھاتی ہی جائیگی اور درحقیقت وہ ایسی خراب

نہیں اوتری تھی۔ انکی نظر خراب ہے۔

خورشیدی بیگم۔ اب پھر آپ بولے لگین۔ کیوں میری
نظر خراب تھی؟ لے آؤں وہ تصویر تو سب سال کھل جائیگا
مشرقی بیگم۔ (بات ٹالنے کے واسطے) اوستانی جی
آپ جونئی نئی تصویریں لائی ہیں وہ عنایت کیجئے تاکہ اون کو
دیکھ کے نقشے اوتاروں۔

خورشیدی بیگم۔ نہیں آج نہیں۔ اسوقت جی چاہتا
کہ اوستانی جی کو باغ لے چلون۔ اوستانی جی وہ باغ
جو آپ کے سامنے تیار ہو رہا تھا بن چکا ہے۔ چلے گاؤں
ہوا کھائیے۔

مس ٹامسن۔ ہاں ضرور چلو ابھی چلو (بڑی بیگم و
چھوٹی بیگم سے) آپ لوگ بھی چلتے۔
بڑی بیگم۔ آج آپ لوگ ہو آئے۔ اور کوئی روز ہلوگ
ساتھ چلیں گے۔

خورشیدی بیگم نے ایک مہری کو کہا کہ باہر جا کے

گاڑی تیار کرنے کا حکم دے آ۔ باغ چلینگے۔

حکم کی دیر تھی بالکی گاڑی ڈیوڑھی کے پاس لگا دی گئی
گھٹا ٹوپ اوپر ڈال دیا گیا۔ باہر پردہ ہوا اور خورشیدی
وشتری بیگم گاڑی میں سوار ہوئیں۔ مس ٹامسن
کو کہا کہ اسپر آئیے۔ لیکن مس ٹامسن نے انکار کیا
اور کہا کہ میں اپنی گاڑی میں جاؤنگی۔ اسمین اندر اندھیرے
میں میرا دم گھبرا جاتا۔

الغرض یہ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہوئیں اور
باغ کو چلین۔ گاڑی قریب باغ کے پہونچی تھی کہ یکایک
مس ٹامسن نے آسمانجاہ و تقی خان کو دیکھا اور ان لوگوں
نے بھی مس ٹامسن کو دیکھا۔ نواب آسمانجاہ نے
سلام کیا مس ٹامسن نے جلدی سے سلام کا جواب دیا
اور کوچبان کو تیز بانگے کا حکم کیا۔ آخرش گاڑی باغ میں
پہونچی۔ باغ کا دروازہ بند کیا گیا۔ کوچبان بھی گھوڑوں کو
کھوکھو باہر لے آیا۔ مس ٹامسن اوترین اور دروازہ گاڑی

کا کھولا۔

مسٹا مسن۔ اسوقت میں نے نواب آسمانجاہ بہادر کو دیکھا کہ نواب تقی خان کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اسکے کیا معنی کہ وہ بھی یہاں کھڑے تھے۔ کہیں تلوگوں میں معاہدہ یہاں پر ملاقات کرنے کا تو نہیں ہوا ہے۔ میں سچ کہتی ہوں کہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اور جہاں تک میرے امکان میں ہے انکو اندر آنے سے روگوں گی۔ خورشیدی بیگم۔ (غصہ ہو کر) مجھکو ذری بھی اسکی واقفیت نہیں ہے۔ اور نہ میں نے کوئی معاہدہ کیا ہے۔

مسٹا مسن۔ خیر لیکن اسپر بھی غافل میں نہیں رہوں گی۔ میں دربان کو سمجھا آتی ہوں اور دروازے میں قفل لگا آتی ہوں۔ مسٹا مسن نے دروازے میں قفل لگایا اور دربان سے کہا کہ خبردار کسی شخص کو جب تک زبانی سواری باغ میں ہے اندر نہ آنے دینا۔

اب کچھ ادھر کا حال سنئے کہ نواب آسمان جاہ بہادر نے

نواب تقی خان سے کہا کہ دیکھو تو یہ گاڑی کہاں جاتی ہے۔ نواب
تقی خان دس بیس قدم لپکے اور پھر آئے اور بیان کیا کہ
گاڑی باغ میں گئی۔ بیشک صحیح ہے وہی لوگ ہیں۔ باغ میں
واسطے سیر کے آئی ہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ وہ تو میں نے پہلے ہی سمجھا تھا۔ شکر خدا
کہ اچھا موقع ہاتھ لگا۔ اس سے بڑھکر اور کون موقع واسطے
عذر تقصیر کے ملیگا۔ اوس دن کی خفگی اور بخشش میرے
دل میں کھٹک رہی ہے۔

نواب تقی خان۔ تو کیا چاہتے ہو کیا کر دو گے؟

نواب آسمان جاہ۔ اور کیا سوا اس کے کہ باغ میں بن
بھی چلون۔

نواب تقی خان۔ دربان تلو جانے بھی دیگا۔ تم بھی عجب
آدمی ہو۔

نواب آسمان جاہ۔ روپیہ عجب چیز ہے۔ اوس کو لالچ دون گا
دیکھو کیسا مان جاتا ہے۔

نواب تقی خان۔ وہ بہت اوجھ آدمی ہے اور قوم کارا چوت

وہ رشوت و شوت ایک بھی نہیں مانے گا۔

نواب آسمانجاہ۔ خیر حلو تو تقدیر آزمائی کریں۔

دربان۔ کی چاہت ہو۔ الگ الگ رہو۔ جانت ناہیں کہ

کہ جانی سواری اور تری ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ اے یار بجو بڑا اشتیاق اس

باغ کے دیکھنے کا ہے۔ اگر اس وقت جانے دو تو تمھارا

سُنہ میٹھا کریں۔

دربان۔ یار یار کتنا بگت ہو۔ تم سے کب کی چین پہچان ہے

جو یار کہت ہو۔ اس باگ میں جانے کا کا ہو کو حکم ناہیں ہو۔

یہ کھاس باگ ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ (ایک تھیلی روپے کی نکال کر) سنو

بھئی دربان اسمین قبضہ روپیہ ہے وہ سب تمھارا اگر مجھ کو

اس وقت جانے دو۔

دربان۔ کتنا روپیہ اس میں ہے؟

نواب آسمانجہاہ - کوئی چالیں بچا سب تھیں
اگر دوسٹ کے واسطے جانے دو۔

دریان - اچھا۔

نواب آسمانجہاہ - دروازے کی طرف لپکے۔

دریان - مان مان کہاں جات ہو۔ ہماری بات پہلے
پوری سن تو لیو۔

نواب آسمانجہاہ - کہو۔ سب تمہارا ہے۔

دریان - اہی ایہہ بیرناہین جانے کا حکم ہے۔ دوسری
وکھت آئیو۔ جہاں پھر چل کے آؤ۔ اے گھڑی جہانی
سواری او تری ہے۔ کاہو کا جانیکا حکم ناہین۔

نواب آسمانجہاہ - ہکو اسی وقت کام ہے۔ ہم الگ
کھڑے رہینگے۔ صرف دوسٹ کے واسطے جاتے ہیں۔
دریان - تمہارا یہہ مین بگڑت کا ہے۔ تم جہاں پھر چل کے
آؤ تب تک پردہ ہو جائی تو سیر کرے مین آئی۔

نواب آسمانجہاہ - مین جاؤنگا تو اسی وقت جاؤنگا۔

بین تین کو س سے چلا آتا ہوں۔

دربان۔ تم بانت ناہین ہو تو کا کرین۔ اے وکھت
جانے نہ ملیگا۔

نواب آسمانجاہ۔ بھی تمہارا بگڑا کیا ہے اسمین۔ اے
دومنٹ کے واسطے تو جاتے ہین۔ کچھ زیادہ بھی نہیں۔
دربان۔ (روپیہ پٹ کر) لیجاؤ اپنا روپیہ۔ بولت ہین
کہ دوسرے وکھت آئیو تو ناہین سنت ہین۔ یہی وکھت
جائینگے۔ ہین۔ جاؤ بھاگو۔

نواب تقی خان۔ خبردار دربان! تم تہذیب سے بولو
تم جانتے نہیں ہو یہ نواب صاحب ہین۔

دربان۔ نواب نہیں بادشاہ۔ پھر ہر کچھ گرج ہے کہ گوڑ
لاگین۔ ایک نہیں ہجا بار کہدیلین کہ ابھی جائیکا حکم ناہین
پھر کا ہے جدگرت ہین۔

نواب آسمانجاہ۔ کسکا حکم نہیں؟

دربان۔ اچی جنانی سواری اوتری ہے اوریم صاحب جو

ساتھ ہیں اور انھیں کا حکم ہے کہ کسو کو آنے متی دو اور کھل بھی
دروازے میں لگائے ہیں۔

نواب آسمانچاہ۔ مسٹامسن سے یہ امید نہیں تھی۔
خیر تقی خان چلو یہاں سے مگر کچھ ہو میں کی طرح چلوں گا۔

نواب آسمانچاہ کا خورشیدی بیگم
سے باغ میں ملاقات کرنا اور
انگشتی بدلنا

اب ادمہ کا حال سنئے کہ خورشیدی بیگم کو مسٹامسن کی
تفصیر بہت بُری معلوم ہوئی۔ الگ روشش پر ٹھہنے لگیں
مسٹامسن بھی مشتری بیگم سے کچھ پوچھا چاہتی تھیں
دونوں دوسری روشش پر چلی گئیں۔ خورشیدی بیگم
ٹھہرتے ٹھہرتے قریب دیوار باغ پہنچیں۔ وہاں لوہے کا ایک
کوچ درخت کے نیچے رکھا تھا۔ اوسکے چاروں طرف عمدہ

عمدہ پھول کے گملے نہایت سلیقہ سے رکھے ہوئے تھے۔
 چونکہ مس ٹامسن کی گفتگو سے کچھ دل افسردہ تھا اور ٹہلتے
 ٹہلتے تھکے بھی گئی تھیں۔ پنج پر جا بیٹھیں۔ اور گو کہ خوشنما
 اور عمدہ عمدہ پھول کی طرف نظر تھی۔ لیکن ٹھنڈی سسین
 اور چہرہ نازنین جو لمحہ بہ لمحہ متغیر ہوتا تھا۔ اسی سے ناظرین سمجھ سکتے
 ہیں کہ کسی دھن اور کساخیال تھا۔ نواب آسمانجہا بہما
 کا باغ کے قریب پہونچنا سب اگلی بچپلی باتوں کو یاد دلانا تھا
 بی نرگس کی ملاقات اور آپس کی بے تکلفانہ بول چال
 دریمچ کی نظارہ بازی۔ اور مس ٹامسن کی نواب آسمانجہا
 بہادر کو دیکھ کے بیقراری۔ سب نظروں کے سامنے
 گھوم رہی تھی۔

خورشیدی یگم اپنے دل میں سوچ رہی تھیں کہ اگر
 نواب آسمانجہا اسوقت باغ میں آجائیں تو مس ٹامسن
 کیا کرے گی۔ یہ اسی دھن میں تھیں کہ کچھ کھڑ دے سی آواز
 سرہانے معلوم دی۔ سر اوٹھا کے جو دیکھا تو واہ نواب

آسمان جاہ بہادر دیوار پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کاٹو تو لہو نہیں
 بن میں۔ خورشیدی بیگم کے ہاتھ پائون پھول گئے۔
 ہر چند چاہا کہ طرارہ بھر کے نظروں سے غائب ہو جائے
 لیکن مارے گھبراہٹ کے پائون زمین پر نہ جمتے تھے
 نواب آسمانجاہ بہادر نے جو معشوق پری تمثال کو تنہا
 پایا اپنی قسمت پر ہزار ہا شکر کئے۔ خوف و ہراس
 کا کچھ خیال نہ کیا۔ آٹھ ہاتھ کی دیوار سے دھم سے کود
 ہی پڑے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے خورشیدی بیگم
 کی طرف لپکے۔ ۵

کودا کوئی یون گھر میں ترے دھم سے نہوگا
 جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہوگا
 خورشیدی بیگم نے فرط حیا سے منہ پھیر لیا اور
 آنجل منہ پر رکھ لیا۔

نواب آسمان جاہ۔ ۵ منہ نہ دٹھا نکو عبث
 حیا کر کے نہ چھپو صورت آشنا کر کے۔

خوشیدی بیگم - (صدائے بر نہ خاست)
نواب آسمان جاہ - (پاتون زمین پڑیک کر) اگر آپ کو
اس حرکت سے میری رنج پہونچا ہو تو معاف کیجئے۔ اگر
آپ کو کچھ بھی درد حال سے میرے واقفیت ہوگی تو آپ
مجھ پر رحم کیجئے گا۔ خدا اور خدا کا رسول خوب جانتا ہے۔
کہ مجھ کو کس قدر آپ سے عشق ہے۔ اور کس درجہ محبت ہے
آپ کی زندگی سے میری زندگی ہے۔ آپ کی خوشی سے
میری خوشی ہے۔ آپ کے اوپر ہزار جان میری قربان
اگر آپ کو کوئی نظر بد سے دیکھے والدہ اسکی آنکھیں
سکال ڈالوں۔ اگر کوئی انگشت نما کرے ہاتھ تلم کر دوں
آپ کی خیر خواہی اور جانفشانی میں اگر میری ہزار جان بھی کام
آئے تو وہ اللہ در بے نہ کروں۔ پھر فرمائے۔ میری بیستابی
اور اسٹاف نشانی جوقت آپ نے اتمام آبروریزی کا
اپنی مجھ پر کیا میری کیا مجال آپ کی شان میں کلمہ بد زبان بھگوان یا
آبروریزی کا خواہاں ہوں۔ میں کس طرح سے کہہ رہی ہوں کیا بتاؤں

یہی جی چاہتا ہے کہ پہلو چیر کر دل آپ کو دکھاؤں تا دیکھئے
 کہ کس قدر تیر آپ کے عشق کا پار ہوا ہے۔ اگر میں نے مالن
 کا بھیس اختیار کیا تھا یا آجکل بے اختیار جو در دلدار کر دکھاتا
 یا مجنون دار جو یہاں چلا آیا یہ صرف آپ ہی کے عشق کا ثمرہ
 ہے۔ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ آپ اس کو خیال نہیں کرتی
 ہیں کہ صرف ایک نظارۂ جمال کے واسطے کیا کیا نہ جان پر
 کھیل گزرا ہوں۔ کیا ہی کسی کا کلیجہ سخت ہو لیکن میری ہمت
 اور جانفشانی پر پیچ جائے۔ کیوں آپ چپ کیوں کھڑی ہیں؟
 کچھ تو بولئے۔

خورشیدی بیگم فرط حیا سے عرق عرق ہوئی جاتی تھیں
 اور ڈر رہی تھیں کہ مس ٹامس کہیں نہ آپرین۔
 نواب آسمان جاہ۔ کاش میں نرگس ہی رہتا۔ وہ
 غربت اور مالن کا پیشہ اس دولت و شہزادگی سے
 کہیں اچھا تھا۔ افسوس آپ بالکل بھول گئیں۔ کہان
 آپ مجھ کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوتی تھیں اور کہان

اب یہ گج ادا ئی۔ وہ نظر عنایت دگتنگو سے الفت و اظہار
محبت اب کہان۔

نواب آسمانچہا نے اسکے علاوہ اور بھی جہان تک
زبان نے یاری دی اپنے عشق کی داستان کہ سنائی۔
خورشیدی بیگم سب سنتی جاتی تھیں۔ عفت
تو نہایت آیا لیکن اپنی بیکیسی پر اور فخر طحیا سے
آنسو ضبط نہو سکے بے اختیار رونا شروع کیا۔

نواب آسمانچہا اپنے دل میں نہایت نام
ہوئے کہ کیا کیا۔ جو حرکت کرتا ہوں خلاف طبع ہوتی
ہے۔ مال کار اسکا تو سوچا نہیں خواہی نخواہی یوں گھس
پڑا۔ اب دیکھو سر پر کیا آفت آتی ہے۔ لیکن
خورشیدی بیگم کو جو روتا دیکھا تو دل پیچ گیا۔ جلد ایک
روال ریشمی جو عطرین ڈوبا ہوا تھا جیب سے نکال کر چاہتے
تھے کہ آنسو اپنے ہاتھوں سے پوچھیں کہ خورشیدی بیگم
نے ہاتھ جھٹک دیا اور نہایت درد انگیز آواز سے

کہا کہ یا خدا مجھ کو اس وقت موت دے یا زمین پھٹ کر
اور میں سما جاؤں۔

نواب آسمان خواہا۔ خدا نہ کرے آپ کے دشمن
یہود دیکھیں خیر اگر آپ کو اس قدر رنج پہنچتا ہے تو
میں جانا ہوں۔ پھر ایسی حرکت نہ کرونگا۔ صرف ایک بار
زبان مبارک سے فرما دیجئے کہ قصور تمہارا معاف کیا۔

خوشخبری بیگم کو ہرچہ حیا مانع کلام تھی۔ لیکن
نواب آسمان خواہ کی سہٹ اور عاشقانہ کلام سے غصہ بیڑھ
چڑھ آیا۔ منہ سے کٹ جاری تھا۔ اور تمام بدن میں رعشہ
جھڑ آیا۔ بے اختیار زبان سے یوں نکلا۔

خوشخبری بیگم۔ معافی چاہتے ہیں۔ زنا نہ نہیں۔ اور پھر
میں اس لائق ہوں کہ ایک رئیس شہزادہ کا قصور معاف کروں
میں غریب آپ کے سامنے کیا ہوں۔ ایک زن بازاری
سے بھی بدتر ہوں۔ نہیں تو آپ کو جرات پڑتی کہ آپ
اس طرح سے ہمارے ساتھ پیش آتے (غصہ میں)

آپ کو شرم نہیں آتی ہے کہ آپ نے مکر و حیلہ سے
 روپے پیسے سے مالن کو ملایا۔ صورت بد لکر ہم بیویوں
 کے مکان میں آئے۔ بے تکلفانہ گفتگو و اسی تباہی
 کرتے رہے۔ اسپر بھی تسکین نہ ہوئی تو روز روز آ کر
 گھورنے لگے۔ اور آج تو رستم کے بھی کان کاٹے ٹیلر کا
 کی آپ اپنی تعریف کرتے ہیں۔ اس میں کس کو شک ہے
 دلیری اور جیالی آپ پر حسد تم ہے۔ کوئی دوسرا
 شخص ہوتا تو پھر نہ بھی دیکھاتا؟۔ انوار عشق زبان پر لاتا؟
 آپ کو صحبت لچھون شہرہ دون کی رہی ہے۔ آپ کی
 اوقات زمان بازار ہی کے ساتھ بسر ہوئی۔ نہیں تو
 شہزاد سے اور ایسا فعل۔ شریف اور ایسی جگہ
 علم و ہنر عقل و تمیز رکھ کر اور ایسا پون کام
 نواب آسمان سبا و خاموشی میں رنگوں سب
 سننے جاتے تھے۔ اور دل ہی دل میں کٹ رہے تھے۔
 بات سچ تھی ایک ایک فقرہ شتر کا کام کرتا تھا۔ دعا

لانگ رہے تھے کہ پروردگار زمین کے اندر دھس پڑوں۔
 خورشیدی بیگم غصہ میں اسقدر توکمہ گئیں۔ لیکن
 جب انکو دیکھا کہ بہ سبب رنج و غم و ندامت و خفت کے
 سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ تو قیاس کیا کہ شاید تقریر
 نثر آمیز سے دل میں چوٹ لگی اشکبار ہیں۔ دل میں
 خوش ہوئیں کہ تقریر نے اثر کیا۔ اب پھر ایسی حرکت
 نہیں کریں گے۔ لیکن نواب آسمانجاہ کو جو اسقدر اشکبار
 پایا کلیجہ دہل گیا۔ چاہتی تھیں کہ نواب آسمانجاہ کے قدموں
 پر گر پڑیں اور سچ سچ حال اپنے دل کا کہہ ڈالیں۔ لیکن جیسا
 منع ہوئی خاموش کھڑی رہیں۔

نواب آسمانجاہ تھوڑی دیر تک اسی طرح سے
 سونگون رہے۔ اوسکے بعد ایک ایسی آواز در دماک
 سے کہا کہ جان بن میں خود اپنے افعال سے نادم ہوں لیکن
 جب آپ کو اسقدر مجھ سے رنج پہونچا ہے اور میں ایسا
 نظروں سے گر گیا ہوں تو اس بیجا زندگی سے موت

بہتر ہے۔ اب سوائے اسکے کوئی تمنا نہیں ہے ۵

لکھجائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دلکی حسرت یہی آرزو ہے

یہ کہہ کے پیش قبض میان سے نکالا۔ خورشیدی بیگم
کا چہرہ زرد ہو گیا۔

نواب آسمان خواہ بہادر چاہتے تھے کہ پیش قبض

سے اپنا پہلو چاک کرین اور اس گل خوبی کے زیر قدم

جان شیرین ہلاک کرین کہ خورشیدی بیگم نے مثل

برق جھپٹ کر چھرا ہاتھ سے لے کے پھینک دیا۔

خورشیدی بیگم۔ اب ابھی کوئی کام کرتا ہے۔ عقل

و دانش رکھ کر ایسی حرکت۔

نواب آسمان جاہ بہادر کی باچھین کھل گئیں۔

دل میں خوش ہوئے کہ خورشیدی بیگم کو تجھ سے محبت

ہے۔ لیکن ظاہر اٹنہ بنا کے کہا کہ کیون آپ نے مجھے

ہلاکت سے باز رکھا۔ جو رنج و مصیبت و درد و الم آپ کی

کج ادائی سے مجھ پر ہوتا ہے وہ کیا کہوں۔ آخر ایک نہ ایک
دن جان جائیگی۔ اس سے بہتر تھا کہ آپ کے قدموں کے
نیچے نثار ہوتا۔

خوشیدی گیم۔ آپ نے بہت جُر کیا جو اس وقت یہاں
آئے۔ میں دست بستہ عرض کرتی ہوں کہ آپ فوراً چلے
جائے۔ اگر خدا نخواستہ آپ اپنے تئیں ہلاک کر دیتے
تو تمام عالم میں یہ بات شہر ہو جاتی۔ ابا جان کیا کہتے۔
سیری رسوائی تمام ہوتی۔ دیکھتے مس ٹامسن اور بہن بھتری
سیگم دوسرے پٹریٹ۔ ٹہل رہی ہیں۔ اگر آپڑیگی تو مجھے
نہایت نچھالت ہوگی۔ آپ بتجاسے۔ مجھ پر بڑا احسان
کیونے گا۔

نواب آسمان جاہ کی خوشی رنج سے مبتدل ہو گئی خال
کیا کہ اس ستمگر نے ازراہ محبت چمراہ چھینا تھا۔ صرف
اپنی بدنامی کے لحاظ سے کیر نکہ جس وقت لوگ غصہ اٹھانے کو
آئے سارا راز افشا ہو جاتا۔

نواب آسمانجاہ۔ آپ سچ کہتی ہیں۔ یہاں اگر میں خودکشی کرتا تو بڑا بڑا ہوتا۔ آپ بدنام ہو جاتیں اور مجھے آپ کی بدنامی کی طرح سے گوارا نہیں ہے۔ لیکن جب آپ مجھ سے آندوہ ہیں تو زیست اب حرام ہے۔ گھنٹے دو گھنٹے میں سن لے لے لے گا۔ کہ آپ کے شعلہ حسن پر ایک پروانہ تصدق ہو گیا۔ یہ آخری دیدار ہے۔ لہذا کہا سنا معاف کیجئے۔ میری عمر یہیں تک تھی یہ کہہ کے نواب آسمانجاہ ملول و افسردہ وہاں سے تھوڑی دور چلے گئے تھے کہ خورشیدی بیگم نے دبے دانتوں کہا کہ مجھ کو آپ سے رنج نہیں ہے۔

نواب آسمان جاہ (فرط خوشی سے پانوں زمین پر ٹپک کر اور دست حنائی پکڑ کر) پیاری خورشیدی بیگم یہ کیا میں نے سنا؟۔ یا خدا یہ خواب ہے یا بیداری؟ جانن سچ کہو۔ ایک بار اور اس لب شیرین سے کہو۔ خدا کے واسطے زیادہ نہ کر رکھا کیا یہ سچ ہے کہ آپ مجھ سے رنج نہیں ہیں؟
خورشیدی بیگم سے ضبط کر یہ نہوسکا۔ بے اختیار

روئے لگیں۔

نواب آسمان جاہ۔ (فرط طرب سے) آپ کو مجھ سے
محبت ہے۔ ضرور ضرور محبت ہے۔ نہیں تو یہ اشکباری
کیوں۔ لیکن میں نے اپنے افعال سے آپ کو رنج و
میں خود اب اپنے حرکات پر نادم ہوں۔ خراب میں جانا ہوں
لیکن صرف ایک بات پوچھتا ہوں۔ لے دو سکا جواب
دیدتے تھے۔ پھر میں نہایت خوش خوش آپ کو دعائیں
دیتا ہوا جاؤں اور اپنی زندگی آرام سے بسر کروں۔ اتنا
زبان مبارک سے فرمادیتے کہ آپ مجھ سے محبت ہے
یا نہیں۔

خورشیدی یگم۔ (نیچی نظر کر کے) کیا آپ کو اس ٹینک
بھی ہے؟ تہذیب و رسم خاندان مانع ہوتی ہے کہ اپنے
دل کا حال کسی سے کہوں۔ لیکن اس وقت آپ نے مجھ کو
ایسا مجبور کیا کہ کہنا پڑا۔ اب آئندہ سے آپ سمجھے گا کہ اگر
میں آپ کے خطوط کا جواب نہ بھیجتی ہوں یا آپ سے

کشیدہ رہتی ہوں تو یہ صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔ دلپیر جو
 گزرتا ہے وہ میں ہی جانتی ہوں۔ میں نے جو آپ کو ان حرکتوں
 بیہودہ سے باز رہنے کہا تو کیا بُرا کیا۔ آپ ہی فرمائے کہ اگر
 ابا جان سے کوئی یہ کہدے کہ نواب آسمان جاہ بہادر
 روز مجلس اکیطرف آکے گھورا کرتے ہیں تو اوں کے جی
 میں یہی خیال آئیگا کہ میں نظارہ بازی کرتی ہوں۔ یہاں کے
 لوگ جقدر آباں کے گھر کو نظر استخوان سے دیکھتے ہیں وہ
 معلوم ہمیشہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ کوئی بات
 اگر خلاف پائیں تو اوں کو مشہور کر دیں۔ اگر یہ بات وہ سب
 دیکھ پائیں تو ایک کی دس مشہور کریں۔ اوسوقت مجھکو
 ڈوب مرنی پڑیگا۔ ابا جان بھی خفا ہو جائینگے۔ پھر فرمائے
 کیا ہوگا۔ یہ ساعت امید کہ جو ہر پل میں گنتی رہتی ہوں بالکل
 شکست ہو جائیگی۔ اور عمر بھر ہلوگوں میں جدائی رہیگی
 آپ ہی فرمائے کہ آج تک کسی عورت نے اپنی محبت
 کا حال اپنے عاشق سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے

کیا۔ میں نے صرف اس خیال سے کہ میری خاموشی اور ظاہر
 کج ادائی سے کہیں دشمن مدعی جان پر نہ کھیل جائیں۔ سچا
 سچا حال کہہ دیا۔ دیکھئے میں دست بستہ اتما سس کرتی ہوں
 کہ یہ خیال بیہودہ اپنے دل میں بھی نہ لائے۔ ایک تو گناہ
 دوسرے مجھ کو زندہ

خوشیدی بیگم اور کہا چاہتی تھیں۔ لیکن فرط الم سے
 آنسو ضبط نہ ہو سکے۔ بے اختیار رونے لگیں
 نواب آسمانجاہ کے دلکا حال اس وقت لکھنا فصول
 ہے۔ بلیوں اور چھل رہا تھا اور مارے خوشی کے آنکھوں
 میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ چہرہ بہ سبب خوشی کے گل امار
 ہو گیا۔ فرط طرب سے دست نازین کا بوسہ لیا اور
 کہا کہ جان من اس وقت تم نے جو میری جلی ہوئی کشت
 امید کو ترو تانج کیا اسکا شکر منس سے ادا کروں۔ جب تک
 زندہ ہوں تمہارا بندہ ہوں تم نے دوبارہ زندگی بخشی۔
 نہیں تو میں کب نہ جان دے دیتا۔ آپ کی طناہرا

کج ادا ہی میری جان لیتی۔ بخدا وہ وہ فقرے سناے کہ میرے
ہوش و حواس نفردا ہو گئے۔

خورشیدی بیگم۔ (مسکرا کر)۔ المذہب
حیلہ سازی۔

نواب آسمان جاہ۔ اور نہیں تو کیا۔

خورشیدی بیگم۔ اور اپنی نہ کہتے گا۔

نواب آسمان جاہ۔ کیا؟

خورشیدی بیگم۔ کیا جُل دیکر مجھے پھنسا یا۔ آخر مجھے

سچ سچ کہہ دینا پڑا۔ ہر چند حیلہ مانع کلام ہوتی تھی لیکن

عقل اور دل نے اپنا کام کیا۔ مجبور ہو کر کہنا پڑا۔ بیچاری

عورتیں ناحق مکر و حیلہ میں بدنام ہیں۔ مرد و عورتیں

کے ہوتے ہیں۔ اور آپ پر تو چتر ختم ہے۔ یہ آپ

نے سیکھا کس سے؟ (ہنسکے) شہزادی بیگم سے؟

نواب آسمان جاہ۔ خیر اب تو اس کے ذکر سے

رج نہیں پہنچتا؟

خورشیدی بیگم - اللہ جانتا ہے اب بھی - یہ آپ کو
سوچھی کیا تھی؟

نواب آسمان جاہ - آپ کا دیدار -

خورشیدی بیگم - کیا خوب!

نواب آسمان جاہ - بخدا -

خورشیدی بیگم - (شرما کے) نسبت تو لگی ہوئی تھی -
جلدی کیا تھی؟

نواب آسمان جاہ - محبت کا مزا کیسے ملتا ہے

الفت کا یہ مزہ ہے کہ ہون وہ بھی بیقرار ہے؛

دونوں طرف ہوا آگ - برابر لگی ہوئی

خورشیدی بیگم - ہمارے واسطے تو بڑا ہوا -

نواب آسمان جاہ - کیا؟

خورشیدی بیگم - آپ سے جو اس قدر محبت ہو گئی -

نواب آسمان جاہ - تو اس میں بُرائی کیا ہوئی؟

خورشیدی بیگم - نہ آپ سے محبت ہوتی نہ آج یہ

سب گفتگو ہوتی۔

نواب آسمان جاہ۔ تو کیا یہ آپ کے خلاف طبع ہوا؟

خورشیدی بیگم۔ مان۔

نواب آسمان جاہ۔ سب؟

خورشیدی بیگم۔ اپنا جی۔

نواب آسمان جاہ۔ افسوس!

خورشیدی بیگم۔ سنو نواب آسمان جاہ میں نے کئی مرتبہ
کہا ہے۔ اور پھر کہتی ہوں کہ مجھ کو تم سے دلی محبت ہی

لیکن پاس ننگ و ناموس بھی ویسا ہی ہے۔ یہ سب

حکایتیں آپ کی ایسی ہیں کہ سوائے بدنامی اور خجالت

کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ میں آپ سے پھر کہتی ہوں

کہ یا تو یہ سب عادتیں آپ نے لچون شہد و ن کی صحبت

میں سیکھی ہیں۔ یا مس ہر برٹ کی تعلیم ہے۔ اس میں

شک نہیں ہے ہر ملکہ و ہر رسمے۔ انگریزوں میں یہ

عیب نہیں ہے۔ لیکن نہ ہم فرنگن نہ آپ کرستان۔

ہم لوگوں کے یہاں یہ سراسر عیب میں داخل ہے۔
 آپ اس کو خوب جانتے ہیں اور باوجود اس علم کے آپ
 نے ایسی لچر حرکت اختیار کی۔ فرض کیجئے کہ اگر آبا جان
 یاس ٹامسن آپ کو مالن کے بھیس میں دیکھ پاتے اور
 پہچان لیتے اور سوقت کیا حال ہوتا۔ اور ہر چند ہم انجان تھو
 لیکن لوگوں کے خیالات خدا جانے کیا کیا ہوتے
 اور میں غریب ہر حالت میں بدنام ہوتی۔ آپ عین شاہرا
 پر کھڑے ہو کے مجلس اکیطرت روز دیکھا کرتے ہیں۔ صد بالوگ
 آتے جاتے ہیں۔ کہئے اون سب کے دل میں کیا کیا خیالات
 آتے ہونگے۔ اگر آبا جان تک یہ خبر پہنچ جائے تو فرما
 کیا نتیجہ اسکا آپ کو ملیگا۔ آپ کو آبا جان نے چھ مہینے کی
 مہلت کیون دی ہے؟ اسوقت آپ کو وہ بنظر امتحان
 دیکھ رہے ہیں۔ آپ کوشش کیجئے کہ اس امتحان میں آپ
 پورے اوترین۔ پھر تو میں آپ کی لونڈی بنی ہوئی ہوں۔
 بھٹکوا فوس آتا ہے کہ آپ کو مجھ سے پوری محبت نہیں ہے۔

اگر ہوتی تو آپ ان سب باتوں کا خیال رکھتے اور ایسے ایسے
 واہیات کاموں سے پرہیز کرتے۔ اس وقت آپ یہاں
 دفعۃً آگئے ہیں۔ اگر کہیں اوستانی جی یا بہن شتری بیگم
 آجائیں تو کیسی خفت ہو۔ اگر آپ میرے دل کی پوچھتے
 ہیں تو میری عین آرزو ہے کہ گھنٹن اس حالت میں بیٹھی
 رہوں۔ لیکن آبرو اور خفت کے سبب سے جھکو چاہیے
 کہ فوراً یہاں سے چلی جاؤں۔ اسلئے میں دست بستہ التماس
 کرتی ہوں کہ آپ فوراً یہاں سے تشریف لیجائیے۔ میں
 نے سب حال اپنا کہ دیا۔ آپ کی جو عقل میں آئے کیجئے
 ثواب آسمانجہاں۔ پیاری خورشیدی تمھاری تقریر
 نے واقعی دل میں میرے بڑا اثر کیا۔ میں اب جسدِ
 سوچتا ہوں اپنے فعل پر نادم ہوتا جاتا ہوں۔ سچ ہے
 کہ علاوہ پوج و پھر حرکات کے ہلوگوں کا ذاتی بڑا نقصان
 ہے۔ اب میں تم سے پکا وعدہ کرتا ہوں اور قسم شرعی
 کھاتا ہوں کہ یہ سب بیہودہ حرکتیں ترک کر دوں گا۔ وہی

امراختیار کرونگا جس میں تم مجھ سے خوش رہو۔

خورشیدی بیگم۔ آپ نے اس وقت مجھ کو بہت

خوش کیا۔ اسی قول پر رہتے گا۔ قول مردان جان دارد۔

نواب آسمان جاہ۔ دیکھ لیجئے گا۔

خورشیدی بیگم۔ تو بس اب یہاں سے جائے۔ بہت

دیر ہو گئی ہے۔ مس ٹامسن اب آپہنچیں۔

نواب آسمان جاہ۔ سوائے مس ٹامسن اور مشتری بیگم
کے تو اور کوئی یہاں نہیں ہے؟

خورشیدی بیگم۔ نہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ تو پھر آپ کو خوف کیا۔ مشتری بیگم

تو آپ کی راز دان ہیں۔ اور مس ٹامسن اس کو برا نہیں جانتی

ہیں۔ جب آپ سے نسبت ہو چکی تو اتنی بول چال میں کیا

ہرج ہے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اس بات سے

برا نہ مایں گی۔

خورشیدی بیگم۔ پھر وہی دیوانہ پن کی باتیں۔ آپ جانتے

ہیں کہ اوستانی جی نے آپ کو گاڑی سے دیکھ کے مجھے کہا
 تھا کہ کہیں منسلوگون میں یہاں پر ملاقات ہونے کا مشورہ
 تو نہیں ہوا تھا۔ مجھ کو یہ تقریر اونکی بہت بُری معلوم ہوئی
 تھی اور اسی سبب سے یہاں تنہا آ کے بیٹھ رہی تھی۔ میں کیا
 جانتی تھی کہ اوستانی جی کا شبہ سچ ہو جائیگا۔ اور آپ آسمان
 سے کود پڑینگے۔ اب بہت دیر ہو گئی۔ وہ لوگ قریب پہنچیں
 ہونگی۔ آپ کا اسوقت جانا بہت ضرور ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ گوجی نہیں چاہتا ہے۔ لیکن آپ کے
 حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا ہوں۔ جانمن سچ کہو تم کو
 واقعی مجھ سے محبت ہے۔ کاش آدھی بھی محبت
 جو مجھ کو تم سے ہے۔ اگر تم کو ہو تو میں اپنے طالع فسخ
 پر ناز کروں۔ اور میری نہ پوچھو۔ دیکھو اسی ہاتھ کی قسم
 کھاتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں تمہارا بندہ ہوں۔ سوا
 تمہارے کسی دوسرے کو آنکھ اوٹھا کر دیکھوں تو اندھا
 ہو جاؤں۔ امت محمدی سے خارج ہو جاؤں۔ اب جانمن

شرط محبت یہی ہے کہ تم بھی مجھ سے یہی وعدہ کرو۔
 خورشیدی بیگم۔ آپ جان کے انجان بنے جاتے
 ہیں۔ اس قدر تو میں نے بیجائی اختیار کی۔ ساری
 داستان تو کہہ سنائی۔ اب بھی آپ کو یقین نہ آئے
 تو میں کیا کہوں۔

نواب آسمان جاہ۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ جیسا تم
 نے میرے دل ناتوان کو خوش کیا۔ خداوند کریم اسکا
 ثمرہ نیک عطا فرمائے۔ جان من ایک سوال کرتا ہوں
 بیچ اسکا جواب دو۔

خورشیدی بیگم۔ فرمائے۔

نواب آسمان جاہ۔ اگر نواب مختتم الدولہ بہادر خدا نخواستہ
 مجھ سے کسی بات میں رنج ہو جائیں نسبت چھوڑا دہیں
 اور تم کو کسی دوسرے سے منسوب کریں تو کیا کرو گی؟ مختصر

یہ کہ بغیر ان کے حکم کے تم مجھ سے بیاہ کر دو گی یا نہیں؟
 خورشیدی بیگم۔ بس آپ کو تو یہی سب ہو جھٹا ہے۔ ای

یہ سال بد کیوں منہ سے نکالتے ہیں۔ اور اباجان کا
خوش کرنا یا رنج کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔ نہ آپ
ایسی حرکت کیجئے گا نہ وہ رنج ہوں گے۔

نواب آسمان جاہ۔ میں نے ایک بات کہی فرض کرو
اگر وہ ایسا کریں تو تم کیا کرو گی؟

خورشیدی بیگم۔ اب آپ جانتے بہت دیر ہوئی۔

نواب آسمان جاہ۔ بات نہ ٹالو۔ اللہ اس کا جواب دے۔

خورشیدی بیگم۔ ادنیٰ اللہ! آپ اس قدر صند

کیوں کرتے ہیں۔ لیجئے۔ سنئے۔ اگر آبا جان خدا نکرے

خدا نکرے شیطان کے کان بہرے آپ سے رنج

ہو جائیں اور نسبت چھوڑا ڈالیں تو میں آپ سے کبھی

ہنیں بیاہ کر دوں گی۔ گو میرے دل پر بڑا صدمہ پہونچے گا اور

زندگی حرام ہو جائیگی۔ لیکن اون کے حکم سے سرتابی

اور کوئی امر خلاف اپنے بزرگوں کے نہ کروں گی۔ اپنی جان

دوونگی۔ لیکن اون لوگوں کو رنج نہ دوں گی اون لوگوں کا مجھ پر

بڑا حق ہے۔ اونلوگون کا مجھکو بڑا خیال ہے۔
 نواب آسمانجاہ۔ اور یہ کچھ خیال نہیں کہ میرا
 کیا حال ہوگا۔

خورشیدی بیگم۔ آپ کا خیال ہمیشہ رہیگا کیونکہ میں
 کسی دوسرے سے شادی نہ کرونگی۔ اگر خدا خواستہ
 ایسی بات ہوئی تو میرا آپ کا خلیج حشر کے دن ہوگا۔
 نواب آسمانجاہ۔ پیاری خورشیدی بیگم تمہاری
 اس تقریر نے مجھکو اور خوش کیا۔ ہزار آفرین اوس
 مان باپ پر جنکی ایسی لڑکی ہو۔ اور ہزار خوش قسمتی اوس
 مرد کی جسکی ایسی بیوی ہو۔ لیکن اسوقت خدا جائے
 کیون میرا دل دھڑک رہا ہے۔ اگر تمہارا بیہ کسی
 دوسرے سے ہوا تو میں اپنے کو مار ڈالوں گا۔ مجھ سے
 یہ دیکھنا نہ جائیگا۔

خورشیدی بیگم۔ اللہ نہ کرے۔ پھر وہی باتیں شروع
 کریں۔ اے آپ کو کتنے کیوں ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے نہیں

ہیں۔ مرنے والے بدکار و بد حال بد۔ اگر آپ پھر یہ کہتے گا
تو میں چلی جاؤنگی۔ (منہ پھیر کر)

نواب آسمان جاہ نے ایک انگوٹھی یا قوت

کی نہایت بیش بہا اپنی اونگلی سے اتار کر پہنائی اور

کہا کہ جان من یہ میری نشانی ہے۔ اب تم بھی کچھ نشانی

مجھ کو دو کہ او سکو دیکھ کر دل عاجز کو تسکین دیا کروں۔

خورشیدی بیگم۔ ابا جان کہیں انگشتی پہچان لیں تو

کیا ہو۔

نواب آسمان جاہ۔ ادھون نے یہ انگوٹھی میرے ہاتھ

میں کبھی دیکھی نہیں۔ آج ہی تو خریدی کی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ وہ نہ دیکھی ہو۔ لیکن اگر مجھ سے پوچھیں

کہ کہاں سے لائی ہو تو کیا جواب دوں گی۔

نواب آسمان جاہ۔ جھوٹے ملا کے کچھ کہہ دینا۔ دروغ

مصلحت آمیز بہ ازراستی فتنہ انگیز۔

خورشیدی بیگم۔ (ہنسنے) کیسی کچھ مصلحت ہو۔

خورشیدی بیگم نے زمرہ کی انگوٹھی بیچ کی اونگلی
 سے نکال کر کہا دیکھئے مین دیتی تو ہوں لیکن کسی دوسرے
 کو اگر دی تو مجھے بڑا رنج ہوگا۔ اس کو اپنی جان کے برابر
 عزیز رکھے گا۔ بس یہی آپ کا امتحان ہوگا۔ (شرما
 کے) شب عروسی آپ کی اونگلی مین دیکھ لوں گی۔

نواب آسمان جاہ۔ بسر و چشم اس سے مین نہیں
 ڈرتا۔ جو امتحان لیجئے مین حاضر ہوں۔ پورا ہی نکلونگا۔
 نواب آسمان جاہ فرط مسرت سے چھوٹے
 تھے اور اپنے طالع فرخندہ پر عرش عرش کر رہے
 تھے۔ ہاتھ مین ہاتھ زور سے تھامے ہوئے تھے
 کہ کہین خورشیدی بیگم چل ندین۔ آپس کی نوک
 جھوک اور شیریں کلامی سے یہ بیتاب ہو گئے
 پھاہتے تھے کہ رخسار جانان کا بوسہ لین۔ لیکن
 ضبط کر کے رہ گئے۔ خیال کیا کہ یہ بڑی پاکدامن اور
 عفیہ ہیں کہین ایسی حرکت سے رنج نہ ہو جائیں۔ دنیا

باغ میں رہونگا۔ دیکھوں مجھ کو کون نکالتا ہے۔ میں نے
 کیا جڑا کیا۔ خورشیدی بیگم سے میری نسبت مسترار
 پاچکی تھی یا نہیں۔ پھر وہ ایک منٹ تک جو گفتگو کی
 اس میں کیا ہرج ہے۔

مس ٹامسن۔ خدا نکرے کہ یہ نواب محشم الدولہ تک
 پہنچے نہیں تو نہ معلوم کیا وہ کر ڈالیں۔ نواب آسمانجاہ
 میں درست بستہ کہتی ہوں کہ آپ فوراً یہاں سے چلے
 جائے تا یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔ اور میری طرف سے آپ
 خاطر جمع رکھئے کہ میں لب تک نہ ہلاؤنگی۔

نواب آسمانجاہ جاہ۔ (مس ٹامسن سے) میں
 کہہ چکا ہوں کہ جب میرا جی چاہیگا میں یہاں سے جاؤنگا۔
 آپ کیون اس میں صند کرتی ہیں۔

مس ٹامسن۔ نواب آسمان جاہ میں نے تم کو اور
 خورشیدی بیگم دونوں کو پڑھایا ہے۔ کچھ بھی میرا
 خیال کرو۔ بڑی بیگم کو چونکہ مجھ پر اعتماد کلی ہے اس لئے

انلوگون کو اکیلے میرے ساتھ یہاں آنے دیا۔ خدا نخواستہ
 اگر سُن پامیگی تو مجھ کو مرنے کی نوبت پہونچے گی۔ مین
 پھر کیونہ نہ دکھا سکونگی۔ اور اگر نواب محترم الدولہ
 کے قانون تک یہ خبر پہونچی تو نہ معلوم وہ کیا کر ڈالین۔ آپ
 کہتے ہین کہ کوئی کیا کر سکتا ہے۔ وہ آپ کا بہت بگاڑ سکتے
 ہین۔ چشم زدن مین آپ کی نسبت چھوڑا دے سکتے
 ہین۔ پھر خورشیدی بیگم کا ملنا معلوم۔ آپ جانتے
 ہین کہ بغیر اونکی مرضی و خوشی کے شادی ہو سکتی ہے؟
 کبھی ہنین۔ مین آپ کے واسطے کہتی ہون۔ میری دلی
 تمنا ہے کہ آپ دونوں کا سہرا دیکھون۔ اور اسی واسطے
 اس حرکت سے باز رکھتی ہون۔ آپ کا یہاں سے جانا
 بہت ضرور ہے۔ چلئے آپ کو دروازے تک
 پہونچا دوں۔

نواب اسما بجاہ۔ (تھوڑی دیر بعد سوچ کر)
 آپ بہت ٹھیک کہتی ہین۔ مین ابھی جاتا ہون۔ لیکن

لیکن میں دروازے سے نہیں جاؤنگا۔ میں جس ترکیب سے یہاں آیا ہوں اوسی ترکیب سے باہر بھی جاؤنگا۔
مس ٹامسن۔ کدھر سے آئے ہیں۔
نواب آسمانجہا۔ میں بتاتا ہوں دیکھئے۔

نواب آسمانجہا ایک درخت پر چودیار سے باغ کے لگا ہوا تھا چڑھ گئے اور دیوار پر سے آہستہ آہستہ چڑھ کے خورشیدی بیگم کی طرف سلام کیا اور اوس پار کو دپڑے۔

مس ٹامسن۔ یہ سراسر دیوانہ پن ہے۔ اتنی بڑی دیوار پر سے کو دنا معاذ اللہ۔ خیر اب گھر چلو یہاں کٹھننا اچھا نہیں۔ شکر خدا کا کسی نے دیکھا نہیں

خورشیدی بیگم دونوں ہاتھ مس ٹامسن کے گلے میں دے کے بے اختیار روئے لگیں۔ جب کچھ آنسو تھمتے تو کہا کہ اوستائی جی آپ مجھ سے اس میں قسم لیجئے کہ میں محض انجان اور سراسر بے قصور ہوں

شہین نے انکو بلایا تھا اور نہ کچھ اسکا ذکر تھا۔ آپ نے مجھکو
 لکھنایا پڑھایا ہے۔ میری انتاد مزاج اور حرکات
 و سکنات سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ اگر آپ کو
 اس پر بھی شک و شبہ ہو تو نہایت تعجب کا مقام ہے۔
 خورشیدی بیگم نے مختصر طور پر سارا حال
 بیان کر دیا۔

مس ٹامسن۔ پیاری خورشیدی میں خوب سمجھ سکتی
 ہوں کہ اس میں بھارا کچھ قصور نہیں۔ یہ سب نواب
 احمد شاہ کالڑکپن ہے۔ بھارے عشق نے اونکو
 دیوانہ کر دیا ہے۔ عقل و خرد کھو بیٹھے ہیں۔ ایسے ایسے
 افعال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ میں نے اسوقت
 لکھو یا اونکو جو اسطرح سے ترش روی سے کہا یہ صرف
 اس واسطے کہ وہ پھر ایسی حرکت نہ کریں۔ میں اگر سچ پوچھو تو
 دل سے خوش ہوں کہ تلوگوں میں خدا نے اسقدر
 محبت دے دی۔ لیکن دو ایک مہینے تک اور

جانتی نہیں ہیں کہ وہ بیچاری بیوہ ہے۔

مسٹرمسن۔ نواب صاحب۔ میں نہیں سمجھتی تھی کہ اسکو
گوارا کیجئے گا کہ اوس لڑکی کو جو سن طفولیت میں بیوہ ہو گئی برابر
بن بیاہی رکھئے گا۔ اس سے بڑا گناہ آپ پر ہوگا۔ آپ
چھوٹی بیگم کی نسل بالکل قطع کر ڈالئے گا۔ میں سچ کہتی
ہوں۔ مشتری بیگم کا نہیں بیاہنا ویسا ہی ہے۔
جیسا کسی خاندان کے خاندان کو قتل کر ڈالنا مشتری بیگم
کی والدہ بیوہ ہیں اور یہی اونکی ایک لڑکی ہے۔ اگر آپ
اسکو نہ بیاہ دینگے تو گویا آپ ایک حصہ اپنے خاندان کا
نیت و نابود کرتے ہیں۔ آخر آپ دیکھئے آپ کی شرع
بدیکہ قدر اس بارے میں تاکید ہے۔

میں آپ سنئے۔ میں بذات خاص اسکو
مابرسون نکاح ثانی کے بارے
اور میر علی حسن

اس طرح اونکو قائل کیا کہ وہ کچھ جواب تک نہ دے سکے۔
میں جو اس میں سکوت کرتا ہوں تو کئی وجہوں سے۔

اول تو سب مجھ کو انگشت نما کرینگے جو رسم کیہاں
کے باشندوں میں رائج نہیں اس کے ایک بیک جاری
کر دینے میں جہلا ضرور بدنام و مطعون کر دیتے ہیں۔

دوئم مشتری بیگم کی والدہ اس کے بہت خلاف ہیں
اوس دن ایک مغلانی کی بیٹی نے دوسرا نکاح پڑھوایا تھا
اوسپر خفا ہو رہی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس سے مر جانا
اچھا ہے۔ اونکی خالہ بھی اس کے بہت خلاف ہیں پھر
اگر میں کچھ کہوں تو ایک فساد برپا ہوگا۔

تیسرے خود لڑکی اس سے اگر برا مانے تو

وجہوں سے سکوت کرتا ہوں۔ نہ

بارے میں میں خود در

روپیہ پیسے

براہنہن مجھے ہین۔ اب میں آپ کی اون قمیون باتون
 کا جواب دیتی ہوں۔ پہلے تو یہ کہ جب آپ اسکو اچھا
 سمجھتے ہین اور اس میں کوئی نقص نہین تصور کرتے
 ہین تو پھر جہلا کے شور و غوغا سے آپ کو کیا اور میرا
 دل گواہی دیتا ہے کہ آپ کے خوف سے کوئی حشر
 شکایت زبان پر نہین لائیگا۔ بلکہ آپ کے دیکھا دیکھی سارا
 شہر اس امر واجب کو فرض جانے گا۔ دوسرے
 راتے نسوان کی آپ کے مقابلہ میں کیا۔ آپ کے حکم
 سے کوئی سرتابی کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ لوگ ایسے
 بدعتل ہین کہ وہ نہ سمجھین کہ جب اس میں کچھ اچھائی
 نہین ہے تو آپ اس قدر اصرار کیون کرتے ہین۔ آخر
 خورشیدی بیگم کی تعلیم میں کسکی رائے قرار پائی۔
 اب تیسری بات کا جواب بھی سنئے۔ آپ لوگوں کے یہاں
 تو لڑکیوں کے بغیر پوچھے نسبت قرار پائی ہے پھر کہنے یا
 پوچھنے کی کیا حاجت جیسا کہ آپ نے خورشیدی بیگم

کی نسبت مقرر کی تھی ویسا ہی اسکی بھی نسبت کہیں ڈھونڈو
 مشتری بیگم کی کیا مجال کہ اسمین چون کریں۔
 چونکہ بات تھی معقول اور پھر تقریر بھی اسکی
 نواب صاحب نے فوراً منظور کر لیا۔

نواب صاحب۔ تو آپ ہی کہیں تلاش کیجئے۔
 آپ سے بڑھ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ میں تو آپ کا
 معتقد ہوں۔ کیا کہوں اسمین ...

مس ٹامسن۔ یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ میں کہاں ڈھونڈھوں گی
 خیر دیکھتے ہیں اس سے غافل نہیں رہوں گی۔ لیکن آپ
 جی جتو میں رہتے۔

نواب صاحب۔ میں بھی جستجو میں رہوں گا۔ میں کیا کہوں
 ایک لڑکا تو سامنے نظروں کے گھوم رہا ہے۔ نواب
 آسمان جاہ سے بڑی دوستی ہے۔ لیکن شاید وہ قبول نہ کرے۔
 مس ٹامسن سمجھ گئیں کہ وہ لڑکا کون ہے اور جی میں
 اپنے بہت خوش ہوں۔ لیکن بہ تجاہل عارفانہ پوچھا کہ

وہ لڑکا کون ہے؟

نواب بصاحب۔ نواب تقی خان نواب نقی خان صاحب
مرحوم کے صاحبزادے۔

میس ٹامسن کرسی سے اوچھل پڑیں۔

میس ٹامسن۔ واہ واہ واہ کیا خوب۔ آپ کے
ذہن کے قائل ہو گئی۔ کیا عمدہ تجویز کی ہے۔ واللہ اس
سے بڑھ کے اور کوئی نہ ملے گا۔ عقل۔ علم۔ حسن۔

سب خدا نے دیا ہے۔ میں خوب اونکو جانتی ہوں۔ مجھ
سے ڈرائنگ لیکھا ہے۔ تو بہ مجھکو کیا ہو گیا تھا کہ خیال
مکے او دھر نہیں پہنچا تھا۔ میری قسمت اچھی ہے

چارون ہمارے ہی شاگرد و تسلیم یافتہ ہیں۔ ان چاروں
میں بیاہ ہو تو کیا بات ہے۔ نواب صاحب میں سچ کہتی
ہوں کہ اس سے بڑھ کے نسبت خاطر خواہ نہ ملے گی۔ اپنا

دونوں لڑکوں میں بھی دلی محبت ہے۔ اور ان دونوں
بہنوں میں جیسی ہے آپ کو معلوم۔ سب کوئی ایک ہی

جگہ بل جل کے رہیں گے۔ مگر نواب صاحب واہ آپ کے
ذہن و پسند کی مین تعریف کرونگی۔

مس ٹامسن نے اس قدر نواب صاحب کی تعریفیں کیں کہ
یہ ریشہ خطی ہو گئے۔

نواب صاحب۔ لیکن شاید وہ قبول نہ کریں۔
مس ٹامسن۔ یہ کیوں۔ آپ کے یہاں اور کوئی قبول
نہ کرے۔ وہ دیوانہ ہے جو ایسی بات کرے۔

نواب صاحب۔ آپ نہیں جانتی ہیں۔ کل باتوں ہی باتوں
میں معلوم ہوا کہ وہ کسی پرفریضہ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جو
اپنی نسبت جو اونکی چچا زاد ہیں سے لڑکپن سے لگی ہوئی
تھی چھوڑا ڈالی۔ تو وہ یہاں کیوں کرنے لگے۔

مس ٹامسن نے مسکرایا اور دل میں کہا کہ یہ جانتے
نہیں ہیں کہ وہ تیر عشق انھیں کے گھر سے چلا ہے۔ اور
وہ قادر انداز انھیں کی مشتری بیگم ہیں۔

نواب صاحب۔ کیوں آپ مسکرائیں کیوں؟۔ آپ

اسکو باور نہیں کرتی ہیں۔

مس ٹامسن۔ یہ سب ڈھکوسلاہی ڈھکوسلاہی
ابھی تو وہ خود لڑکے ہیں۔ عشق و عاشقی کیا جاوین۔ دیکھئے
میں پوچھتی ہوں۔ اور نواب آسمانجاہ سے بھی مشورہ
کرتی ہوں۔ اونکو آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے میں سب بنا لوں گی۔

نواب آسمانجاہ کا مس ہر برٹ
سے دو چار ہونا اور انکو ٹھٹی ہاتھ سے جانا

اب ادھر کا ذکر سنئے نواب آسمان جاہ دیوار پھانڈ کر
اس پار پہونچے تو نواب تقی خان کو دیکھا کہ اون کے
بنتاں سٹے ہیں۔

تمنے تو اس قدر دیر کی کہ میں
اگر کسی نے دیکھ نہ لیا ہو

اقاات

نواب آسمانجاہ۔ ملاقات بھی ہوئی اور مس ٹامسن
نے دیکھ بھی لیا۔

نواب تقی خان۔ تم تو پہلیاں مجھواتے ہو۔ یہ کیا ہے
سچ تو کہو۔

نواب آسمانجاہ نے بالکل کیفیت بیان کی تو نواب
تقی خان کو نہایت حیرت ہوئی۔

نواب تقی خان۔ نواب آسمان جاہ تمہارے خوش
قسمت ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایک مجھکو دیکھو کہ
کس حالت میں ہوں۔ خدا جانے مس ٹامسن نے
کچھ میرا ذکر اور میری سعی شتری بیگم اور اون کے لوگوں سے
کی یا نہیں۔ تم نے پوچھا بھی نہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ پوچھنے کا
خوشیدی بیگم ورثہ

تھیں۔

اونکی صورت سے جی بیزار ہو گیا تھا۔ پھر پوچھیا کسطح
میں نے بہت بُرا کیا کہ بچپاری کو اسطور سے سخت و
سُست کہا۔ ضرور بُرا مانا ہوگا۔

نواب تقی خان۔ کہتے ہیں کہ بُرا مانا ہوگا۔ اگر وہ
اپنی نیکی سے ہزارہ مانیں تو یہ اور بات ہے۔ اگر میں
تمھاری جگہ ہوتا تو اون کے یہاں جاتا اور عذرِ تفصیل کرتا۔
نواب آسمان جاہ۔ (ہنسکے) کیون نہیں۔ آپ
اونکی تعریف نہ کیجئے گا۔ تو کون کریگا۔ واللہ عنہ من
بھی بڑی چیز ہے۔

نواب تقی خان۔ میں کب اونکی تعریف نہ کرتا تھا
اور تم تو بڑے احسان فراموش نکلے۔ اونھیں کی بدو
تم اس قدر ہنسے بولتے بھی ہو۔ اگر وہ نواب محتشم الدولہ
سے اس قدر تمھاری تعریف نہ کرتیں تو دیکھتا کیسے تمھاری
نسبت قرار پاتی۔

نواب آسمان جاہ۔ کیا خوب۔ یہ تو میری خدو قسم ہے

نواب آسمانجاہ۔ ملاقات بھی ہوئی اور مس ٹامسن
نے دیکھ بھی لیا۔

نواب تقی خان۔ تم تو پہیلیاں جھوالتے ہو۔ یہ کیا ہے
سچ تو کہو۔

نواب آسمانجاہ نے بالکل کیفیت بیان کی تو نواب
تقی خان کو نہایت حیرت ہوئی۔

نواب تقی خان۔ نواب آسمان جاہ تمہارے خوش
قسمت ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایک جھکودیکھو کہ

کس حالت میں ہوں۔ خدا جانے مس ٹامسن نے

کچھ میرا ذکر اور میری سعی شتری بیگم اور اون کے لوگوں سے

کی یا نہیں۔ تم نے پوچھا بھی نہیں۔

نواب آسمان جاہ۔ پوچھنے کا

خوشیدی بیگم و مرث

تجربین

اونکی صورت سے جی بیزار ہو گیا تھا۔ پھر پوچھیا کسطح
میں نے بہت بُرا کیا کہ بچاری کو اسطور سے سخت و
سُست کہا۔ ضرور بُرا مانا ہو گا۔

نواب تقی خان۔ کہتے ہیں کہ بُرا مانا ہو گا۔ اگر وہ
اپنی نیکی سے ہر اندامین تو یہ اور بات ہے۔ اگر میں
تھاری جگہ ہوتا تو اون کے یہاں جاتا اور عذرِ تقصیر کرتا۔
نواب آسمان جاہ۔ (ہنسکے) کیوں نہیں۔ آپ
اونکی تعریف نہ کیجئے گا۔ تو کون کریگا۔ واللہ عنہ من
بھی بُری چیز ہے۔

نواب تقی خان۔ میں کب اونکی تعریف نہ کرتا تھا
اور تم تو بڑے احسان فراموش نکلے۔ اونھیں کی بدد
تم اس قدر ہنسے بولتے بھی ہو۔ اگر وہ نواب محتشم الدولہ
سے اس قدر تھاری تعریف نہ کرتیں تو دیکھتا کیسے تھاری
نسبت قرار پاتی۔

نواب آسمان جاہ۔ کیا خوب۔ یہ تو میری خود قسم ہے

کہ ایسی جگہ نسبت قرار پائی اور ایسی چاندسی بیوی پاؤں لگا
لیکن میں کچھ اون سے خلاف نہیں ہوں بیشک
میں نے اس وقت اونکو سخت دہشت کھاتا
تھوڑی دیر بعد میرا دل بہت کڑھا۔ دیکھو آج ہی اون سے
عذر معذرت کرتا ہوں۔

نواب تقی خان۔ چاہتے تو یہی۔ چلو اونکے گھر چلیں۔
نواب آسمانجاہ۔ کچھ ضرور ہے کہ اونکے گھر ہی جائیں۔
آج کلکٹر صاحب کے یہاں ایوننگ پارٹی (شام کا جلسہ)
ہے۔ وہاں وہ بھی ہونگی۔ پھر معذرت کر لوں گا۔
نواب تقی خان۔ سچ تو۔ میں بالکل بھول ہی گیا تھا۔ نو بجے
ہے نا؟۔ چلو گھر چلو۔

نواب آسمان جاہ اور نواب تقی خان گھر آئے۔
اور کھانے دانے سے فراغت کر فٹن میں سوار ہو کلکٹر
صاحب کے یہاں پہونچے۔ کلکٹر صاحب نے بڑی صوم
دھام کی تھی۔ کوٹھی میں جا بجا جھاڑ و لپ روشن تھے

روشنی اس قدر تھی کہ صاف دن معلوم ہوتا تھا۔ آدھ
 کوس تک دور وہ کیلے کے درخت گڑے تھے اور
 ہر درخت میں دو دو چار قندیلین لٹکی ہوئی تھیں۔ نوچ
 چکے تھے جو نواب آسمان جاہ داخل ہوئے۔

نواب آسمان جاہ۔ آہا لوگ بہت آچکے ہیں
 کس قدر گاڑیاں کھڑی ہیں۔ کیا ہلوگ دیر کر کے آئے۔

نواب تقی خان۔ نہیں نو پر پاغ منٹ ہوئے ہیں۔
 نواب آسمان جاہ اور نواب تقی خان گاڑی

سے اترے اور داخل مکان ہوئے۔ کلکٹر صاحب

اور اونکی میم سٹریٹی کے پاس کھڑی تھیں۔ یہ دونوں

اونلوگوں کی طرف چلے اور نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا

بعد سلام و خراج پر سی یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے جہاں

لوگ سب جمع تھے۔ کلکٹر صاحب نے بے تکلفانہ دعوت

کی تھی۔ انگریز میم ہندوستانی سب کی دعوت تھی۔ یہ سب

بھی اوہں مجمع میں تھے۔ نواب آسمان جاہ نے چاروں طرف

دیکھا کہ مس ٹامسن کہیں نظرائی دین۔ لیکن اون کا پتا
 نہ ملا۔ اتنے میں ایک مس حسین بہ جبین اور ایک
 انگریز پست و فدا کے پاس سے گذرا۔ نواب آسمان جاہ
 نے غور جو کیا تو مس ہربرٹ کو پہچانا۔ یہ مس ہربرٹ ایک
 بڑے سوداگر کی بیٹی تھیں اور خوبصورتی میں بھی لاکھوں میں
 ایک۔ نواب آسمان جاہ اور ان کے باپ میں بڑی ملاقات تھی
 چنانچہ بہ اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ اور مس ہربرٹ سے
 اکثر سبق پیاؤ کا لیا کرتے تھے۔ یہ اس قدر وہاں جایا کرتے
 تھے کہ لوگوں نے سمجھا تھا کہ ان دونوں میں بیاہ ہو جائیگا۔
 فی الحقیقت اور کچھ نہیں تو ایک طرح کی محبت ان دونوں
 میں بیک ہو گئی تھی۔ اور اگر خورشیدی بیگم سچ میں
 نہ آتیں اور انکی تصویر بے نظیر نواب آسمان جاہ کی آنکھوں
 سے نہ گذرتی تو گمان غالب تھا کہ اون دونوں میں شادی
 ہو جاتی۔ کہ واسطے کہ مس ہربرٹ کا باپ اسکو خوب جانتا تھا

ایک انگریزی بابا ہے

اور انکو اکثر اپنی بیٹی کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیتا تھا۔ گویا درپردہ
فنائین شادی کی تھی۔

خیر جب سے خورشیدی بیگم کی تصویر نواب آسمانخا
نے دیکھی اور ادھر بیاہنے کا شوق چڑایا اور سوت سے
انھوں نے مس ہر برٹ کے یہاں آنا جانا ترک کر دیا۔
آج دعوت میں مس ہر برٹ نے نواب آسمان جاہ
کو دیکھا اور عمدہ اپنے کو ٹہلتے ٹہلتے اس قدر قریب نواب
آسمان جاہ کے پہنچایا کہ اونکا گون انکے جوتے پر
چڑا۔ نواب آسمانخا نے جو دیکھا کہ مس ہر برٹ
ہیں تو نہایت گھبرائے۔ اور خیال کیا کہ اب یہاں سے
بھاگنا سراسر بیوقوفی ہے۔ جلدی لپکے اور مس
ہر برٹ کے پاس پہنچے۔ ٹوپی اتاری اور ماتھ ملایا
مس ہر برٹ۔ آنا نواب آسمان جاہ۔ آپ
کیسے ہیں؟۔ اللہ حسینوں پر آپ سے ملاقات ہوئی
ہے۔ کیا آپ اس شہر میں رہتے تھے؟

نواب آسمانجاہ - (شرما کے) تھا تو اسی شہر
 میں - لیکن باعث هجوم کار فرصت ذری بھی نہ تھی -
 مس ہربرٹ کے ساتھ جو انگریز تھا اوسکو
 نہایت بُرا معلوم ہوا کہ ایک منکر ٹوٹے کے ساتھ یہ یوں
 گفتگو کر رہی ہیں - اور جب دیکھا کہ مس ہربرٹ
 اسنے بالکل بے تکلفانہ گفتگو کر رہی ہیں تو اوسکو
 اور بُرا معلوم ہوا - رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا گیا -
 مس ہربرٹ - کیا پیانو کا شوق جاتا رہا؟ کیا اب
 اوسکی آواز ایسی بے اثر ہو گئی - کیا اب آپ جھکو
 بھول گئے؟

نواب آسمانجاہ آپ کو میں بھول سکتا ہوں؟ گو
 میں اسقدر ترددات میں تھا - لیکن آپ کی تصویر
 ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتی تھی - اور پیانو
 کی آواز سے زیادہ تو آپ کی خوش الحانی کی کشش تھی -

مس ہر برٹ۔ (ہنسکے) جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے
زیادہ خوشامد اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے۔ اگر میری آواز
میں اتنا اثر ہوتا تو آپ غالب بھی رہتے۔

نواب آسمان جاہ۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھ کو
آجکل منکر چند در چند ہے جس سے خواب و خور حرام
ہے۔ نہیں تو آپ جانتی ہیں کہ میں کوئی روز غیر حاضر
نہیں رہتا تھا۔ شام ہوئی اور موجود۔

مس ہر برٹ۔ (شرما کے) تو اب کیا میں کچھ بدل گئی
یا آپ کوئی دوسرے ہو گئے یا زمانہ بدل گیا۔ (بات ٹالنے
کو) یہ انگوٹھی آپ کی کیسی ہے دیکھو ن اوٹارے تو۔

نواب آسمان جاہ نے کچھ اوسکا جواب نہ دیا اور انگوٹھی
اوتار کر دیکھنے کو دی

نواب آسمان جاہ۔ وہ انگریز جو آپ کے ساتھ
ابھی ٹہل رہا تھا کون تھا

مس ہر برٹ۔ میرے عاشقون میں۔

نواب آسمانجاہ۔ تو آپ کے کئی عاشق ہیں۔
 مس ہر برٹ۔ اس میں بھی کچھ شک ہے۔ دیکھو نرا انگلیں
 تو ملائے۔

ان دونوں میں بھی گفتگو ہو رہی تھی کہ کلکٹر صاحب
 دوڑے ہوئے آئے۔

کلکٹر صاحب۔ مس ہر برٹ کہاں ہیں؟
 مس ہر برٹ۔ یہاں۔ کیوں خیر ہے۔
 کلکٹر صاحب۔ آپ کے باپ کو غش آگیا ہے۔ ہمارے
 کمرے میں ہیں۔

مس ہر برٹ گھبرا کے دوڑیں اور نواب آسمانجاہ
 بھی پیچھے پیچھے چلے۔ نواب آسمانجاہ اپنے کو تفرین
 کرتے جاتے تھے کہ کیوں انگوٹھی اوتا کر دی۔ کیا یوں
 نہیں دکھا سکتے تھے۔ خیر قبر درویش برجان درویش۔
 وہاں تک پہنچے۔ دیکھا کہ مسٹر ہر برٹ کو ہوش آیا ہی
 لیکن طبیعت خراب ہے۔ چہرہ زرد ہے۔ مس ہر برٹ نے

نواب آسمان جاہ سے کہا کہ مہربانی کر کے ہماری گاڑی منگو آؤ۔
 نواب آسمان جاہ نے گاڑی منگوادی اور مسٹر ہربرٹ
 کو تھام کے گاڑی میں سوار کیا۔ اوسوقت کون موقع تھا کہ
 انگوٹھی اپنی مانگتے۔ چپ چاپ رہ گئے۔ مسٹر اور مس
 ہربرٹ اپنے مکان سدھارے۔

نواب آسمان جاہ کو کچھ انگوٹھی کی منکر کچھ
 پیاس کی شدت نے وہاں جانے سے روکا جہاں
 لوگ جمع تھے۔ اور کلکٹر صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔
 مس ہربرٹ کو رخصت کر کے یہ رفیشمنٹ روم یعنی
 کھانے پینے کے کمرے میں پہونچے۔ بہت سے
 لوگ وہاں بھی کھڑے تھے۔ یہ قریب میز کے پہونچے۔
 اور خانہ سالان کو حکم دیا کہ ایک بوتل نروئیڈون
 برف کے ساتھ دو۔

نواب آسمان جاہ نے نروئیڈون ابھی ختم
 نہ کیا تھا کہ وہی انگریز جو مس ہربرٹ کے ساتھ تھا اور

انکو دیکھ کے مس ہر برٹ نے اوسکو چھوڑ دیا تھا۔ نشہ شراب
میں بدست قریب انکے آیا اور نہایت ترش روئی سے
پوچھا کہ مس ہر برٹ کہاں ہیں؟

نواب آسمانچاہ۔ وہ اپنے مکان گئیں۔

انگریز۔ ابھی اتنا سویرے مکان گیا۔ تم جھوٹ بولتا ہے۔

نواب آسمانچاہ۔ جھوٹے کی ایسی تہی۔

انگریز۔ تم سے اور مس ہر برٹ سے کب کا ملکات؟

نواب آسمانچاہ۔ بہت دونوں کی۔

انگریز۔ تم سے اور اوس سے بڑا ملکات ہے۔

نواب آسمانچاہ۔ پھر تمکو کیا؟

انگریز۔ یو بلیک نگر۔ تم ہمارا باٹ کا جواب دو۔

نواب آسمانچاہ۔ چپ رہو یو فول۔

انگریز۔ تم کا لا آدمی ہمسکو قول کہا ہے۔ ہم نکو ٹھیک

بنا بیگا

یہ کہہ کے ایک گھونسا نواب آسمانچاہ کی طرف

چلایا۔ نواب آسمانجہ نے خالی دیکر چٹ سے ایک چپت
 جمائی۔ چٹاخ سے آواز آئی۔ اوسنے ایک ڈک لگایا۔
 انھوں نے ہاتھ پکڑ کے جو ایک جھٹکا زور سے دیا تو
 بچا اوڑھے منہ زمین پر گرے۔ جب اوسنے دیکھا کہ زو
 میں اسے عہدہ براہنہو سکونگلا موشس اوٹھ کھڑا ہوا۔
 پتلون و کوٹ جھاڑو مان سے چلتا پھرتا نظر آیا۔
 نواب آسمانجہ ابھی ہنستے ہوئے آہستہ آہستہ اس کے
 پیچھے چلے۔

ادھر ان دونوں میں لڑائی ہو رہی تھی او دھر
 دو ہندوستانیوں میں یون گنگو ہو رہی تھی۔
 ایک ہندی۔ دیکھا جناب۔ شراب کیا بڑی چیز ہوتی
 ہے۔ کیسا ہی آدمی عقلمند ہو جب اس کو پتہ گیا ہی
 نتیجہ ہوگا۔

دوسرا۔ مولانا جھکوا سوت بڑی حیرت ہوئی
 نواب آسمانجہ بہادر پر جھکوا عمقا دکلی تھا کہ یہ ان سب

باتون سے بری ہیں۔ واللہ کئی مرتبہ مجھ سے باتون ہی باتون
میں کہا تھا کہ شراب کا ایک قطرہ تک نہ پیا ہے۔
پہلا ہندی۔ جناب یہ گریہ مسکین بنے ہوئے ہیں۔
آپ شراب کو کہتے ہیں۔ انہی نے جو ہنود ہی تعجب۔ انکا کوئی
مذہب بھی ہے۔ انگریزی کپڑا پہنتے ہی ہیں۔ اون لوگوں کی
طرح کھاتے ہی ہیں۔ حدیث کو مانتے ہی نہیں پھر انکو
کیسے کوئی مسلمان کہیگا۔

دوسرا ہندی۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں نے
کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ پابند صوم و صلوات ہیں۔ ظاہر
جو کچھ ہو۔ باطن میں پکے مسلمان ہیں۔

پہلا ہندی۔ یہ سب آپ لوگوں کے دکھلائے کو۔ اگر
یہ سب بھی نہ پڑھیں تو معلوم کیسے ہوگا کہ مسلمان ہیں
میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ نہ یہ مسلمان ہیں نہ عیسائی۔

لامذہب ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مجھ سے بڑی بڑی
گفتگو ہوئی اسی چھری کانٹے پر۔ لیکن وہ حدیث کو کبالتے ہیں

اور جھوٹ موٹ اپنی طرف سے ایک مطلب لگا لیا۔ اب
میں اس وقت کیا کہتا۔ اونکے مکان میں تھا زیادہ کہتا
تو نکلوادیتے۔

حضرات ناظرین اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ نہات
بزرگ کون ہیں۔ یہ مولوی عبدالستار صاحب ہیں۔
جنھوں نے من تشبہ بقوم فهو منهم پر بحث
کی تھی۔

دوسرا ہندی۔ نہیں جناب۔ یہ آپ کا تعصب
میں اون سے خوب واقف ہوں۔ البتہ عقل کو اپنی
ہر جگہ دوڑاتے ہیں۔

مولوی عبدالستار۔ میر علی حسن صاحب مجھ کو بڑا افسوس
ہے کہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور پھر نہیں مانتے
خیر وہ تو جانے دیجئے۔ یہ شراب کے پینے میں کوئی
عقل کے دوڑانے کی ضرورت تھی؟

میر علی حسن۔ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ شراب پی تھی

کوئی اور چسپندر ہو۔

مولوی عبدالستار کیا خوب صاف بوتل شراب کی معلوم ہوئی اور آپ کہتے ہیں کہ شراب نہ تھی۔

میر علی حسن۔ قصور معاف ہو آپ کو بوتل کی شناخت بہت ہے جو آپ نے دور سے شراب کی بوتل پہچان لی

مولوی عبدالستار۔ جناب آخر عقل بھی کوئی چیز ہے یا نہیں۔ دیکھئے اوس میں تار لگا ہوا تھا۔ وقت کھولنے کے کس قدر آواز آئی تھی پھین بھی کس قدر تھا۔

میر علی حسن۔ آخر سوڈا واٹر میں بھی تو مار ہوتا ہے اور آواز ہوتی ہے اور پھین پھینا ہٹا۔

مولوی عبدالستار۔ اور کیا رنگت بھی زرد ہوتی ہے

سوڈا واٹر بالکل پانی ہے سفید اور یہ تو بالکل شراب

کا رنگ۔ اگر نرون کو آخر پیتے دیکھا ہے۔ شراب کے

اور اس کے رنگ میں کچھ فرق بھی ہے۔ اور منشی ہونا تو

ثابت ہو گیا کہ پیتے ہی ادن دو فون میں کیس لاسٹ

جوتے کی نوبت پہونچی۔

میر علی حسن۔ نواب محترم الدولہ سے کہیں نہ کہنا۔ وہ ذری سی بات میں روٹھ جاتے ہیں۔ اونکو بڑا صدمہ ہوگا۔ اگر اون کے کان تک یہ خبر پہونچے گی تو رہی سی نسبت جھوٹ جائیگی۔ نواب آسمانجاہ بہادر کے بھی بہت صدمہ ہوگا۔

مولوی عبدالستار۔ مجھکو کیا غرض۔ لیکن اگر مجھ سے نواب محترم الدولہ اس بیاہ کے بارے میں رائے پوچھینگے تو میں یہی کہوں گا کہ انکو بیٹی کبھی نہ دین۔ معاذ اللہ جو شخص شرابی اور لالہ بہب ہو اوکو کو بیٹی دے اور نواب آسمانجاہ کو کچھ بھی رنج نہین ہوگا۔ آپ نے دیکھا ابھی ایک فرنگن کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیسے ٹل رہے تھے۔ یہ صرف روپیہ کے خیال سے نواب محترم الدولہ کے یہاں شادی کرتے ہیں۔

میر علی حسن۔ نواب آپ نے نواب آسمان جاہ بہادر

کو غریب سمجھا ہے۔ نواب محترم الدولہ سے بڑھ کے روپے
والے ہیں۔ انکے اپنے گھر کی دولت کیا کم ہے کہ ایسا
خیال کریں گے۔

مولوی عبدالستار۔ تو اپنی دولت تو ہے ہی۔ دوسرے
کی دولت بھی تاکی ہے۔ نواب محترم الدولہ کی ایک ہی
بیٹی۔ پھر سارا مال اونکا انکو ملیگا۔ اور پھر یہ فرنگیوں کے
ساتھ گلچھڑے اوڑا یا کریں گے۔

میر علی حسن۔ آپ نواب آسمان جاہ کے بہت خلاف
ہیں۔ اونہوں نے آپ کے ساتھ کیا کیا جو ایسی باتیں
کہتے ہیں۔

مولوی عبد الستار۔ جناب مجھے تو لگی لپٹی نہیں آتی جو
یہ و صاف صاف کہہ دیا۔ اسی سبب سے تو میں بدنام ہوں
ان دونوں میں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ نواب
آسمان جاہ یہاں ان کے پاس پہنچے۔

میر علی حسن۔ آپ نے تو خوب ہی نیچا دکھایا۔

۱۱۵ مقصد

۱۱۶

بن بیاہی رہو گی؟

خورشیدی بیگم۔ تم نے کیا جواب دیا اسکا؟

مشرقی بیگم۔ میں نے کہا کہ میں کیا جانوں۔ اسمین میرا
کیا اختیار ہے۔خورشیدی بیگم۔ خوب جواب دیا۔ درپردہ شادی کا اقرار
بھی تھا۔مشرقی بیگم۔ سنو تو مس ٹامسن نے کہا کہ اگر تم بیاہ
کرتے پر آمادہ ہو تو میں تمہارے واسطے ایک ایسا
ضمین و لائق و ہوشیار شخص چٹھراون کہ تم بھی کہو مان۔
بلکہ دیکھو اونکی تصویر بھی تسکو دکھاتی ہوں۔تصویر جو میں نے دیکھی تو بالکل نواب تقی خان کی
صورت پائی۔ کچھ خوشی کچھ شرم مانع جواب دینے
کی ہوئی۔ اور میں اس سوچ میں تھی کہ انکو کیا جواب
دون کہ یکایک تملوگون کا قصہ چھڑا اور ساری بات
جاتی رہی۔ مجھ کو حیرت ہے کہ اوستانی جی کیوں اسقدر

مجھ سے پوچھتی تھیں۔ اور فخر یہ کہ تصویر بھی دکھائی
تو انھیں کی۔

خورشیدی بیگم۔ اہا تم نے سمجھا نہیں۔ یہ سب ہتھکڑے
انھیں لوگوں کے ہیں۔ نواب آسمانجاہ نے سفارش
اونکی اٹنے کی ہوگی۔ اور یہ پہلے سُن گن لینے آئی تھیں کہ
تمھاری اسے نخل ثانی میں کیا ہے۔ تمھارے شرمانے
اور چھپنے سے اونکو معلوم ہو گیا۔ کہ تم نواب تقی حسان
کو چاہتی ہو۔ دیکھو اللہ کو کچھ اچھا کرنا ہے جو یہ بیچ میں پڑیں۔
اب ضرور کچھ نہ کچھ تمھاری بھی منکر ہوگی۔

آخر شش گارڈی محسرا میں داخل ہوئی۔ پردہ گھیر کر
سواری اوتری۔

بڑی بیگم۔ اوستانی جی آپ لوگ اتنا جلد کیوں چلی آئیں؟
کیا باغ پسند نہیں ہوا؟

مس ٹامسن۔ جی نہیں۔ باغ بہت عمدہ ہے۔ لیکن
چونکہ ایک کام مجھ کو ضروری ہے اسلئے میں زیادہ نہ ٹھہری۔

اور کوئی روز چلو نکلی۔ اب میں رخصت ہوتی ہوں۔

بڑی بیگم۔ تھوڑی دیر اور بیٹھے تو جائیگا۔

مس ٹامسن۔ نہیں نواب صاحب سے بھی دو ایک

بات کرنی ہے۔ سیدھی ادھر ہی چلی آئی تھی۔ وہ اپنے جی میں کیا کہتے ہونگے۔

مس ٹامسن سبھوں سے رخصت ہوئیں اور باہر

نواب صاحب کے یہاں پہنچیں۔

مس ٹامسن کا نواب مختتم الدولہ کی

ملاقات کو آنا اور مشتری بیگم

کے نکاح ثانی میں کوشاں ہونا

نواب صاحب اپنے کمرے میں اکیلے بیٹھے ہوئے

تھے۔ مس ٹامسن کو دیکھتے ہی اونٹھ کھڑے ہوئے اور

ہاتھ ملایا۔

نواب صاحب - فراج شریف؟

مسٹرامسن - بہت اچھی ہوں۔ آپ اپنا فراج فرمائے؟
نواب صاحب - اچھ لہ زندہ ہوں۔ میں تو سمجھا تھا کہ آپ
اودھری سے اودھر ولایت چلی جائیگا۔

مسٹرامسن - میرا قصد یہی تھا لیکن بغیر خورشیدی
بیگم کی ملاقات اور آپ لوگوں سے رخصت ہوتے
جی نہ گوارا نہ کیا کہ چلی جاؤں۔ ماسٹرا ...
نواب جوان ہو گئیں۔

نواب صاحب - توجب آپ آہی چکی ہن تو خورشیدی بیگم
کی شادی تک ٹھہر جائے۔ دو اڑھائی مہینے میں سب بات
پوری ہو جائیگی۔ میں آپ کا بہت شکر کر رہا ہوں۔
کی بدولت اور سکی نسبت ایک ایسے شخص لائق ہو گیا
سفرز و مالدار سے قرار پائی۔ میں نے جہانناک نواب
آسمان خواہ کو بغور دیکھا اور سنا سوا سے مدح اور تعریف
کے دوسری بات نہ سنی۔ اب ادا مہماتوں سے

فیہا سے بخیر فلک کی نیرنگیوں سے بخاطر ماتھے سے ماتھے
پکڑے آپس میں یوں گفتگو کر رہے تھے کہ یکایک
خورشیدی بیگم چونک اٹھیں۔

خورشیدی بیگم۔ دیکھئے پاؤں کی آہٹ معلوم
ہوتی ہے۔ بھاگئے بعد فوراً جاتے

نواب آسمانجاہ۔ ایک منٹ اور۔

خورشیدی بیگم۔ ایک لمحہ بھی نہیں۔

ابھی یہ بات ختم بھی ہونے پا ہی تھی کہ مس ٹامسن اور
مشرقی بیگم قریب آ پہنچیں۔ اگر بجلی بھی اس وقت سر
گرا، نہ مس ٹامسن کو اتنی حیرت نہیں ہوتی جتنی کہ ان لوگوں
کو دیکھ لے ہوئی۔

مس ٹامسن دو ایک منٹ تک کھڑی رہیں کہ
شاید خورشیدی بیگم نواب آسمانجاہ کو چھوڑ کر
خود ان کے پاس آئیں۔ لیکن جب دیکھا کہ خورشیدی بیگم
اپنی جگہ سے سرکین تک نہیں تو یہ اگے بڑھیں اور

کہا کہ خورشیدی بیگم اگر تمکو کچھ بھی پاس ننگ و ناموس
کا ہو گا تو تم چلی آؤ گی۔

نواب آسمان جاہ۔ (آہستہ سے) آپ کو اس وقت

ریخ تو نہیں ہوا۔

خورشیدی بیگم۔ (آہستہ سے) نہیں اب آپ
جائے خدا حافظ۔

مس ٹامسن۔ خورشیدی بیگم تم نے سنایا نہیں۔

خورشیدی بیگم خاموش سرنگون مس ٹامسن

کے پاس چلی آئیں۔

مس ٹامسن۔ نواب آسمان جاہ آپ نے بہت

بڑا کیا کہ اس طرح چلے آئے۔ بہتر ہے کہ آپ فوراً

یہاں سے تشریف لیجائے۔ چلئے آپ کو دروازے

تک پہنچا دوں۔

نواب آسمان جاہ۔ (غصہ سے) میں کسی کے کہنے

سے نہیں جائے گا۔ جب تک میرا جی چاہیگا میں اس

یون ہی چپ چاپ رہنا چاہتے۔ امیرون کے صدنا دشمن
 ہوتے ہیں۔ کوئی اگر نواب صاحب کے پاس جا کے
 چغلی کھائے تو اس وقت سوائے اسکے کہ نسبت قطع
 ہو جائے اور کچھ نہیں۔ تم نے جو انکو یہ سب سمجھا دیا
 بہت خوب کیا۔ تم بڑی عقلمند اور نیک۔ بخت لڑکی ہو
 اور میں تمکو اپنی بیٹی کے برابر چاہتی ہوں۔ (بوسہ لے کر)
 نواب خوش ہوئیں۔

خورشیدی بیگم۔ (جواب بوسہ کا دے کر) ہاں۔
 خورشیدی بیگم و مشتری بیگم گاڑی کے اندر بیٹھا
 ہوئیں۔ کوچبان آیا گھوڑے جوڑے گئے مس ٹامسن
 بھی اپنی گاڑی میں سوار ہوئیں اور گاڑی محلہ کی
 طرف چلی۔

مشتری بیگم۔ بہن تم اس دن مجھکو تو کہتی تھیں کہ تم
 دیدے ڈرنے کیسے چپ چاپ لڑائی۔ اور آج
 کیا ہوا؟

خورشیدی بیگم۔ بہن تو یہ اتفاق کی بات ہے۔
تم جانتی ہو کہ میں نے کچھ اون سے یہاں آنے کہا تھا
مقوڑا ہی۔

مشرقی بیگم۔ مگر بہن تم سے کہا کس طرح گیا کہ بیاہ
اونہیں سے کرو گی۔ نہیں تو بن بیاہی رہو گی۔ ذرا پورا
حال تو بیان کرو۔

خورشیدی بیگم۔ سنو میں ٹہلتے ٹہلتے ادھر آگئی جوہن
اوس درخت کے پاس پہونچی کھڑ دے سے آواز آئی۔
سراوٹھا کر جو دیکھتی ہوں تو واہ خود بدولت دیوار
پر بیٹھے ہیں۔ میں دھاکے رہ گئی کہ یہ اسوقت کدھر سے
آئے اور ایسی حیرت میں آگئی کہ بھاگ بھی نہ سکی۔
میں اسی حالت میں تھی کہ یہ کو دپڑے اور میری طرف
آئے پہلے تو میں کئی دفعہ چپ رہی۔ لیکن جب انکا
اصرار زیادہ بڑھا تو میں نے بہت ترش روی سے کئی بار
کہا کہ آپ چلے جائے۔ پہلے تو اونہوں نے بصد عجزی

اوس بدبخت کو کیا ہوا تھا جو آپ لوگوں میں لڑائی ہوئی؟
 نواب اسمانجاہ - کچھ نہیں اوس سے کبھی کی ملاقات
 بھی نہیں تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ بعضے انگریز کس قدر
 حقیر مسلوگوں کو سمجھتے ہیں۔ آتے ہی برابر مجھ کو تم
 تم کہہ کے لگا پٹکارنے۔ اور دو ایک الفاظ یہودہ
 بھی کہے۔ میں نے بھی کلمہ بکلمہ جواب دیا۔ کمبخت نشہ
 میں بدست تھا ایک گھونٹ مجھ پر چلا بیٹھا۔ تب
 مجھے بھی غصہ آیا اور اچھی طرح سے اوسکا حلوہ نکالا
 لیکن مجھ کو بہت افسوس ہے کہ مجھ سے غصہ
 ضبط نہ ہو سکا۔

مولوی عبدالستار (دبے دانتون) یہ پہلے ہی
 سوچ لیتے۔ اس قدر نہ پی ہوتی۔

نواب اسمانجاہ - کیا اس قدر نہ پی ہوتی؟
 مولوی عبدالستار - جوابی آپ نے پی تھی۔
 نواب اسمانجاہ - میں نے تو کچھ بھی اوس وقت

نہیں پیا تھا۔ ہاں زویڈون البتہ پیا تھا۔

مولوی عبدالستار۔ حضرت نام جو رکھ لیجئے۔ ہزاروں نام اسکے ہیں۔ لیکن جناب اگر آپ کو شراب پینا تھا تو چھپا کے نہ کہ مجمع عام میں۔ عیب کرنے کو ہنر چاہئے۔

نواب آسمان خواہ۔ توبہ مولانا یہ کیا آپ کو ہو گیا ہے جو اس طرح کی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے شراب کی صورت تک نہیں دیکھی۔

مولوی عبدالستار۔ جناب صورت نہ دیکھی ہو۔ آنکھیں بند کر کے پی لی ہوگی۔

نواب آسمان خواہ۔ ایسی تفریح اچھی نہیں ہے۔ مولوی عبدالستار۔ میں تفریح نہیں کرتا ہوں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو دکھ کر نہایت افسوس ہوا کہ آپ جیسا شخص ایسے فعل کا مرتکب ہو

نواب آسمان خواہ۔ آپ عجب واہی معلوم ہوتے ہیں

ایک نہیں جس زار بار کہدیا کہ میں نے شراب پی تکی
 نہیں اور آپ اپنی حماقت سے باز نہیں آتے۔
 اگر میں پیتا تو مجھ کو چھپانے کی کیا ضرورت تھی کیا
 آپ کا کچھ ڈر ہے۔

نواب آسمانجہاہ وہاں سے آگے بڑھے۔ کیا
 دیکھتے ہیں کہ مس ٹامسن اور نواب تقی خان برآمد
 میں کھڑے ہیں۔ یہ بھی وہیں پہنچے۔ اور مس ٹامسن
 سے صاحب سلامت کی۔

مس ٹامسن۔ اہا آپ کہاں تھے۔ میں ڈھونڈتی تھی
 تھک گئی۔ مگر آپ کا پتہ نہ ملا۔

نواب تقی خان۔ (ہنسکے) مس ہربرٹ کہاں ہیں؟
 نواب آسمانجہاہ۔ مسٹر ہربرٹ کو غش آگیا
 دونوں مکان چلے گئے۔ اور سوتے عجب ایک

واقعہ ہوا۔ لیکن مجھ کو پہلے (مس ٹامسن سے)
 آپ سے قصور معاف کرانا ہے۔ میں نہایت نادم ہوں

کہ آپ جیسی شفق کو میں نے آج یوں رنجیدہ کیا۔ میں
 جب تک آپ سے معافی تقصیر نہ کرا لوں گا آپ کو
 چھوڑ دینگا نہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ مجھ کو کس قدر
 عشق خورشیدی بیگم سے ہے میری بڑی آرزو تھی
 کہ میں کسی طرح خورشیدی بیگم سے خود اپنے دل کا
 حال بیان کرتا۔ اور اوں سے ہم کلام ہوتا۔ خداوند
 کریم نے میرے حال پر رحم کھایا اور ایک موقع
 ایسا ہاتھ آیا کہ جو نزدیک اپنے معشوق کے پہونچا۔
 اوسوقت آپ کا آنا اور حسل انداز ہونا اس قدر
 میرے دل پر گراں تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا پھر
 آپ خیال فرمائے کہ جب آپ نے جلے بجھنے دل پر اور
 ہنس چھڑکا اور مجھ کو نکالنے لگیں تو میں آپے میں نہ رہا
 اور آپ سے بہتر شروٹی پیش آیا۔ بعد جو کچھ میں نے
 کہا ہو معاف کیجئے۔ میں آپے میں نہ تھا۔ نہیں تو
 آپ جیسی محسنہ سے اس طرح پیش آنا خلاف عقل تھا۔

اگر آپ میرا قصور معاف نہ کریں گی تو میری زندگی تلخ ہو جائیگی
اور یہ خیال کہ آپ جیسی شفیقہ کو رنج کیا سو مان روح ہو جائیگا۔
مس ٹامسن۔ (ہنسکے) واللہ مجھ کو اسکا ذرا بھی خیال
نہیں ہے۔ آپ کیون اسقدر پریشان ہیں۔ میں خوب
جانتی ہوں کہ اسوقت میرا آنا آپ کو بہت ناگوار ہوا ہوگا
لیکن میں نے جو اسقدر فہمائش کی یا چلے جانے کی
آپ کو صلاح دی تو آپ ہی کی بھلائی کو واسطے اگر نواب
محتشم الدولہ یہ خبر پاتے کہ اون کی صاحبزادی سے آپ
یوں دست بدست باغ میں کھڑے باتیں کر رہے تھے
تو فرماتے کہ کس قدر وہ برہم ہوتے اور تعجب نہ تھا کہ لگی
لگائی نسبت چھوڑا ڈالتے۔ میں دل میں بہت خوش
ہوئی کہ آپ دونوں میں اسدرجہ محبت ہو گئی ہے۔
اور بغیر اسکے لطف شادی اور خانہ آبادی نہیں ہو
لیکن مصلحت وقت یہی ہے کہ دو تین ہینے تک
آپ ایسی ایسی حرکتوں سے جو یہاں معیوب سمجھی جاتی

ہیں پُرپس نہ کیجئے۔ آپ کے ہزار ہا دشمن ہیں۔ بہت سے
لوگ۔ ایسے دشمن نکلیں گے جو آپ کی شادی میں
خلل انداز ہوں گے۔ چنانچہ جب آپ کی نسبت قرار
پائی تھی کہ قدر لوگوں نے رخنہ اندازیاں کی تھیں۔ نواب
محترم الدولہ امیر زادے ہیں۔ ہر ایک چاہتا ہے
کہ اس کی نسبت خورشیدی بیگم سے قرار پائے۔
ہاں ایک نصیحت میں اور آپ کو کرتی ہوں۔ آپ
میس ہر برٹ کے ساتھ اس قدر بر ملا نہ پھرا کیجئے۔ آج
میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ یہاں کے اکثر
ہندوستانی لوگ علم و ادب انگریزی سے واقف
نہیں ہیں۔ جب کسی کو کسی میم کے ساتھ پھرتے دیکھینگے
بڑے بڑے خیالات اُن کے ذہن میں آئیں گے
آپ اودھر مس ہر برٹ کے ساتھ ٹہل رہے تھے۔
اودھر کئی ہندوستانیوں میں جن سے میں واقف
نہیں گفتگو ہو رہی تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ دیکھئے نواب

محتشم الدولہ کی قسمت بیٹی بھی بیاہنا چاہی تو ایسے سے
 انکو ہندوستانی عورتوں کی پروا کیا ہوگی۔ دیکھئے اس
 مس سے بات کر رہے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ بات
 کیسی اگر اس فرنگن سے بیاہ نہو تو کچھ کہنا۔ یہ بالکل انگریز
 ہو گئے۔ انکے رگ و ریشہ میں انگریزی کوٹ کوٹ کر
 بھری ہوئی ہے۔ یہ ہم سے نہ بیاہ کریں گے تو کیا ہندوستانی
 سے۔ یہ نواب محتشم الدولہ کے یہاں صرف روپیہ کے
 خیال سے شادی کرنی چاہتے ہیں کہ جس میں روپیہ زیادہ
 ہاتھ لگے اور گلچھڑے اوڑھائیں۔

نواب آسمانجاہ۔ تو بہ اب اسکو کوئی کیا کرے
 اگر لوگ خواہی نخواہی درپے بدنامی کے ہوں تو میں
 کیا کروں۔ آپ دیکھئے کہ میں نے خود بس ہر برٹ
 کے یہاں کا آنا جانا بالکل ترک کر دیا۔ جب سے خوشید بیگم
 سے نسبت قرار پائی میں نے یک قلم وہاں کا جانا چھوڑ دیا۔
 آج اتفاقیہاں ملاقات ہو گئی اور آنکھیں چار ہو گئیں۔

اوسوقت آپ ہی فرمائے کہ کون موقع تھا کہ بھاگ جاتا
 مس ٹامسن۔ نہیں یہ تو آپ نے بہت ٹھیک کیا۔
 اگر اوسوقت آپ اون سے ملتے نہیں تو وہ آپ کو
 بے مروت اور بد تہذیب سمجھتین۔ اور یہ آپ کے
 خلاف شان بھی ہوتا۔ آپ نے بہت ٹھیک کیا کہ
 اون سے ملاقات کی۔ لیکن اس قدر بھی نہیں کہ گھنٹوں
 اون کے ساتھ برآمدے میں ٹھہل رہے ہیں۔ اس میں لوگوں
 کو شک ہو ہی جاتا ہے۔ آپ میری طرف کیا دیکھتے
 ہیں۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ آپ سے اور مس ہربرٹ
 سے کوئی رشتہ سوائے دوستی کے اب نہیں ہو سکتا
 ہے کس واسطے کہ اون کا بیاہ دوسرے ہینے ہو نیوالا
 نواب آسمانجاہ۔ دوسرے ہینے۔ این! اور مجھ
 سے کچھ کہا ہین۔ انکا بیاہ کس سے ہو نیوالا ہے؟
 کہیں اس انگریز سے تو نہیں جو دروازے کے پاس
 کھڑا ہے۔

مس ٹامسن۔ کون؟

نواب تفتی خان۔ جس نے ابھی رومال سے منہ پونچھا وہ تو نہیں؟

نواب آسمانجاہ۔ ہاں وہی پست قد جس نے ابھی منہ پھیرا۔

مس ٹامسن۔ نہیں وہ نہیں۔ خدا نہ کرے کہ کسی کو اوس سے بیاہ ہو۔ بڑا نشہ خوار اور بد معاش ہے۔ یہ چاہتا تھا کہ مس ہربرٹ سے شادی ہو تاکہ خوب روپیہ پیسا اوڑھے۔ لیکن مس ہربرٹ نے قبول نہ کیا۔ آپ سے اس سے کب کی ملاقات ہے؟

نواب آسمانجاہ۔ ابھی ابھی ملاقات بھی ہوئی اور جوتی لات بھی۔

مس ٹامسن اور نواب تفتی خان (ایک ساتھ) یہ کیا۔ آپ سے لڑائی ہوئی کہ؟

نواب آسمانجاہ۔ ہاں سنئے نا مس ہربرٹ اس

انگریز کے ساتھ ٹہل رہی تھیں۔ جسوقت مین اون کے
 قریب پہونچا تو وہ میر بطرف مخاطب ہوئیں اور یہ مجبور ہو کر
 اونکو چھوڑ کر چلا گیا۔ اسوقت مین نے کچھ خیال نہ کیا کہ
 یہ ذات شریف کون ہیں؟۔ خیر جب مس ہر برٹ باعث
 بد مزگی اپنے باپ کے گھر چلی گئیں تو مجھکو پیاس کی شدت
 معلوم ہوئی اور مین زفریٹ منٹ روم میں گیا کہ وہاں
 یہ حضرت سلامت پہونچے اور مجھ سے نہایت حقارت
 کے ساتھ پوچھا کہ مس ہر برٹ کہاں ہیں؟۔ مین نے کہا
 وہ گھر گئیں۔ اسپر آپ کہتے ہیں۔ کیا کہ تم جھوٹ بولتا ہے
 مین نے غصہ ضبط کیا اور بات ٹال دی مگر اسکو تو
 لڑائی منظور تھی پھر چھیڑا اور بعض الفاظ ناشایستہ بھی کہے
 اور گھولنا مجھ پر چلایا۔ اسوقت مجھکو بڑا غصہ آیا۔ دو
 تین حیت مین نے جمائی۔ جب اسنے دیکھا کہ زور مین
 مجھ سے عہدہ براہین ہوگا تو اوٹے پاؤں بھاگا اور یہاں
 آ کے دم لیا۔ مین بھی وہاں سے چلا۔ تھوڑی پردیکھا کہ

مولوی عبدالستار اور میر علی حسن کھڑے ہیں۔ مجھکو دیکھتے ہی مولوی عبدالستار کہنے لگے کہ آپ نے شراب پی تھی اور اسلئے یہ لڑائی ہوئی۔ اب میں ہزار اون کو سمجھاتا ہوں کہ میں نے زویڈون پایا تھا وہ مانتے ہی نہیں۔ آخر مجھکو بہت بُرا معلوم ہوا اور میں وہاں سے بھی چلا آیا۔ آج عجب تماشا ہے اس جگہ میں شروع سے آخر تک مجھکو رنج ہو گیا۔ مس ٹامسن۔ خیر میں آپ کو ایک خوشخبری سناتی ہوں۔ سارا رنج بھول جائیگا۔
نواب آسمانجاہ۔ فرمائیے۔

مس ٹامسن۔ نواب تقی خان صاحب آپ کہاں جاتے ہیں؟ آپ بھی کھڑے رہئے۔ اصل تو آپ ہی کو خوشخبری سنانی اور مبارکباد دینی ہے۔

نواب تقی خان۔ (اوجھل کر) میں سمجھ گیا۔ کہنے کی حاجت نہیں۔ خدا اسکا آپ کو اجر دے آپ نے میری زندگی

کاسا مان کیا۔ آپ کے سبب سے مین شادان و فرحان ہوگا
 نہیں تو یہ بے سرو سامانی مجھے موت دکھاتی۔
 نواب آسمان جاہ۔ کیا انکی نسبت وہاں قرار پا چکی۔
 مین آپ کا قائل ہو گیا۔ اس قدر جلدی ایسے ایسے ہم کاسر
 کرنا آپ ہی کا کام ہے۔

مس ٹامسن۔ خدا سبب الاسباب ہے وہ
 کوئی نہ کوئی ایسا سبب کرپتا ہے جس سے دردمندوں
 اور حاجتمندوں کی آرزو برآتی ہے۔ خیر مین باغ سے اوسے
 وقت لوٹ کے آئی اور نواب محترم الدولہ سے ملاقات
 کی۔ آپ کی بہت سی تعریفیں کرتے ہیں اور اب تک
 آپ سے بہت راضی ہیں۔ پھر باتوں ہی باتوں مین مین نے
 اون سے مشتری بیگم کا حال پوچھا اور شادی کا ذکر چھیڑا۔
 مین نے بڑی ابلہ فریبی کی اور جہان تک زبان نے یاری
 دی کہنے مین کو تاہی نہ کی۔ مشتری بیگم کی شادی کرنے پر
 آمادہ ہوئے ہیں بلکہ مجھ کو کہا کہ نسبت کہ مین ڈھونڈھو

میں نے کہا کہ میں تو ڈھونڈ ڈھونڈ لی سکن آپ بھی غافل
 نہ رہتے۔ اوکھون نے صاف کہہ دیا کہ میرے نزدیک
 ایک شخصیت ابل مشتری بیگم ہے۔ میں نے نام پوچھا
 تو حضرت سلامت ہی تھے۔ کہنے لگے کہ نواب
 تقی خان سے میں خوب واقف ہوں ہر بار
 میں اچھے ہیں لیکن وہ یہاں بیاہ نہ کریں گے۔ میں
 نے پوچھا وجہ؟ تو کہتے ہیں کیا کہ اولٹا کسی پر جی آیا ہے
 اپنی چا زاد بہن سے جو نسبت تھی وہ چھوڑا ڈالی یہاں
 کیون کرنے لگے۔ میں اپنے دل میں ہنسی اور کہا کہ یہ
 جانتے نہیں کہ کسکی وجہ سے وہاں بیاہنے سے انکار
 کیا۔ خیر میں نے انکو جواب دیا کہ اسکا آپ خیال نہ کریں۔
 اون کو ہم راضی کر لین گے۔ کیون آپ کو منظور ہے
 یا نہیں؟

نواب تقی خان۔ (ہنس کے) کیا خوب یہ پوچھنے کی
 بات ہے۔ واللہ چارون ہاتھ پانوں سے۔ لیکن میں

آپ کا بڑا احسان مند ہوں۔ جب تک زندہ ہوں آپ کو دعا
 دیتا رہوں گا۔ خدا آپ کو صد و بست سال کی حیات
 دے۔ اور ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ خیر تو اب کہئے
 پیغمبر! یا خود نواب محترم الدولہ پاس حاضر ہوں؟
 مس ٹامسن۔ نہیں ابھی نہیں۔ جلد ہی نہ کیجئے۔ کچھ
 نواب محترم الدولہ ہی تو نہیں ہیں۔ آخر ستورات کو
 بھی تو راضی کر لینے دیجئے۔ ایسا نہیں کہ عجلت میں سارا
 کام بگڑ جائے اور کی کرائی محنت برباد جائے۔
 نواب آسمان جاہ۔ تو کیا ابھی تک عورتوں میں اسکا
 ذکر نہیں ہوا ہے۔

مس ٹامسن۔ تو آپ چاہتے ہیں کیا۔ دو روز میں
 سب کام پورا ہو جاتا؟ نواب محترم الدولہ اسپرستہ
 کرانا کچھ تھوڑا کام تھا۔

نواب تقی خان۔ نہیں واللہ آپ ہی کا کام تھا۔ کسی
 دوسرے سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

نواب آسمان جاہ - خیر لچھے صاحب مبارک ہو کہ میں نے
کہا نہ تھا کہ مس ٹامسن اگر بیچ میں پڑیگی تو آپ کا کام
پورا ہوگا۔

نواب تقی حسان - اسمین کیا شک ہے۔ میرا تو ہرن مو
الکادعا گو ہے۔

مس ٹامسن - (نواب آسمان جاہ سے) اب ایک کلام
یہ کیجئے کہ میں اور آپ دونوں صبح کو نواب محترم الدولہ کے
یہاں چلین اور اون سے کہیں کہ نواب تقی خان اس
خیال سے کہ ہمیشہ آپ لوگوں کا ایک ہی جگہ ساتھ رہنا
ہوگا شادی کرنے پر دل و جان سے راضی ہوئے ہیں۔
خیریت شب حرام کل صبح کو بات چیت ہوگی۔ آپ ہمارے
یہاں پہلے آئیگا وہاں سے ہر کو نواب محترم الدولہ کے
یہاں ساتھ چلینگے۔ اسوقت میں رخصت ہوتی ہوں
رات بہت آگئی۔

مس ٹامسن نے دونوں سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہو
گئیں

نواب آسمانجاہ۔ بس یہی ایک خوشخبری آج سنی۔
 نہیں تو واللہ جو وقت سے آیا ہوں ایک نہ ایک صدمہ
 پہونچ رہا ہے۔ سب سے زیادہ یہ ہے کہ وہ انگوٹھی۔
 سمجھے نا؟ تو بہ کیسی تمھاری یاد ہے۔

نواب تقی حسان۔ جو خورشیدی بیگم نے باغ میں
 دی تھی؟

نواب آسمانجاہ۔ ہاں وہی۔ دوسرے کے پاس رکھی۔
 نواب تقی حسان۔ یہ کیا؟

نواب آسمانجاہ۔ مس ہر بٹ نے مجھ سے کہا کہ انگوٹھی
 دیکھو۔ مجھ کو کبھتھی آئے میں نے اوتار کر دے دی۔
 وہ اونگلی میں پہن کر دیکھنے لگیں۔ دیکھ ہی رہی تھیں کہ یکایک
 خبر مسٹر ہر بٹ کے یہوش ہونے کی پہونچی اور وہ
 مضطر ہو کے اپنے باپ کو لے کے چلی گئیں۔ اوستو
 کون موقع تھا کہ اون سے انگوٹھی مانگتا۔ میں منہ تکتا
 رہ گیا۔ اگر خورشیدی بیگم سن پائیں تو کیا کہیں۔

نواب تقی خان۔ تو ایسی چیز کو تمام لئے پھرنے اور دکھانے
کی کیا ضرورت تھی۔ خیر اسکا اندیشہ کیا ہے کل جا کے مانگ لینا
نواب اسما بجاہ۔ اے مانگنے کو کہتے ہو۔ جی تو یہی
چاہتا ہے کہ ابھی جا کے لے لوں۔ لیکن کیا کروں۔
یہ موقع نہیں ہے۔

نواب تقی خان۔ نہیں اسوقت نہیں مسٹر ہربرٹ
بیمار ہیں۔ اور آپ ایک انگوٹھی کے واسطے چھپر
سر پر اوٹھائیگا اور کیا وہ ایسی گئی گذری ہیں کہ آپ کی
انگوٹھی ہضم کر لینگی۔ تمھاری بھی کیا بات ہو۔

نواب اسما بجاہ۔ نہیں نہیں۔ یہ بات تو میرے
خیال میں بھی نہیں ہے۔ صرف اندیشہ اس بات کا ہے
کہ اگر مسٹر ہربرٹ زیادہ بیمار ہو جائیں تو کہیں تبدیل
آب و ہوا کو اور کہیں نہ چلی جائیں۔ اگر یہ انگوٹھی کسی مرد کے
ہاتھ میں رہتی تو اتنے اندیشہ کی بات نہیں تھی۔ ستم
تو یہ ہے کہ ایک مس حسین مہجبین کی اونگلی میں ہو

اور تم تو جانتے ہو کہ مجھ میں اس میں آگے کیسی محبت تھی۔

اور یہ خورشیدی بیگم بھی جانتی ہیں۔

نواب تقی حسان - خورشیدی بیگم کے فرشتوں کو

بھی خبر نہو گی۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔

نواب آسمانجہاہ - اب تم سے کیا کہوں۔ تم تو اتنا جلد

باتوں کو بھول جاتے ہو۔ جب شروع شروع خورشیدی بیگم

کو میں نے مالن کے بھیس میں دیکھا تھا اور انھوں نے

ایک نئے پروائی سے مجھ سے پوچھا تھا کہ نواب آسمانجہاہ

بہادر کی کوئی اور معشوقہ تو نہیں ہے اس وقت میں

نے اظہار محبت کی خاطر کہہ دیا تھا کہ وہ آپ سے اتنی محبت

محبت کرتے ہیں کہ ایک فرنگن سے جس سے قدیمی ربط و

محبت تھی آپ کی خاطر بالکل قطع تعلق کر ڈالا اور اسکا

اب منہ بھی نہیں دیکھتے۔ اب یہ حال اگر معلوم ہو جائے

کہ انگوٹھی اوسی سرس ہر برٹ کے پاس ہے تو فرمائے

کیا کیا خیالات دل میں پیدا ہونگے۔

نواب تقی خان۔ اتنے دن کی بات اون کو یاد رہیگی۔
 بمختاری بھی کیا باتیں ہیں۔ اور کسی سس کا تم نے لیا تھا
 تھوڑا ہی جواؤ نکوا و پیر گسان ہوگا۔ دوسرے یہ کہ انکی
 اون سے جان پہچان نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ بھئی وہ بڑی ہوشیار ہیں۔
 خدا جانے کیون مجھ سے اونھوں نے اسی وقت اوس
 سس کا نام دریافت کیا تھا اور اوس کو ایک کتاب
 میں لکھ لیا تھا۔

نواب تقی خان۔ تو یہ اپنی حماقت نام بتانے کی ضرور
 کیا تھی۔ اور کوئی دوسرا نام بتا دیا ہوتا۔ اور پھر ابھی
 اندیشہ کی کیا بات ہے۔ تم کل ہی جا کے انگوٹھی لے آنا۔
 تم اون سے کہنا کہ یہ ایک بڑے دوست کی نشانی ہے
 اس کو الگ نہیں کر سکتا۔ دوسری انگوٹھی اوس
 سے بیش قیمت اونکے نذر کر دینا۔

نواب آسمان جاہ۔ وہ کیا انگوٹھی کی بھوکھی ہیں تھوڑے

اون کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ لیکن خیر جو ہو مجھ کو وہ اٹھ گئی
 لانا ضرور ہے۔ چلو اب زیادہ باتیں نہ کرو۔ یہاں سے اب
 بھاگو۔

نواب تقی خان۔ اچھا تو کلکٹر صاحب سے رخصت ہو۔
 نواب آسمانجاہ بہادر و نواب تقی خان کلکٹر صاحب
 سے رخصت ہوئے اپنے دو لختا نہ پر پہنچے اور ملنگ پے
 دراز ہوئے۔ لیکن نواب آسمانجاہ کو نیند کب آتی تھی۔
 تمام رات بچپن رہے۔ آخر شب ذری آنکھیں لگ
 گئی تھیں کہ مرغ سحر نے بانگ دی۔ اور یہ ہر بڑا کر اوٹھ
 بیٹھے۔ منہ ہاتھ دھو نماز سے فراغت کر کپڑے بدل فیٹن
 میں سوار ہو۔ مس ہر برٹ کے یہاں پہنچے۔ بہرے
 سے دریافت کیا کہ مس ہر برٹ ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ تو
 باہر ہوا کھانے گئیں ہیں۔ مگر مسٹر ہر برٹ ہیں۔ نواب
 آسمانجاہ نے ٹکٹ بھیجا۔ مسٹر ہر برٹ خود باہر نکل آئے۔
 اور نواب آسمانجاہ بہادر سے ہاتھ ملایا۔

نواب آسمانجہاہ۔ کہتے مزاج شریف؟ شب کو آپ کی کیفیت دیکھ کر ہلوگ بہت ڈر گئے تھے۔

مسٹر ہربرٹ۔ الحمد للہ۔ میں بہت اچھا ہوں۔ مجھ کو اکثر یہ ہو جاتا ہے۔ رات کو گرمی بڑی تھی برداشت نہ ہو سکی اور میری یہ حالت ہو گئی۔ میں آپ کا بڑا احسانمند ہوں کہ آپ نے مجھے گاڑی میں سوار کرایا۔ مس ہربرٹ ابھی مس ٹامسن کے یہاں گئی ہیں۔ آپ تو آجکل آتے ہی نہیں یا اسقدر آتے تھے یا بالکل کنارہ۔ نواب آسمانجہاہ۔ مجھے آجکل دو ایک کام ضروری ہیں۔ فرصت ذری بھی نہیں ملتی۔ نہیں تو آپ جیسے دوست کے یہاں نہ آؤ تو کہاں۔

مسٹر ہربرٹ۔ مس ہربرٹ اگلے مہینے بیاہ ہے۔ آپ کو بھی دعوت کا رقعہ جائیگا آئیگانہ۔ آپ کو ضرور آنا ہو گا۔ آپ میں اور ہلوگوں میں اتنی دوستی ہے۔ اور ملا کہ کیا بدلتا ہے آدمی چاہتا ہے کچھ اور ہوتا ہے کچھ۔

نواب آسمان بخدا دے سمجھا کہ اگلی باتوں کا خیال
 انکو آگیا ہے۔ فوراً بات ٹال دی۔ ادھر ادھر دھر
 کی باتیں کر کے وہاں سے رخصت ہوئے اور ٹامسن
 کے یہاں پہنچے۔ معلوم ہوا کہ مس ٹامسن اور مس
 ہربرٹ کہیں باہر گئی ہیں۔ انھوں نے چاہا کہ اب
 نواب محتشم الدولہ کے یہاں جائیں اور اگر جاتے تو
 سب کام نکل جاتا۔ لیکن پھر خیال کیا کہ بغیر مس ٹامسن
 کے جانا مصاحت نہیں ہے۔ دوسرے آج خدا جانے
 کس بدبخت کا صبح صبح منہ دیکھ کر چلے تھے کوئی کام
 نہ نکلا۔ جہاں گئے مایوس ہی پھرے۔ ایسا نہیں
 کہ وہاں بھی کوئی بات خلاف ہو۔ چپ چاپ مایوس
 گھر پھر آئے۔

مس ہربرٹ کا خورشیدی سیکم کی
 ملاقات کو جانا خورشیدی سیکم اپنی انگشتی
 پہچانتا اور تباہ حال کرنا

جسوقت مس ہر برٹ کی ملاقات کو نواب آسمانجاہ
 مکان سے اپنے نکلے تھے اوسوقت مس ہر برٹ
 بھی مس ٹامسن کی ملاقات کو چلی بھین اور یہی وجہ
 ہوئی کہ نواب آسمانجاہ سے اور مس ہر برٹ سے
 ملاقات نہوسکی۔ مس ہر برٹ اور مس ٹامسن میں
 بہت دیر تک گفتگو رہی۔ اور نواب آسمانجاہ بہار
 اور خورشیدی بیگم کا بھی ذکر رہا۔ مس ہر برٹ کو شوق
 چڑایا کہ دیکھیں خورشیدی بیگم کیسی ہیں کہ جس کے
 حسن کے سامنے میرا حسن دب گیا اور نواب
 آسمانجاہ جیسا شخص پھر گیا۔ باتوں میں پوچھا کہ خورشیدی
 بیگم سے ملاقات ہو سکتی ہے یا نہیں؟
 مس ٹامسن۔ کیون نہیں۔ آپ کی نواب محترمہ
 سے ملاقات ہی یا نہیں؟
 مس ہر برٹ۔ ہاں کئی مرتبہ۔
 مس ٹامسن۔ تو پھر کوی دقت کی بات نہیں ہے

چلتے ہیں اون کے یہاں ابھی جاے نہیں کو تھی۔ بلکہ نواب
آسمانجاہ بہادر بھی آئیوا لے ہیں۔

مس ہر برٹ۔ نہیں اون کے ساتھ اب اور کوئی من
جائیگا چلے ابھی چلے۔ گاڑی بھی تیار ہے۔ لیکن ابھی
تو سویرا ہے۔ وہ لوگ اوٹھے ہونگے یا نہیں؟

مس ٹامسن۔ اس بات سے آپ خاطر جمع رکھتے
وہ لوگ پڑھی لکھی ہو شیار ہیں۔ نور دم اوٹھٹی ہیں او
مہتابی پر ہوا کھاتی ہیں۔ آپ دیکھئے گا تو کہے گا کہ ہاں
ہندوستان کی بھی لڑکیاں اس قدر حسین و سلیمہ
ہوتی ہیں۔

مس ہر برٹ۔ تو بسم اللہ چلے

مس ہر برٹ اور مس ٹامسن وہاں سے روانہ
ہوئیں اور نواب محترم الدولہ کے یہاں پہنچیں۔
نواب محترم الدولہ باغ میں روشن پر ہٹل رہے تھے۔
مس ہر برٹ اور مس ٹامسن کو دیکھ کے گاڑی کے

پاس چلے آئے۔ دونوں بسین گاڑی سے اوترین اور نواب صاحب سے ہاتھ ملایا۔

نواب محترم الدولہ۔ آپ کون ہیں؟

مس ہربرٹ۔ آپ مجھ کو بھول گئے نواب صاحب؟

نواب صاحب۔ نہیں نام بھول گیا۔ صورت تو اچھی طرح سے یاد ہے۔

مس ٹامسن۔ مس ہربرٹ ہیں۔

نواب صاحب کا رنگ کچھ متغیر ہو گیا۔ لیکن

بسبب اختلاف کے پھر ہاتھ ملایا اور کہا کہ ہاں اب

یاد آیا۔ آپ کو بہت دنوں سے دیکھا نہیں تھا اسلئے

نام یاد سے جاتا رہا۔

مس ٹامسن نے سبب اس تغیر کا سمجھا اور فوراً

نواب صاحب سے ایک بات ایسی کہی کہ نواب صاحب

مس ہربرٹ سے زیادہ مخاطب ہوئے اور چہرہ سرخ

مارے خوشی کے سرخ ہو گیا۔

تو اب صاحب۔ کیا یہ سچ ہے کہ آپ کی شادی
ہونے والی ہے۔

مس ہربرٹ۔ آپ کو شاید مس ٹامسن نے کہا۔
ہاں واقعی میری شادی ہونے والی ہے۔ آپ کو
شریک ہونا ہو گا۔ آپ کو گرجا جانے میں عذر تو نہیں؟
نواب صاحب۔ نہیں ہرج کی کیا بات۔ اور
ایسی تقریب میں نہ جائیں تو کب جائیں۔ میں بہت
خوش ہوا۔ خدا آپ لوگوں کو خوش و خرم رکھے اس
سے بڑھ کے اور کوئی بات نہیں ہے کہ اپنی قوم
میں شادی بیاہ ہو۔ بعض ہندوستانی لوگ فخر
سمجھتے ہیں سیم سے بیاہ کرنا حالانکہ اس قدر بُرائی اس
سے ہوتی ہے کہ میں کیا کہوں۔ یقیناً ان لوگوں
سے کنارہ کرتے ہیں اور یہ لوگ نہ ادھر کے رہتے
ہیں نہ ادھر کے۔ یہ تو کہئے کہ آج کدھر آپ آئے ہیں؟
مس ہربرٹ۔ سچ سچ کہہ دوں۔ مس ٹامسن سے

آپ کی صاحبزادی کا حال اکثر سُنا کیسا مجھ کو بڑا
اشتیاق ہے اور ان کی ملاقات کا اگر مہربانی فرما
کے مجھ کو اجازت دیں تو میں ان کی ملاقات کروں۔
نواب صاحب۔ آپ نے مجھ کو آگے کیوں نہ
اطلاع دی۔ اس وقت

مس ہربرٹ۔ مجھ نے تکلف کی حاجت کیا ہے۔
نواب صاحب۔ خیر میں پوچھوا بھیجتا ہوں۔ کوئی ہے؟
خدمت گار حاضر۔

نواب صاحب۔ (کچھ کاغذ پر لکھ کے) اندر بھیجا دو۔

مس ہربرٹ۔ کیا آپ کی صاحبزادی پڑھی ہوئی ہیں؟
نواب صاحب۔ یہ سب انکی بدولت۔

مس ٹامسن۔ ہماری بدولت کیا۔ ہان میں نے تعلیم دی لیکن
خدا گواہ ہے کہ اس درجہ ذہین و عقلمند کم عورتیں دیکھنے میں آئی ہیں
احیال کیجئے مس ہربرٹ! اردو فارسی خوب جانتی ہیں۔ انگریزی
بھی تھوڑی تھوڑی پڑھ لیا کرتی ہیں (ڈرائنگ) خوب جانتی ہیں۔ وہ نقشے

اوتار تے ہیں کہ بڑے بڑے مصوٰر رجائیں۔ اس کے علاوہ
 پکانا ریندھنا سینا پر ونا جو جو عورتوں میں ہنر چاہئے۔
 سب ماشار اللہ ان میں ہے۔

ادھر ان لوگوں میں یہ بات ہو ہی رہی تھی اودھر
 خورشیدی بیگم و مشتری بیگم ہاتھ میں ہاتھ ڈالے
 ہٹل رہی تھیں کہ کل بہار نے نواب صاحب کا پرزہ دیا۔
 خورشیدی بیگم۔ (پڑھ گئے) آئیں اس قدر سویرے؟
 ابھی تو امان جان سوئی ہوئی۔

مشتری بیگم کیا ہے بہن۔
 خورشیدی بیگم نے خط پڑھا۔ نور چشمی مدد
 مس ہر بڑ میرے ایک دوست کی بیٹی تمھاری ملاقات
 کو آئی ہیں۔ اگر تم کو ہرج ہنو تو تمھاری ملاقات کو
 لے آؤں۔ تمھاری والدہ خالہ اگر آسکین تو بہتر نہیں
 تو تم دونوں بہنوں کا رہنا ضرور ہے۔ مس ٹامسن بھی تم
 ہیں جلد اطلاع دو۔
 مختتم الدولہ

خورشیدی بیگم دوڑی ہوئی بڑی بیگم کو اٹھانے
 گئیں لیکن اونکی بلا اٹھتی ہے۔ خورشیدی بیگم نے بول
 بار کہا تو جواب دیا کہ کہدو ہم کس سرین دروہی۔ یہ کون تو
 ملاقات کا نکالا ہے۔ چھوٹی بیگم تو اور آلکسی تھیں
 وہ کب آنے والی تھیں۔ آخر خورشیدی بیگم نے پرزے
 پر لکھ کے باہر بھیج دیا۔

حضور بندگان عالی دامن طلہ۔ امان جان کے سرین
 دروہی خالہ جان بھی ہنیں آسکتی ہیں۔ ہم لوگ تیار ہیں
 جسوقت حضور کا جی پیا ہے اونکو لے آئیں۔

خورشیدی

خورشیدی بیگم نے صرف اوپر سے ایک نفیس
 کارچوبی کا دوپٹہ اوڑھ لیا۔ اور تو ماشاء اللہ کسی چیز کی
 حاجت نہیں تھی۔ مسی۔ سرمہ منہ دی پن تو ہم سہ دم
 ڈوبی ہی رہتی تھیں۔ میز کرسی۔ کوچ سب کمرے میں
 سجا ہی ہوا تھا۔ پھر دیر کس بات کی تھی۔ مشتری بیگم

جس لباس میں تھیں اوسی لباس میں رہیں صرف
پائون میں موزے پہن لئے۔

خورشیدی بیگم۔ بہن وہ کتاب تو اوٹھالاؤ جو سر ہاتھ
رکھی ہوئی ہے۔

مشتری بیگم۔ تو تم خود کیوں نہیں جاتیں؟ کیا تمہارے
پائون نہیں؟

خورشیدی بیگم۔ یا اللہ اتنی دور جانے میں پائون
کی ہندی چھوٹ جائے گی۔ اگر اتنی دور جاتیں تو تمہارا
کیا ہرج ہوتا۔ بڑی آلکسی ہو۔ خیر میں خود لے آتی ہوں۔

مشتری بیگم نے جو دیکھا کہ خورشیدی بیگم غصہ میں
چلین لانے کو توجہ دی سے چاہا کہ خود لپک کر لے آئیں

لیکن خورشیدی بیگم کی پھرتی اور شوخی کو کہاں پاسکتی تھیں
یہ ابھی دس قدم بھی نہ گئی ہوں گی کہ خورشیدی بیگم

تیر کی طرح دوڑیں اور مشتری بیگم کو ہٹا جھڑن میں کھڑے
پرگٹین اور وہاں سے زغند بھری تونے سے دم لیا۔ مشتری بیگم

جہان پر تھین دہن کھڑی رہیں اور خورشیدی بیگم
کتاب لے کے ہنستی ہوئی اوترین تو جھینپ کر کہو تلکین
واہ کیا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بندر کی طرح کو دنا۔ اگر
خدا خواستہ ہاتھ پانوں ٹوٹ جاتے تو کیسا ہوتا۔

خورشیدی بیگم۔ اصل بات یہ کہ بیچاری کتاب
تولا نہ سکیں اب نصیحت کرنے بیٹھی ہیں۔

مشتری بیگم۔ (دکھیانی ہو کے) بلا سے۔ آپ کی پاپوش
سے ہم نہ لاسکے نہ لاسکے اسمین فخر کی کیا بات۔ کچھ بندر
کی طرح مجھ کو اچھلنا تو آتا نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ سچ ہے ہن تمھاری چال تو بوط کی
سی ہے۔ بھلا میں بیچاری گنوا ری وہ چال کیسے سیکھوں۔

مشتری بیگم۔ بس بہت اوڑ و نہیں جب دیکھو مجھے پروا
کرتی ہیں۔ معلوم تو ہوا کہ آپ بڑی حسین ہیں اور شوخی آپ کے
بدن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

خورشیدی بیگم۔ بہن جنتی کیوں ہو۔ اتنی تو بات ہے کہ

تم سے آگے میں کتاب لے آئی۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔

مشرقی بیگم۔ اے تو میں چٹتی کب ہوں۔ میں تو یہ چاہتی ہی تھی کہ تم کو دوڑاؤں کہو کیسا دھوکا دیا۔ میں خود رک گئی تھی نہیں تو لانا کون بڑی بات تھی۔

خورشیدی بیگم۔ جی بجا۔ یہ فقرے کسی اور کو دیجئے چہرہ خود ہی کہے دیتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو شرابی کیوں نہ مشرقی بیگم۔ (کتاب پکڑ کر)۔ لاؤ تو دیکھوں۔

خورشیدی بیگم۔ کھسیانی پل کھباناوچے۔ اب کچھ نہوا تو کتاب چھیننے لگیں۔

مشرقی بیگم۔ اچھا لو میں کھسیانی ہو گئی۔ شرما گئی جا گئی۔ پھر اب خوش ہو تیں۔ تو یہ کتاب دیکھنے دو۔ چہرہ تو دیکھو کیسا سرخ ہو گیا۔ پسینے پسینے ہو گئی ہو ابھی وہ لوگ چلے آئیں تو کیسا اچھا ہو۔

خورشیدی بیگم۔ یہی نہ کہ چہرہ تمنا گیا۔ ہوا کرے اسے تو اور میرا حسن دو چند ہو گیا ہو گا۔ ایسی سرخی کسی کے

کالون پر دیکھی تھی؟۔ تم ہی کہو تو۔

مشری بیگم۔ واہ کیا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اپنے منہ میں

ٹھہرو۔ میں سچ کہتی ہوں سیکھا جھلواؤ۔ کوچ پر بیٹھو۔

خورشیدی بیگم۔ عمر بھر میں بات کہی یہ ایک عقل کی
ارے گل بہار سیکھا تو کھینچ۔

مشری بیگم۔ اتنی بڑی لڑکی اور باتیں کر نیکی کیسی پکی۔

ان لوگوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ نواب صاحب

میں ہر برٹا اور بس ٹامسن انڈر شریف لائے اور خورشیدی بیگم

کتاب کوچ کے نیچے چھپا کے استقبال کو چلین بس ہر برٹا

لے سمجھا تھا کہ مکان بالکل بند و ستانی طریقہ کا ہوگا۔ لیکن

جب دیکھا کہ مکان نہایت پاکیزہ ہے۔ صحن میں خانہ باغ ہو۔

سکانوں میں ہر طرح کی نایاب عمدہ عمدہ چیزیں رکھی ہوئی

ہیں تو انکو نہایت تعجب ہوا۔ یہ اسیکو دیکھتی ہوئی چلی آتی

تھیں کہ خورشیدی بیگم و مشری بیگم سامنے سے نظر آئی

دین۔ بس ہر برٹا خورشیدی بیگم کے حسن خداداد کو دیکھ کے

سکتے مین رہ گئیں اور بے اختیار زبان سے صل علی کہہ اٹھیں۔
 اپنے دل مین کہنے لگیں کہ بیشک یہ ایسا ہی حسن ہو جسکو
 دیکھ کے آدمی دیوانہ ہو جائے۔ نواب آسمانجاہ کا کیا
 قصور ہے جو مجھکو چھوڑ کر ادھر ریکھے۔ بیشک وہ شخص برا خوش
 قسمت ہو جسکی ایسی بیوی ہو۔ مس ہر برٹ خیال کر کے
 آئی تھیں کہ خورشیدی بیگم کبھی اون سے بڑھ کے حسن
 مین نہونگی۔ لاکھ ہندوستانی ہون پھر کہاں تک۔ خوب
 نواب آسمانجاہ کو آڑے ہاتھوں لونگی۔ لیکن اس حسن
 زاہند شریب کو دیکھا تو حواس خمسہ بجا نہ رہے۔

نواب صاحب۔ بسم اللہ چلئے۔ ٹھہر کیون گئیں؟

مس ہر برٹ۔ (رعب حسن سے) نواب صاحب آپ کے
 خوش قسمت ہونے مین کچھ شک نہین۔ ہزار آفرین
 اوس باپ کو جسکی ایسی لڑکی ہو۔

مس ہر برٹ گو نواب صاحب سے گفتگو کر رہی تھیں لیکن
 انگلی اودھرای بندھی ہوئی تھی۔ خورشیدی بیگم فرط حیا سے

عرق عرق ہو گئیں۔ اور کیون نہو جس سے کبھی کی ملاقات نہو وہ اس طرح سے دیکھے تو کیون نہ شرم آئے۔ لیکن سس ٹامسن کو ساتھ دیکھ کے کچھ ڈھارس سس ہوئی اور استقبال کو آگے چلیں۔ جب قریب آئیں نواب صاحب نے ان لوگوں کو آپس میں ملایا اور یہ لوگ سب کمرے میں داخل ہوئے۔

سس ہر برٹ کی یہ کیفیت تھی کہ خورشیدی بیگم کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بیٹھی تھیں اور کبھی انکے عنبرین جوڑے کو نظر حیرت سے لگتی تھیں۔ کبھی ساعد بلورین پر محبت سے ہاتھ رکھتی تھیں۔ کبھی نرگسین آنکھوں کو منظر الفت سے دیکھتی تھیں۔ نواب صاحب مارے خوشی کے پھول رہے تھے۔ سس ٹامسن بھی جاتے میں ہنیں

سماتی تھیں۔ شتری بیگم نظر حیرت سے سس ہر برٹ کو دیکھ رہی تھیں۔ لیکن بیچاری خورشیدی بیگم فرط حیا سے عرق عرق ہوئی جاتی تھیں اور جیون جیون سس ہر برٹ انکو دیکھتی تھیں یہ لجائی جاتی تھیں۔

مس ٹامسن۔ آپ نے حسن تو دیکھا کہ خدائے کیسا دیا ہو۔
اب انکے ذاتی علم کو غور کیجئے اور اسکو دیکھئے۔ خورشیدی بیگم
ذری ڈرائنگ بک تو اپنی منگو آؤ۔ مشتری بیگم تم بھی اپنی
ڈرائنگ دکھلاؤ۔

خورشیدی بیگم نے گل بہار کو اشارے سے
کہا کہ وہ دونوں کتاب ڈرائنگ کی کوٹھے سے لے آ۔ اب
خورشیدی بیگم ڈھیٹ ہو گئی تھیں۔ بس ہر برٹ
سے پوچھا کہ چاؤ آئے۔

مس ہر برٹ۔ بھلا آپ کہتے اور میں عذر کروں۔ بسم اللہ
منگو آئے۔

حکم کی دیر تھی پیش خدمتین چاندی کی کشتی پر نہایت
خوبصورت چائے کی پیالیوں میں روز پیکو چائے بنا کے
لے آئیں اور سبھوں نے نہایت خوشی سے پی۔

خورشیدی بیگم و مشتری بیگم نے ڈرائنگ بک دکھلایا
تو مس ہر برٹ کو نہایت حیرت ہوئی اور بڑی دیر تک ان

لوگوں کی تعریفیں کرتی رہیں۔

مس ہربرٹ۔ آج تک میں نے اس حسن و سلیقہ کی عورتیں ہندوستان میں نہیں دیکھیں۔ زبے نصیب اوس سان باپ کے جسکی ایسی لڑکی ہو۔ اور نہایت خوش قسمتی اوس مرد کی جسکی ایسی بیوی ہو۔ کیون خورشیدی بیگم آپ کی نسبت نواب آسمانجاہ بہادر سے لگی ہے نا؟ خورشیدی بیگم نے فرط حیا سے سر نیچا کر لیا اور نواب صاحب کا بھی چہرہ سرخ ہوا۔ مس ہربرٹ گھبراہٹ میں کہ کونسی بات ان سے ایسی خلاف نکلی جس سے ان لوگوں کی یہ کیفیت ہوئی۔ مس ٹامسن تو سب علم و تہذیب سے واقف تھیں۔ انگریزی میں ان کو سمجھا دیا کہ ہندوستان میں کنواری لڑکیوں سے نسبت نائے کا ذکر نہیں کرتے۔ مس ہربرٹ۔ خورشیدی بیگم آپ معاف کیجئے گا۔ اگر کوئی بات خلاف مزاج ہوئی ہو تو۔ نواب صاحب آپ بھی معاف فرمائیں گے۔

نواب صاحب۔ کون بڑا قصور کیا کیا بڑی خطا کی جسکے واسطے
اس قدر اصرار کر رہی ہیں۔ ایک بات آپ نے نادانستگی
میں کہی تھی کہی۔ چونکہ بڑوں کے سامنے یہاں کی لڑکیاں ایسے
امورات میں دخل نہیں لے سکتی ہیں اسلئے اس امر میں
گفتگو کرنا معیوب سمجھتے ہیں۔ آپ کو مجھ سے پوچھنا تھا۔
ہاں آپ نے ٹھیک سمجھا انکی نسبت نواب آسمانجاہ بہادر
سے قرار پائی ہے۔ کہتے آپ تو نواب آسمانجاہ سے خوب
واقف ہیں۔ یہ نسبت آپ کو پسند ہے؟

مس ہر برٹ۔ اظہر من الشمس۔ اسمیں پوچھنے کی کیا
بات۔ نواب آسمانجاہ سادو سر اشخص کوئی ہندوستانی میں
نے اب تک دیکھا نہیں۔ اور مجھ سے تو اون سے ایک زمانہ
کی ملاقات ہو۔

مس ہر برٹ کو اگلا قصہ یاد آگیا۔ اور چہرہ سرخ
ہو گیا۔ خورشیدی بیگم زردیدہ نگہ سے انکو دیکھتی جاتی تھیں
اور سرخی اون کے گالوں پر جو آئی تو انکو یقین ہوا کہ وہ عورت

جسکا ذکر ایک مرتبہ نواب آسمان جاہ لئے کیا تھا یہی ہے۔
 مس ہر برٹ کے شرمانے سے انکو خیال ہوا کہ اس عورت
 کو اون سے ابھی تک محبت ہو۔ لیکن کیا کرتی چپ چاپ سنا کی۔
 مس ہر برٹ۔ اب میں نصرت ہوتی ہوں۔ بہت دیر تک
 آپ لوگوں کا وقت ضائع کیا۔ مجھکو افسوس ہو کہ بڑی بیگم
 صاحب سے ملاقات نہ کر سکی۔ اگر زندگی باقی ہے اور اجازت
 آپ لوگوں کی ہوگی تو پھر آؤنگی۔

نواب صاحب۔ اس میں اجازت کیا درکار ہے۔ آپ کا
 مکان ہے جب چاہئے آئیے۔

خورشیدی بیگم نے مس ہر برٹ سے جو ہاتھ ملایا تو
 اپنی انگوٹھی اون کی اونگلی میں دیکھی۔ نہایت رنج ہوا۔ چاہتی
 تھیں کہ مس ہر برٹ سے پوچھیں کہ یہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ
 کیسے لگی۔ لیکن نواب صاحب کے سبب کلیجہ پر پتھر رکھ کے
 خاموش ہو رہیں۔ انکے دل میں طرح طرح کے خیالات
 پیدا ہوئے اور چہرہ مارے رنج و غصہ کے سرخ و زرد ہو گیا

قریب تھا کہ غش کھا کر گر پڑیں لیکن کرسی زور سے تھام لی
 مس ٹامسن - خورشیدی بیگم کیا ہے؟ سچ کہو
 طبیعت تو اچھی ہے؟ تمہارا رنگ ایسا زرد ہو گیا ہے
 کہ جی ڈر گیا۔

خورشیدی بیگم نے ہر چند چاہا کہ ہنکے جواب دین
 لیکن مہنسی کالے کو سون
 خورشیدی بیگم - طبیعت اچھی ہے - سر میں اسوقت درد ہو گیا
 مس ہر برٹا - یہ میری وجہ ہے - میں نے آپ کو
 بہت تکلیف دی۔

خورشیدی بیگم - (دل میں) اس میں بھی شک ہے - آپ
 نے مجھے تو اس قدر رنج و تکلیف دی کہ کیا بیان کروں لیکن
 ظاہر اکھا) نہیں آپ نے تکلیف کیا دی - کل سے میرے
 سر میں درد ہے۔

آخر شش وہ سب نصحت ہوئیں اور نوا البصاحب
 بھی باہر تشریف لائے - خورشیدی بیگم نے چپ چاپ

اوس کتاب کو جو کوچ کے نیچے چھپالی تھی اور جس میں اپنی
روز روز کی کیفیت یہ خود لکھتی جاتی تھیں نکالی اور اوس
مقام کو جہاں پہلے پہل نواب آسمانجہا بہادر سے ملنے
کے بھیس میں ملاقات ہوئی تھی نکالا۔ اصل مطلب
اسکے دیکھنے کا یہ تھا کہ آیا یہ عورت وہی ہے جس پر نواب
آسمانجہا فریفتہ ہوئے تھے اور جس کا ذکر ایک مرتبہ کیا تھا
یا نہیں۔ دیکھا تو وہی نام اوس میں بھی بس ہر برٹ کا لکھا
ہوا تھا۔ انکو سخت رنج ہوا اور دل میں سمجھیں کہ ان دونوں
میں ابھی تک محبت ہے جب تو میری انگوٹھی اسکو دی
میں نے کس کس طرح سے کہا تھا سمجھا دیا تھا کہ ہرگز اسکو
بھرا نہ کرنا۔ اگر مجھ سے انکو اتنی محبت ہوتی تو اسکو یہ جہا بھی
کرتے۔ افسوس میں کیا سمجھی تھی اور کیا ہوا۔

مشری بیگم دروازے تک اون لوگوں کو رخصت کرنے
گئی تھیں چاہتی تھیں کہ خورشیدی بیگم کے پاس آئیں لیکن
گل بہار نے کہا کہ آپ لوگوں کو بڑی بیگم صاحبہ بلاتی ہیں۔

مشتری بیگم نے کہا کہ خورشیدی بیگم اوس کمرے میں
ہیں بلا لو اور اون سے یہ بھی کہد نیا کہ میں خالہ جان کے
پاس گئی۔

خورشیدی بیگم اوسی رنج و تفکر میں کتاب کھولے
بیٹھی تھیں کہ گل بہار آئی۔

گل بہار۔ آپ کو بڑی بیگم صاحب بلاتی ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ (چونک کر) کہد و میرے سر میں درد
اسوقت نہیں حاضر ہو سکتی۔

گل بہار۔ بہت اچھا میں کہد ونگی۔ مل بیگم صاحب آپ کا
چہرہ کیوں ایسا زرد ہو گیا ہے؟ وہ تازگی آج نہیں پاتی ہوں
خورشیدی بیگم۔ آخر سر کے درد کو تم نے تھوڑا سمجھا۔ خیر
جاؤ تم کہد و کہ میں نہیں آسکتی۔

خورشیدی بیگم نے آئینہ میں اپنا منہ دیکھا تو اس قدر
چہرہ متغیر پایا کہ اپنے کو پہچان نہ سکیں۔ دل میں کہنے لگیں
کہ افسوس ہو میرا تو ایک گھنٹہ میں یہ حال ہو جاوے اور

اون کو میری پروا نہیں۔ یا خدا اگر اون کو میری محبت نہیں ہے
تو میرے دل سے بھی اون کی محبت دور کر۔

خوشیدی بیگم نے دیکھا کہ دل بے اختیار ہوا جاتا ہے
کہیں ایسا ہنوکہ لوگ دیکھ لیں اور راز ظاہر ہو جائے۔
کتاب لیس کر بالا خانہ پر گئیں اور دروازوں کو بند کر
پلنگ پر لیٹ رہیں۔ اس خیال جانکاہ نے سکر لب
سہم غمب خوشیدی بیگم کو آٹھ آٹھ آنسو رولا یاد ل
بیہ قرار۔ آنکھیں خونبار کوئی کر وٹ چن نہیں مثل
ماہی بے آب کے تڑپتی تھیں۔ اور نہایت عاجزی سے
دعا مانگتی تھیں کہ یا پروردگار یا مجھے موت دے یا اسکے
دلو میری طرف پھیر۔ کبھی خیال کیا کہ ہیرے کی کنی کھالیجے
بس قصہ تمام ہو۔ پھر سوچیں کہ نہیں اس میں نہایت
خرابی ہے۔ بڑا گناہ ہے۔ نہ دین کی رہنمائی نہ دنیا کی۔
یہ تو ادھر آہ وزاری میں تھیں اودھر گل بہار جوڑی گم
کے پاس گئی تو ایک ایک کی دس دس جا لگائیں۔

بڑی بیگم و چھوٹی بیگم و شتری بیگم۔ مغلانیان پیش خدمتین
سب جوق جوق دوڑیں اور بالا خانہ پر پہنچیں۔

بڑی بیگم۔ ہاے یہ دروازہ کیوں بند ہے؟ (دھکادیکی)
خورشیدی۔ خورشیدی اے بیٹا دروازہ کھولو۔

خورشیدی بیگم نے جو بڑی بیگم کی آواز سنی تو
نہایت گھبرائیں کہ یہ اس وقت کیوں آئیں۔ خیال کیا
کہ اگر فوراً دروازہ کھول دیتی ہوں تو چہرہ سے پہچان جانگی
کہ رو رہی تھی پہلے منہ دھو ڈالو تو سچھے دروازہ کھولو۔ انکے
منہ دھونے میں جو دیر ہوئی اور جواب بھی جو کچھ نہ ملا تو
بڑی بیگم بہت گھبرائیں۔

بڑی بیگم۔ ہاے اتنی دیر کیا ہوا آواز تک نہ دی۔ دروازے
بھی بند ہیں۔ اب میں کیا کروں؟
چھوٹی بیگم۔ شاید نیند آگئی ہوگی۔

بڑی بیگم۔ ہاے تو زور سے دھکا بھی تو دیا تھا تمہارا کہ
آواز سے گونج گیا ہوگا۔ خورشیدی بیٹا کھولو دروازہ۔

صدائے ہر نواست۔

بڑی بیگم۔ (رو کر) لوگو بتاؤ یہ کیا ہوا۔ ہاے میں لٹ گئی ہوں
کیا سبب کہ جواب تک نہیں دیا۔ ارے کوئی باہر جا کے
خبر کر جلدی۔

مشتری بیگم۔ خالہ جان اسقدر گھبرائے نہیں۔ بہن کھولو
دروازہ۔ خالہ جان بڑی دیر سے کھڑی ہیں۔

خورشیدی بیگم۔ تو بہ کھولتی ہوں اسقدر دق کیوں کرتی ہو
بڑی بیگم۔ شکر شکر جواب دیا۔ بی معطلانی پانچ روپیہ
ابھی ابھی جا کے اون سیدانیون کو دے آؤ۔ آہ اب
میرے دم میں دم آیا۔

اتنے میں خورشیدی بیگم نے دروازہ کھولا اور بڑی بیگم
لیک کر خورشیدی بیگم کو گلے سے چٹا لیا اور رونے لگیں۔
خورشیدی بیگم۔ ہائیں ہائیں اما جان خیر ہے یہ کیوں آپ
رورہی ہیں؟

بڑی بیگم۔ (آنسو پونچھ کے) میرے ہاتھ کے طوطا اور گئے تھے

شکر اللہ کا متکو دیکھا۔ مجھ کو طرح طرح کے خیالات
ہوتے تھے۔ یہ دروازہ کیوں نہیں کھولتی تھیں؟

خوشیدی بیگم۔ اما جان نیند آگئی تھی کچھ سنا نہیں۔
جب بہن مشتری بیگم نے پکارا تو نیند ٹوٹی۔ خاہ جان
بندگی اسے واہ یہ لشکر کا لشکر کیوں کھڑا ہوا ہے۔

چھوٹی بیگم۔ اور پوچھتی ہو لشکر کا لشکر کیوں کھڑا ہوا ہے
ہم لوگ اپنے حواس میں ہیں؟ جس وقت گل بہار نے
تمھاری بدمزگی کا حال کہا ویسے ہی ننگے پانوں دوڑے۔
خوشیدی بیگم۔ بدمزگی کیسی صرف سر میں درد ہو گیا تھا۔
یہ کہتے یہ انکی کارستانی ہے (گل بہار سے) خیر خواہی جتنی
گئی تھیں بچا رہی۔

بڑی بیگم۔ تو بغض نہ کرو درد سر کا ٹرہ جائیگا۔
مشتری بیگم۔ لیکن بہن تمھارا چہرہ بہت اوتر گیا ہے جس وقت
میں ہر بڑے سے رخصت ہوئیں اوس وقت سے تمھارا چہرہ
اوتر گیا ہے۔

خورشیدی بیگم نے جو مشتری بیگم کو دیکھا تو آنکھوں میں
آنسوؤں بڑبا آئے۔ لیکن ضبط کر کے چپ سر چپا کر لیا تاکہ کوئی
دیکھ نہ لے۔

مغلانیان جھاڑو مارین ایسی بیگم کو جسکے پاتوں ایسے
منحوس تھے۔ بڑی سبقت دم تھی۔ آتے ہی برابر ایک
قصہ پھیلا دیا۔

بڑی بیگم صندل لائی ہوں۔ تھوڑا لگا لو۔ درد اچھا ہو جائیگا۔
خورشیدی بیگم نہیں اما جان صندل و ندل سے کیا ہوگا۔
مجھے نیند چلی آرہی ہے۔ ذرا سولون تو طبیعت اچھی ہو جائیگی۔
چھوٹی بیگم۔ اچھا تو صندل لگا کے سو رہو۔ اسمین
مٹھا رکھا ہرج ہوتا ہے۔ لاؤ تو سر۔

یہ کہہ چھوٹی بیگم نے اپنے ہاتھ سے پیشانی پر لگا دیا۔
خورشیدی بیگم۔ خالہ جان آپ لوگوں کو میری زندگی
پیاری ہے۔

چھوٹی بیگم۔ نہیں کچھ نہیں مہلوگ ہیں کون بالکل غیر۔

بھلا ہلوگوں کو محبت کہاں سے آئی۔ لڑکی اپنا سانسب کا جی
سمجھتی ہے۔ تمکو محبت البتہ ہلوگوں سے نہیں ہے۔

خورشیدی بیگم۔ مجھ کو تو اتنی محبت آپ لوگوں سے
کہ اگر میری حیات آپ لوگوں کی حیات میں زیادہ کیجاے
تو مجھے نہایت خوشی ہو۔

بڑی بیگم و چھوٹی بیگم۔ خدا کرے۔ یہ کیا تم فال منہ سے
نکال رہی ہو۔ اللہ جانتا ہے ہملوگ بیزار ہو جائیں گے۔

بڑی بیگم۔ اب دروکیسا ہے۔ کچھ کم ہوا یا نہیں۔
خورشیدی بیگم۔ ویسا ہی ہے۔ جب تک نیند نہ آئیگی در
نہ جائیگا۔

چھوٹی بیگم۔ اچھا تو اب سو رہو۔
خورشیدی بیگم۔ سوؤں کیسے؟ آپ لوگ نیچے جائے تو
سو رہوں۔

بڑی بیگم۔ اچھا ہملوگ جاتے ہیں۔ بی معذرتی تلوگ
دو چار آدمی یہیں بیٹھو۔

خورشیدی بیگم - اما جان تب مجھ کو نیند نہیں آئیگی۔ اگر اس قدر
لوگ رہینگے تو میں سوچتی۔

بڑی بیگم - تو یہ تو مجھ سے ہو گا نہیں کہ تم کو اکیلی چھوڑ کے
چلی جاؤں۔

خورشیدی بیگم - اما جان اکیلی کیا۔ خدا جانے کتنی دور ہیں کہا
ہیں جو آپ گھبراتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہی بھوت پریت کا خیال
ہے کہ مجھ کو نکل جائیگا تو بہن مشتری بیگم کو چھوڑ جائے۔

بڑی بیگم - اللہ جانتا ہے اگر تم نے ایسی باتیں پھر کر لی تو میں
اپنا سر توڑ ڈالوں گی۔

خورشیدی بیگم - اچھا نہ کہوں گی۔ اب آپ لوگ جاتے
صرف بہن مشتری بیگم یہاں رہیں۔

بڑی بیگم - تم بڑی ضدی ہو۔ اپنی ہی بات رہے۔ اللہ جانتا ہو
اگر دروازہ بند کیا تو فساد کر ڈالوں گی۔

مشتری بیگم - بہن خالہ جان آپ اطمینان رکھئے میں انکو
بند کرنے نہ دوں گی تھوڑا ہی۔

بڑی بیگم و چھوٹی بیگم و مغلایان ایلین سب نیچے
 چلی آئیں۔ صرف مشتری بیگم اندر کمرے کے رہیں۔ جب یہ لوگ
 اکیلی رہ گئیں تو مشتری بیگم نے پوچھنا شروع کیا۔
 مشتری بیگم۔ بہن سچ کہو کیسی طبیعت ہو؟
 خورشیدی بیگم رونے لگیں۔
 مشتری بیگم۔ اے واہ تم روتی کیوں ہو؟ کہو تو کیا ہے؟
 خورشیدی بیگم۔ (خاموش)
 مشتری بیگم۔ کہو بہن تمہارے صدقے گئی۔
 خورشیدی بیگم۔ (ٹھنڈھی سانس لیکے) الہی!
 مشتری بیگم۔ ہاے اللہ مجھ سے کیوں چھپاتی ہو۔ کہو نواب
 آسمانجاہ کیسے ہیں؟
 خورشیدی بیگم۔ نام نہ لو بہن۔
 مشتری بیگم۔ یہ کیا نواب آسمانجاہ کا نام نہ لون۔ کہو خیریت
 تو ہے بہن تو اچھی طرح سے؟
 خورشیدی بیگم۔ اللہ جانتا ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اونکی

مُنہ مانگی مراد تو تھیں ہو۔

خورشیدی بیگم۔ مین بیچاری کس حساب مین ہوں۔ بہن بڑا
جُل دیا۔ مجھکو یہ امید نہ تھی

مشتری بیگم۔ کس نے جُل دیا؟۔ نواب آسمان جاہ نے؟ تو بہ کڑو
تکو وہ اپنی جان سے بڑھکر غریب سمجھتے ہیں۔ بھلا تمکو جُل دینگے۔
خورشیدی بیگم۔ دیکھ لیا مُنہ دیکھی محبت تھی۔

مشتری بیگم۔ بتد کچھ کہو بھی تو۔ تم تو مجھکو مارے ڈالتی ہو۔
خورشیدی بیگم۔ نواب آسمان جاہ سے یہ امید نہ تھی (ٹھنڈی
سائس لیکے) خیر میرا بھی خدا ہے۔ لیکن کچھ ہی ہو میری سی محبت
کسی دوسرے مین نہ پائینگے۔

مشتری بیگم۔ کیا خدا نکرے کسی دوسرے سے نجات
کیا ہے؟

خورشیدی بیگم۔ کیا نہیں ہو تو اب ہونے مین کیا دیر ہے۔
مشتری بیگم۔ کس سے؟ ذری نام تو او سن گوڑی کا سنون۔
خورشیدی بیگم۔ وہی حاجت شریف لائی تھیں۔ جن سے

ہنس نہس کے بولے تھے۔ جنکی اتنی خاطر مدارات ہوئی تھی۔

مشری بیگم۔ (تعجب سے) مس ہر برٹ؟

خورشیدی بیگم۔ (ماسن زور سے لے کے) ہاں۔

مشری بیگم۔ تو بہ کرو بہن تو بہ کرو۔ تمہاری بھی کیا سمجھ ہے۔

اللہ جانتا ہے میں پہلے ڈر گئی تھی کہ شاید بات سچ ہو لیکن جب

تم نے نام لیا تو تسکین ہوئی۔ بھلا اوس میں کیا بات ہو جو تم کو

چھوڑ کے اودھر بچھنگے۔

خورشیدی بیگم۔ تم نہ مانو۔ یہاں تو یقین سے بھی درجہ بڑھ گیا ہو

اور کیونکر نہ ہو جو چیز کہ آنکھوں سے دیکھی ہے کیونکر نہ مانوں۔

مشری بیگم۔ تو کیا دیکھا ہے آخر کچھ کہو گی بھی یا یوں ہی آپ

سے آپ۔

خورشیدی بیگم۔ بہن باغ میں نے ایک انگوٹھی اپنی نشانی

اونکو دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ میں محبت کی پہچان ہو۔ اگر جھک چاہتے

ہو گے تو اس کو الگ نہ کرو گے اپنی جان سے عزیز رکھو گے۔

مگر دیکھو کہ اتنا جلد وہ سب باتیں بھول گئے۔ اسے بھول کیا گئے ہو

سب یاد ہو گئی۔ لیکن مجھ سے محبت جب ہو۔ وہ تو سب منہ
 دیکھے کی محبت اور پیار تھا۔ اور درد دل کا اظہار تھا میری انگوٹھی
 مس ہر برٹ کو دیدی۔ چنانچہ میں نے اذکی اونگلی میں دیکھی تھی
 بہن مجھ کو اسکا بڑا رنج ہے۔ مجھ کو زیادہ خوشی ہوتی اگر وہ کہہ دیتے
 کہ مس ہر برٹ اور اون میں محبت ہو۔ مجھ سے چھپانا کیا ضرور تھا
 دوزنگی مجھ کو نہیں بھاتی ہے۔

مشتی بیگم۔ بہن انگوٹھی چاہے دیدیں لیکن اما حسین علی قسم
 اونکی آنکھوں سے محبت ٹپکتی ہے۔ یہ میں مان نہیں سکتی کہ نواب
 آسمانجاہ تمکو چاہتے نہیں آخر دیکھو باغ میں کیسی جرات کر کے آئے
 تھے۔ کوئی سبب ایسا ہو گا کہ یہ انگوٹھی اونکے ہاتھ سے جاتی رہی۔
 خورشیدی بیگم۔ بہن تمھاری بھی کیا بات ہو۔ کیا بچے تھے کہ
 انگوٹھی ہاتھ سے جاتی رہی۔ جب تک اوتار کے ندوی ہو گئی کیا
 کہ مس ہر برٹ کے ہاتھ میں آئی۔ اور باغ کے آنے کا نہ کہو۔
 ہو سکتا ہے کہ ہمارے ظاہر ہی حسن پر فریفتہ ہوئے ہوں۔ کھوڑ
 دن کے بعد یہ بات بھی جاتی رہیگی۔ آدمی کو چاہئے کہ ایک کا ہو رہے

۵ دودل بودن بخربے حاصلی نیست :

مشتری بیگم - بہن تمہارے یہ سب خیالات بیکار بہن - آخر کیا بات مس ہر برٹ مین ہے جو تمکو چھوڑ کے اودھر رہ جائینگے۔ جو تمہارے تموون مین صورت ہے وہ ان کے منہ مین بھی نہیں ہے۔ اور اگر اونکو ایسا کرنا تھا تو پیغام کیون بھیجا تھا۔ خورشیدی بیگم - اسکی نہ کہو۔ مس ہر برٹ سے تو بات چلی ہو ہی چکی تھی۔ فتدی محبت تھی۔ مجھکو بھی اٹکل پوچھ لیا۔ آخر مین تو باہر نکلتی نہیں گاڑی مین اون کے ساتھ پھر تا کون۔ انگریزوں کی ملاقات کو جاتا کون۔ یہی سب سوچکے ایسا کیا لیکن مین ایسوں کو سات سلام کرتی ہوں۔ مین بھی بڑے باپ کی بیٹی ہوں۔ مجھکو اپنی غرت کا بڑا خیال ہے۔ خدا اونکو وہ مبارک کرے۔ مین بخوشی اون کو اجازت دیتی ہوں کہ اوس سے بیاہ کرین۔ لیکن ادھر کی نسبت چھوڑا ڈالین۔ وہ میرے ساتھ کچھ کرین لیکن مین یہی دعا مانگوں گی کہ اللہ اونکو خوش و خرم رکھے۔

مشتری بیگم۔ تو بہ بہن فال بزمٹہ سے نہ لگا لو۔ اللہ جانتا ہو
تمسے ضرور بیاہ ہوگا۔

خورشیدی بیگم۔ بہن کسی کے خواہ مخواہ گلے پڑنا تمکو اچھا
نہیں معلوم ہوتا۔ اونکو مس ہر پرٹ مبارک ہو اور خدا کرے کہ وہ لو
رعیش و عشرت سے زندگی بسر کریں۔ میں تو ٹھان چکی ہوں کہ اونکو
خط آج بھیج دوں گی اور دست بستہ التماس کروں گی کہ نسبت یہاں کی
چھوڑا ڈالیں

مشتری بیگم۔ ٹکو میری جان کی قسم جو ایسا خط لکھو۔
خورشیدی بیگم۔ تمھاری جان کی قسم بھیجوں گی اس میں صند نہ کرو۔
مشتری بیگم۔ دیکھو کچھ دیتی ہوں پیچھے چل کے بہت پچھاؤ گی جب پٹ پٹ
آنسوؤں کا تار بندھیکا تو سلام کروں گی۔ منع کرتی ہوں نہیں مانتی ہو۔
خورشیدی بیگم۔ (رو کر) جلے کو اور جلاؤ۔

مشتری بیگم۔ (گلے لگا کر) جلیں تمھارے دشمن مدعی جو تمکو
دیکھ نہ سکیں۔ بہن تمھارے واسطے کہتی ہوں۔ مان جاؤ اچھی بہن
ایک کہنا میرا سن لو۔

خورشیدی بیگم۔ جان جاے پر آن نہ جاے۔ بہن جو شخص کہ
 ہر جائی ہوا دسکا بھروسا کیا۔ خدا کرے بعد بیاہ کے اور کچھ رنگ
 لائیں تو میری مٹی خراب ہو۔ لٹا تھ جوڑتی ہوں۔ اسمین صند نکر
 میری قسمت میں جو ہے سو ہوگا۔ میں اس دنیا میں رنج جھیلنے کے
 واسطے پیدا ہوئی تھی۔ مجھ سے آرام و چین دور ہے۔ جب تک
 یہ بچیا زندگی ہے کب طرح بسر کرونگی۔

مشرقی بیگم۔ تم اس وقت آپے میں بہن ہو۔ کسی دوسرے
 وقت سمجھاؤنگی۔ یہہ ہو سکتا ہو کہ تم نواب آسمان جاہ سے بیاہ
 خالو جان۔ خالہ جان۔ اماں جان سب آمادہ ہیں۔ زبردستی تمھارا
 بیاہ کیا جائیگا۔

خورشیدی بیگم۔ اس میں بھی کیا اجارہ ہے۔ میں بن بیاہی
 رہونگی۔ آخر بہت سی عورتیں اس دنیا میں ہونگی جنھوں نے بیاہ
 نہیں کیا۔

مشرقی بیگم۔ تمھاری بھی باتیں انوکھی ہیں۔ وہ تو تم پر جان دیتے
 ہیں۔ تمھارے تصور میں مرتے ہیں اور تم ایسی گفتگو انکے حق میں کرتی ہو

خوشیدی بیگم۔ یہ سب ڈھکوسلا ہے ۵

ہیں یہ سارے جیتے جی کیواسطے : کون مرنا ہو کسی کے واسطے

یہ سنا کرو۔ مگر مجھ کو اپنے حال پر افسوس آتا ہو ۵

کیون دئے ہیں تو نے قسام زل : پنج لاکھوں ایک جی کے واسطے

مجھ سے یہ صدمہ نہ اٹھایا جائیگا۔ ایک دن اسی میں میری جان جاگی

مشتری بیگم۔ (جھجھلا کر) تو یہ سب تمہارے اختیار میں ہے

اگر چاہتی ہو کہ ہنسی خوشی زندگی بسر کرو تو چپ چاپ بیٹھی رہو

خطوط نہ بھیجو بعد شادی کے شکایت کر لینا۔

خوشیدی بیگم۔ بہن جان جاے پر آن نہ جاے بندی

ایسوں سے بیاہ نہ کریگی۔ میں اوسی سے بیاہ کر ونگی جو مجھ کو چاہے

جو میری محبت کا دم بھرے نہ کہ اون لوگوں سے جو ہر جائی ہوں

اور جھوٹے جھوٹے فقروں سے دام مکر میں گرفتار کر لین۔

مشتری بیگم۔ ایک خیالی بات پر اسقدر تباہ حال کرنا عقل

کے خلاف ہے۔ ہاں اگر ناز ہو تو بجا ہو ع

نازبران کن کہ خریدار تست

خورشیدی بیگم - تم تو اس وقت سر پر سبز بجلی گراتی ہو۔ اللہ جانتا ہے جیسا کچھ میرے دل پر گزرتا ہے ذرا پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھو مشتری بیگم - اُف وہ - کس قدر گرم ہے - بخار چڑھ آیا ہے - بہن اس قدر تباہ حال نکرو - ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہارا خیال غلط ہے خورشیدی بیگم - خدا بھی کرے ایسا ہو

مس ٹامسن کی زبانی انگوٹھی کی حقیقت اور
مشتری بیگم کی تقریر نسبت کی کیفیت معلوم ہوتا ہے

ان سبوں میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مس ٹامسن تشریف لائیں خورشیدی بیگم سے پوچھا کہ اب طبیعت کیسی ہے؟ مشتری بیگم - درد کے باعث کچھ پنڈا پھیکا معلوم ہوتا ہے - کہنے لگیں ہر برٹ کو پہونچا آئیں؟

مس ٹامسن - ہاں وہ اپنے گھر گئیں - میں انکے دیکھنے کو ادھر پہلی آئی - ہملوگ یہاں سے نواب آسمان جاہ بہادر کے یہاں گئے تھے آج عجیب فتنہ ہوا اور سچ پوچھو تو مجھ کو بڑی حیرت ہوئی -

مشتری بیگم کیا؟

مس ٹامسن۔ کل شب کو کلکٹر صاحب کے یہاں دعوت عام

مندی۔ ہملوگ بھی تھے۔ وہاں بس ہر برٹ اور نواب آسمان جا

بہادر سے بعد مدت ملاقات ہوئی۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے

اشناے گفتگو میں بس ہر برٹ نے کہا کہ آج تک میں نے بڑا زبرد

بے جرم نہیں دیکھا ہے۔ نواب آسمان جاہ کے پاس ایک

انگوٹھی نہایت عمدہ زبرد کی تھی اور مار کر دی کہ اسکو دیکھئے کتنا

خوشنما خوش رنگ و بے جرم ہے۔ یہ انگوٹھی دیکھ ہی رہی تھیں

کہ یکایک ان کے باپ کو غش آگیا مرگی کا عارضہ تھا اور یہ

مضطربان سے اپنے باپ کو لیکر مکان چلی گئیں۔

خوشیدی بیگم نے جو اس قدر سنا تو باچھین کھل گئیں

چہرہ مارے خوشی کے گل انار ہو گیا۔ مشتری بیگم نے اسارے

سے کہا کہ کیون میں نہ کہتی تھی کہ تمہارا خیال غلط ہے۔

مس ٹامسن۔ اب نواب آسمان جاہ بہادر کو دیکھو کہ انگوٹھی

کے جائیکا انکو بڑا رنج ہوا۔ شب بھر نیند نہ آئی۔ صبح کو تڑکے اٹھ کر

ابھی اختیار کیا ہے۔ ہاں بعد شادی کے دیکھ لیجئے گا۔ اگر آپ لوگوں سے آمد و رفت نہیں رہی تو کس سے۔ آپ لوگوں کے تو سایے سے حیوان انسان ہو جائے۔

دو چار باتیں ادھر اُدھر کی کہہ کے نواب آسمان جاہ بہادر نے اپنی انگوٹھی مانگی اور اسقدر اصرار کیا کہ مس ہر برٹ کو تو خیر مجھ کو خود بُرا معلوم ہوا اور سچ پوچھو تو نہایت حیرت ہوئی کہ ایک انگوٹھی کے واسطے اسقدر اصرار کیا حالانکہ کئی دفعہ اونکی سالگرہ میں اس سے بیش قیمت بیش قیمت انگوٹھیاں انکو دی تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ خود ایک امیر کی لڑکی ہے کچھ انکی انگوٹھی چٹ تو کر لیتی نہیں۔ پھر اسقدر تشویش اور جلدی کیا تھی۔ مس ہر برٹ ایک ہی خوش طبع اور شوخ بہن جیون جیون نواب آسمان جاہ کا اصرار زیادہ بڑھتا جاتا تھا یہ اور بھی انعام کر تی جاتی تھیں۔ جب انکو بہت مضطرب پایا تو مس ہر برٹ نے ہنس کر اونکی سے اوتار کر انگوٹھی دیدی

مس ہر برٹ۔ (ہنسکے) بس دیکھ لیا۔ بس ایک انگوٹھی بھی جی

سے نہیں نکلی۔

نواب آسمان جہاں۔ (اشراف کے) ایک نہیں دس ایسی حاضرین
لیکن چونکہ یہ ایک بڑے دوست کی نشانی ہے اس واسطے
اسکو الگ نہیں کر سکتا۔ مجھکو نہایت افسوس ہے کہ آپ
مجھکو ایسا کم ظرف سمجھتی ہیں۔ یہ کہہ کر نواب آسمان جہاں اوٹھے
اور اپنے کمرے میں جا کر ایک چھوٹا سا نخلی صندوقچہ اوٹھا لایا
اور اسکو میس ہربرٹ کے سامنے رکھ دیا۔

میس ہربرٹ۔ یہ کیا ہے؟

نواب آسمان جہاں۔ اس میں آپ کا بڑا ایڈل پریزنٹ ہے۔

مشتری بیگم۔ بڑا ایڈل پریزنٹ کیا؟

میس ٹامسن۔ یعنی دو لہن کا تحفہ یا نذر۔ ہملوگون کے
یہاں کا قاعدہ ہے کہ وقت شادی عروس کو اس کے

شوہر کے اجاب و استراں تھوڑا بہت تحفہ دیتے ہیں۔

مشتری بیگم۔ (خوشنودی بیگم کی طرف دیکھ کر اور مسکراتے ہوئے)

نذر تحفہ عروس

تو کیا اون کی شادی ہوئے والی ہے۔
 میس ٹامسن۔ مان اگلے مہینے مجسٹریٹ صاحب کے
 بیٹے سے۔

خیر میس ہربرٹ نے جو اس صند وچہ کو کھول کر دیکھا تو ایک
 سگے کا کنٹ جس میں بڑے بڑے ہیرے اور زمرہ جڑے
 ہوئے تھے پایا۔ میرے نزدیک قیمت اسکی کبھی پچاس
 ساٹھ ہزار روپے سے کم نہوگی۔

میس ہربرٹ۔ (شرم کر) اس قدر پیش قیمت چیر دینے
 کی کیا ضرورت ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ آپ مجھ کو بہت ذلیل کیجئے گا اور میرے
 دل پر بڑا صدمہ پہونچائیگا۔ اگر اسکو قبول نہ کیجئے گا بھدا
 مجھ کو بڑا رنج ہوگا۔

میس ہربرٹ۔ خیر جب اسکا وقت آئیگا سمجھا جائیگا۔

غرض کہ دس پانچ باتیں ادھر ادھر کی ہو کر مہلوگ رخصت
 ہوئے۔ چونکہ بڑی بیگم صاحب اور خاص کر کے چھوٹی بیگم

صاحب کے کام تھا اسلئے ہم ادھر چلے آئے اور وہ اپنے مکان کو چلی گئیں۔ خیر اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ خورشیدی بیگم اپنے بہنوئی کی تصویر دیکھو گی۔

خورشیدی بیگم۔ بہنوئی کی تصویر کیسی؟ کون بہنوئی؟
مس ٹامسن۔ (ہنسکے) مشتری بیگم کے شوہر تمہارے کون ہونگے؟

خورشیدی بیگم۔ اوستانی جی یہ کیا پہیلیاں بچھواتی ہیں اللہ پورا حال تو کہہ دیجئے۔ دیکھیں تصویر۔

مس ٹامسن۔ پہلے قصہ سن لو تو تصویر دیکھنا۔ میں تھوڑے

دونوں سے اسی منکر میں تھی کہ مشتری بیگم کا بھی بیاہ کسی لائق و معزز شخص سے ہو مگر کوئی ایسا نظر میں چھٹا نہ تھا۔ لیکن پھر

خدا جوڑا ملا ہی دیتا ہے۔ ایک شخص کہ وہ بھی میرے شاگردوں

میں سے ہیں اور ہر امر میں لائق و فائق ہیں انکو میں نے تجویز

کیا۔ چنانچہ ان کی تصویر بھی میں نے تمکو (مشتری بیگم سے) باغ

میں دکھلائی تھی۔ (مشتری بیگم نے شرما کر سر ہنچا کر لیا) یہاں آکے

پہلے نواب صاحب کو خوب سمجھایا اور اس بات پر آمادہ کیا۔
 نواب صاحب تو اوس وقت راضی ہو گئے اور یہ نسبت
 بھی بہت پسند کی اور گھر میں آکر اسکا ذکر کیا۔ چھوٹی بیگم
 صاحب پہلے بہت برہم ہوئی تھیں اور بہت کچھ وہی تباہی
 بکین لیکن جب نواب صاحب نے رنج ہو کر کہا کہ افسوس تم
 مانتی نہیں ہو۔ میری اگر بیٹی ہوتی تو تم کبھی اس طرح کی باتیں
 نہ کرتیں۔ میں نے تو خورشیدی و مشتری میں کچھ فرق
 نہ کیا ہوا اور نہ کرتا ہوں۔ لیکن تم نے البتہ اس وقت فرق کیا۔
 مجھکو بڑا رنج ہوا۔ چھوٹی بیگم نہایت شرمائیں لجا میں عذر
 معذرت کی۔ کہا کہ مجھکو آپ کے حکم سے ذری بھی سرتابی
 نہیں ہے۔ لیکن لوگ بدنام کرینگے۔ آپ ہی ہنسے جائیگا
 لڑکی کا سر نہ اٹھئے گا۔ نواب صاحب نے کہا کہ میں بیوقوفوں کے
 ہنسنے کا خیال نہیں کرتا اور میں خدا نخواستہ کچھ اوسکا دشمن
 تو ہوں نہیں جو مشتری کی رسوائی ہوگی۔ میں وہ بات
 کرتا ہوں جس سے خدا و رسول خوش ہوں۔ اور خود تمھارے

گھر کی خانہ آبادی ہوگی۔ نواب صاحب نے اسکے علاوہ اور
 بھی جہان شک ہو انیک بد نشیب فراز سمجھایا۔ دو پہرات
 تک یہی گفتگو رہی آخر سب کسی نے منظور کیا۔ چنانچہ
 آج میں نے تصویر بھی دیکھائی بہت پسند خاطر ہوئی۔ نواب
 تقی خان کو بڑی بیگم جانتی ہیں لڑکپن میں دیکھا تھا چنانچہ
 اب بہت جلد رقعہ نسبت کا آئیگا۔ تم دونوں کا بیاہ ساتھ ہی
 ہوگا۔ خدا تملوگون کو مبارک کرے۔ لویہ تصویر اب دیکھو۔
 غرض یہ سب گفتگو کر کے مس ٹامسن وہاں سے رخصت
 ہوئیں۔ خورشیدی بیگم نے فرط مسرت سے مشتری بیگم کو چٹایا
 مشتری بیگم۔ کیون میں نہ کہتی تھی کہ نواب آسمانجہا
 بہادر کو تم سے دلی محبت ہو؟ وہ سب خیالات تمہارے یہودہ
 دیکھا رہے تھے۔

خورشیدی بیگم۔ ہاں بہن سچ ناحق اون سے بدگمان ہوئی۔
 لیکن اللہ جانتا ہے اتنی جھکو اون سے محبت ہو کہ ذرا بھی جو کچھ
 ہوتا ہے توجی سن سے نکل جاتا ہے۔

مشتری بیگم۔ تو اب وہ خط خفگی کا بھیجنا۔ جان جاے
پر آن نہ جا۔

خورشیدی بیگم۔ (ہنسکے) تو بہ اب وہ سب جانے بھی
اللہ استانی جی کا بھلا کرے۔ اس وقت دوبارہ زندگی
بخشی اور زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ تمھاری بھی نسبت
لگ چکی۔ ہاں لائیے پانچ اشرفیان تو پہلے بائیں ہاتھ سے
رکھ دیجئے۔

مشتری بیگم کا دل باغ باغ ہوا جاتا تھا۔ بات بات پر
ہنسی آرہی تھی۔ دل مثل غنچہ کھلا جاتا تھا۔ مارے خوشی کے
آنکھوں میں اندھیرا چھارنا تھا۔

مشتری بیگم۔ بہن اتنا جلد اوستانی جی نے یہ کام انجام
دیا کہ میری عقل حیران ہے۔

خورشیدی بیگم۔ بہن جس طرف آبا جان اور اوستانی جی ہوں
او دھر کیا نہ ہو۔ خیر بات نہ ٹالئے اشرفیان منگو ایئے۔

مشتری بیگم۔ بڑی لینے والی۔ جب نسبت قرار پائیگی تب

لینا ابھی تک میں ماری نہیں ہوں۔
 خورشیدی بیگم۔ اچھا اوسکو بھی دیکھ لیتی ہوں۔ اللہ رے
 حیلہ سازی! جی میں تو اپنی ہی مار مناتی ہوں گی۔

شادی خانہ آبادی و ختم داستان

نواب آسمانجاہ بہادر کی تو نسبت لگی ہوئی تھی صرف
 چہمہ بیگم کی مہلت تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔ نواب تقی خان نے بھی
 رقم نسبت کا بھیجا۔ یہاں تو سارا معاملہ چوکس تھا۔ نسبت
 قرار پائی۔ ایک ہی روز دونوں کے عقد کی تاریخ مقرر ہوئی۔
 دور دور بلاوے گئے۔ نواب آسمانجاہ اور نواب تقی خان
 نے بھی اپنے اعزہ و احباب کو بلوایا بھیجا۔ شہزادی بیگم بھی
 لکھنؤ سے آن موجود ہوئیں۔ طرفین سے بڑی بڑی تیاریاں
 ہونے لگیں۔ نواب محترم الدولہ و نواب آسمانجاہ نے
 بہت چاہا کہ بیاہ شرعی طور سے ہو لیکن ادھر بڑی بیگم
 اور ادھر شہزادی بیگم نے وہ اصرار کیا۔ رونی صورت بنائی

کہ یہ لوگ غمخور ہوئے

بڑی بیگم - (اشکبار ہو کر) مان کوئی اور لڑکا بالا نہیں۔

اگر اسکے بیاہ میں بھی دل کا حوصلہ نہ نکالوں تو پھر کس میں

نواب مختتم الدولہ - اچھا لیجئے جو آپ کا جی چاہے کیجئے

جس طرح چاہتے شادی کا سامان کیجئے - لیکن یہ اب بھی میں

کہوں گا کہ لاکھ دو لاکھ روپیہ مفت برباد ہوگا - اگر ایسا خیال

ہے تو یہی روپیہ جہینہ میں دیدیا بڑا نام ہوگا۔

بڑی بیگم - کیا ابلہ فریبی کرنے آئے ہیں - جہیز زیادہ دیا

تو کیا اور کم دیا تو کیا سب ایک ہے - کوئی دوسری اولاد

(رو کر) سوائے اسکے نہیں ہے - سب کچھ اسکا ہے

خیر تمکو اگر روپیہ کے صنائع ہونیکا اس قدر خیال ہے تو نہ دے

ہم خود منکر کر لینگے - میں جانتی تھی کہ ایک نہ ایک دن اسکی

حجت ہوگی (رو کر) اسلئے میں نے اسکی منکر کر لی تھی۔

نواب صاحب - بیگم تم ناحق پریشان ہوتی ہو - بخدا اگر میں

کسی اور امر کا خیال کرتا ہوں - روپیہ اشرف مال دولت۔

سب تم پر سے صدقہ۔

بڑی بیگم۔ سب زبانی جمع خرچ۔ کرد کھاؤ تو جانوں۔

نواب صاحب (ہنسکے) تو بتاؤ بھی کیا کریں۔ زیورات سب

تیار۔ چیز کی چیزیں سب مہیا ہیں۔

چھوٹی بیگم۔ دو لٹا بھائی یہ سب کتنے مین ہوئے؟

نواب صاحب۔ کوئی پانچ ساڑھے پانچ لاکھ مین خوشیدی

کی چیزیں چونکہ قبل سے بن رہی تھیں کوئی دو لاکھ مین سب

تیار ہو گئیں۔ لیکن مشتری کی چیزیں خوش خرید لی گئیں اسلئے

کچھ زیادہ خرچ ہوا۔ مین تو حیران تھا کہ کیا کردن۔ کس طرح اس

قلیل عرصہ مین سارا سامان ہو گا۔ لیکن ٹلکتے بھی عجب جگہ ہے۔

سب کچھ حسب خواہ ہو گیا۔ اب دیکھو اس قدر خرچ ہوا۔ مین نے

کچھ بھی کہا بلکہ اگر سچ پوچھو تو یہ بھی میرے جی کے موافق نہوا

مین تو اس سے زیادہ دینے کو تھا لیکن کیا کروں زمانہ قلیل ہے

بڑی بیگم۔ تو یہ تو تم نے اپنی بیٹی کو اپنے داماد کو دیا۔ چاہے

ایسے دس لاکھ دو کبھی نام نہوگا۔

چھوٹی بیگم۔ اسے سچ تو دہلایا بھائی۔ جب تک لوگ کچھ پائینگے
نہیں کیونکر نام لینگے۔

نواب صاحب۔ اب تم سب سے تقریر کون کرے سوا سے
اسکے کہ۔ جواب جاہلان باش خرموشی و خیر بہر کیف اب تو
میں انکار نہیں کرتا۔ بتاؤ کیا کروں۔

بڑی بیگم۔ یہی کہ پوری طرح سے غنی بیاہ کا سامان کرو
خواہ اس میں دو لاکھ خرچ ہوں خواہ چار لاکھ۔ ہاں اس پٹے نام
کے مطابق خرچ کرو۔ اللہ جانتا ہے ہم نے سنا ہے کہ اودھر
سے بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کی طرح
سے دب کے نہیں رہیں۔ لو اس وقت دس ہزار کے کپڑے
جو اس فہرست میں لکھے ہوئے ہیں وہ اور اس قدر شالی
رومال و خلیل خانی اور پچاس ہزار کے زیورات چاندی سونے
اور جڑاؤ کے جلد منگا دو۔

نواب صاحب۔ اب یہ کیا ہونگے۔ زیورات وغیرہ
تو موجود ہیں۔

بڑی بیگم۔ اے ہو۔ آخر برادری کے لوگوں کو۔ دوا آلوں
 معنائیاں۔ پیش خدمتین۔ پاس پڑوس کی عورتیں۔
 جواتے دنوں سے آسرا لگائے بیٹھی ہیں اونکو ندونگی۔
 نواب صاحب۔ خیر۔

بڑی بیگم۔ اللہ جانتا ہے اگر اس میں ضد کی تو اپنا خون
 کر ڈالوں گی۔

نواب صاحب۔ (ہنسکے) تو میں نے کچھ کہا تھوڑے بہتر
 یہ سب چیزیں ایک ہفتہ میں مجھ سے لے لیجیگا۔
 چھوٹی بیگم۔ ایک بات کہوں اگر برا نہ مانئے؟
 نواب صاحب۔ کہو۔

چھوٹی بیگم۔ آخر میرا وہ پیہ اس قدر جمع ہو رہا ہے وہ کس
 کام آئیگا اوسکو بھی خرچ کیجئے۔
 بڑی بیگم۔ اب تم میرا تیرا حساب کرنے لگیں۔ یہ تم سے
 امید نہ تھی

چھوٹی بیگم۔ باجی تو وہ بھی آخر کسکا ہے۔ آپ ہی کا ہو اگر سچ

پوچھے تو آپ ہی سب فرق کرتی ہیں۔

نواب صاحب۔ سُنو میں خورشیدی و مشتری کو اپنی
داہنی بائیں آنکھیں سمجھتا ہوں۔ کوئی فرق ان دونوں میں نہیں
کرتا۔ میں ان دونوں کا بیاہ خود اپنی طرف سے کرونگا اس
میں اصرار نہ کرو۔ ورنہ مجھ کو بڑا رنج ہوگا۔ میں روپیہ پیسے کا
خیال نہیں کرتا۔ یا میں سامان کروں یا تم۔

چھوٹی بیگم۔ (خوش ہو کر) اچھا تو میں ہی دونوں کے
بیاہ کا سامان کرونگی۔

نواب صاحب۔ (ہنسکے) یہ پہلے کیوں نہ کہا تھا۔ اب تو
یہ بات طے پا چکی۔

بڑی بیگم۔ اچھا منہ نہ بناؤ۔ ہم بتا دیں یہ بیاہ کا انتظام
کریں تم چوتھی کا کرنا۔

چھوٹی بیگم۔ خیر ہی ہے

ادھر نواب اشمان جاہ اور تقی خان نے بھی انتظام
شہانہ کیا۔ دولت انبوه کسی بات کی کمی نہیں۔ ایک ایک

کی جگہ دس دس حسیچ کئے۔ تمام شہر و دیار میں گویا آہ پر خبر شہر
 ہو گئی کہ آج کے نوین دن برات نہایت کرد فر سے نکلے گی۔
 لوگ ہیں کہ اُنڈے پڑتے ہیں۔ جو دیکھتا صلے کہتا۔ انتظار
 کیا تھا سحر سامی کا نمونہ تھا۔ اگر پوری کیفیت لکھی جائے ایک
 دفتر قائم ہو لیکن ناول نے طول کھینچا۔ گنجائش تفصیل نہیں۔
 علاوہ برین احباب کا اصرار پر اصرار ہے یہی ہر طرقت پکار رہی
 کہ بھئی اب اختصار کرنا۔ کس قدر طول دو گئے۔ کب تک ترسکا
 رکھو گئے۔ ناول جلد چھپو او۔ خیر معذوریوں۔ گو کہ مضامین دلیر
 یہاں پراڈے پڑتے ہیں لیکن الا صرف فوق الادب۔
 مختصر عرض کرتا ہوں۔

طرفین سے خوب دھوم دھام ہوئی۔ لباس پوشاک زیورات
 روپے پیسے خوب خوب لوگوں کو دئے۔ خوشی کے دن کتنے جلد
 کٹتے ہیں۔ بات کی بات میں نوروز گزر گئے۔ نکاح کا دن آن
 پہنچا۔ جناب مفتی صاحب مجلس راہین بلو ائے گئے۔ پردہ ہوا
 علاوہ علاوہ کمرون میں یہ دونوں عروسان گلبدن متکمن تھیں۔

اور ارد گرد بھجولیاں پیش خدمتیں سب ٹھٹھ کی ٹھٹھ کھڑی تھیں
 مفتی صاحب۔ بڑی بیگم صاحب کو میر لطیف سے سلام
 و دعا کہنا اور مبارکباد دینا۔ اسکے بعد مفتی صاحب نے فرمایا کہ سنو
 خورشیدی بیگم! نواب آسمان جاہ بہادر نواب سلیمان قدر مرحوم
 گے بیٹے سے تمہارا نکاح ہوگا۔ تم اجازت دیتی ہو کہ میں تمہارا
 وکیل بنوں؟

خورشیدی بیگم نے سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔
 بڑی بیگم۔ کہدو آخر اس میں شرم کی کیا بات ہے۔
 مفتی صاحب۔ کیوں میں تمہاری طرف سے وکالت کروں
 یا نہیں؟

صداے برخاست۔

مفتی صاحب۔ اب دیر ہوتی ہے۔ میں جاتا ہوں۔ اگر منظور
 ہے تو کہہ ڈالو۔

بڑی بیگم۔ بیٹی ہاتھ جوڑتی ہوں کہدو۔ بڑی بھری بات ہو
 اس میں شرم نہ کرو۔ آخر سب کہتے ہیں۔ کچھ نئی بات نہیں ہے۔

دیکھو مفتی صاحب خفا ہو کر چلے جائینگے۔ صرف ہون کر دو۔

خوشیدی بیگم عرق عرق ہوئی جاتی تھیں اور حسب قدر بڑی بیگم اصرار کرتی تھیں یہ اور شرابی جاتی تھیں۔ اتنے میں ایک مغلائی نے آکر کہا کہ مشتری بیگم صاحب کو وہاں غش آگیا تھا۔ بڑی بیگم صاحب نے گھبرا کر پوچھا کہ یہ کیا؟

مغلائی۔ اے حضور تو ہو نہیں۔ اتنا تو چھوٹا کمرہ اور چار پانچ عورتیں وہاں ٹوٹی پڑتی ہیں۔ لاکھ سمجھاتی ہوں مانتی نہیں۔ اور پھر بھلا دولہن اتنے لوگوں کے بیچ میں استرار کرے گی۔ ہر چند پیش نماز صاحب نے پوچھا کہ میں تمہارا وکیل بنوں کچھ نہ جواب دیا۔ حضور جاڑوں کے تو دن ہیں لیکن وہاں پسینے پسینے ہو گئی۔ آخر دولہن کو غش آگیا۔ خیر گلاب کیوڑا چھڑکا گیا۔ چھوٹی بیگم صاحب خود باہر صلی آئیں۔ اور سب لوگوں کو بلوایا۔ جب تحلیہ ہو گیا تو اقرار کیا۔ خدا حضور کو مبارک کرے

مفتی صاحب - ہاں یہ تو ہے ہی - آپ لوگ بھی جائے۔
 صرف دو چار بھولیوں کو چھوڑ دیجئے۔ تب یہ بھی کہیں گی۔
 بڑی بیگم - اچھا بیٹی ہم جاتے ہیں۔ لیکن تم کو میری جان
 کی قسم اب شرم نہ کرنا۔ آخر دیکھو مشتری نے کہا نا؟
 جب صرف پانچ چھ بھولیاں خورشیدی بیگم کے پاس
 رہ گئیں تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ لو اب کہو مجھ کو اپنا وکیل
 بناتی ہو؟۔

مہ لقا - اے تو اب کیون نہیں کہتیں۔ جلد کہہ دو۔ نہیں تو
 مفتی صاحب سمجھینگے کہ کسی دوسرے پر تمھارا جی آگیا ہے۔
 خورشیدی بیگم نے نہایت آہستہ سے ہون کی بھولیوں
 نے غل مجایا کہ دو لہن نے کہا دو لہن نے اقرار کیا۔
 مفتی صاحب - میں نے نہیں سنا۔ کہو ایسا کہیں
 کہ میں بھی سنوں۔

خورشیدی بیگم نے اس مرتبہ ہون کچھ زور سے کی۔
 مفتی صاحب نے سنا۔ مبارک سلامت کا ہر چار طرف غل ہوا۔

مفتی صاحب اور پیش نماز صاحب باہر تشریف لائے۔

الغرض نکاح شروع ہوا ایجاب و قبول طرفین سے ہوا
دولاکھ مہر بندھا۔ ان لوگوں نے فوراً منظور کر لیا۔ غلغلہ
تہنیت آسمان ہفتم پر پہونچا۔ خوان نقل و مارٹے۔ نواب
آسمان جاہ و نواب تقی خان نے پچاس پچاس اشرفیان اور
خلعت گرا نمایہ ان بزرگواران تقدس باب کے پیشکش کیں
محاسر اسے تھالی چڑایا شربت آیا اس میں بھی ان لوگوں نے
موافق حیثیت کے شربت پلائی دی۔

اب برات گشت کو چلی۔ تمام شہر مثل آفتاب روشن ہو گیا
کہا نٹک ذکر کروں اور کیا کیا کہوں۔ دور رویہ جھاڑ ابر کی جن میں
سرخ سبز بتیان کا فوری جل رہی تھیں۔ انگریزی باجے کی دمک
شہنائیوں کی سریلی آواز۔ بجلی کی روشنی کی چمک۔ اسپان
صبار قمار کی قطار در قطار۔ گاڑیاں بگھیاں اور چوڑیاں بٹیمار
آتش بازیوں کا چھوٹا۔ مشاقون کا دل لوٹنا۔ قلب جلو س
میں جہان حکام عالیشان و رؤسا والامکان خندہ کنان جمع

تھے دو طاؤس صبادم پر پیچھے پنم برق رفتار شعلہ کردار پر دو پیوست
 کفان دو ماہ درخشان دو سپہر خوبی کے آفتاب دو فلک
 مجوبی کے ماہتاب نہایت زرق برق لباس شاہانہ زیب برگ
 کلاہ ملوکانہ بر سر رکھے نہایت شان و جلال سے متکمن تھے
 اور اپنے اپنے گھوڑے کُدار ہے تھے۔ ان دونوں کے سر دن
 پر دو چتر مرصع جن میں ہوا پیچ کھا کر صدا سے تہنیت و مبارکباد
 دیتی تھی نہایت حسن کے ساتھ سایہ افنگن تھے۔ آٹھ بجے
 برات گشت کو نکلی تھی۔ قریب ایک بجے کے نواب محترم الدولہ
 کے مکان فرحت توامان میں پہونچی۔ یہاں نواب محترم الدولہ
 نے بھی خوب مکان سجایا تھا۔ برات کا پہونچنا تھا کہ غل ہو گیا
 برات آ لگی برات آ لگی۔ چونکہ نواب محترم الدولہ کو چھوٹی بیگم
 کی خاطر منظور تھی اور سن میں مشتری بیگم خورشیدی بیگم
 سے بڑی تھی اسلئے پہلے نواب تقی خان مجلس راہین بلو اے
 گئے بیگمات عصمت مآب جوق جوق اپنے اپنے طرز اپنی اپنی
 خوبی کی بہار دکھا رہی تھیں۔ یہ تو ایک چھٹے لچے تھے۔

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔ ایک ہل چل
 سی محسوس ہوئی۔ سبھوں نے متفق ہو کر کہا کہ بڑا شوخ دوڑ لھا ہے۔
 چاروں طرف کیسا گھور رہا ہے۔ اب زمین شروع ہوئی
 انھوں نے ایک بھی نہ کی۔ ہر چند انکی مان بہنوں نے
 سمجھایا انھوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ دوڑ کی طرف کے لوگوں
 نے ہانک لگائی کہ کیسا بد مزاج دوڑ لھا ہے۔ کیسی کچھ سنتا ہی
 نہیں۔

شمس النہار۔ جی ہاں مفت کی ٹرکی پائی ہے۔ ذرا رسم
 کرنے میں کیا غرت جاتی تھی۔

روح افزا۔ اب دیکھو دوسرے صاحب کیا رنگ لاتے ہیں
 مہ لقا۔ اے نہیں وہ بڑے ہنس مکھ ہوشیار ہیں اور اسی
 صورت پائی ہے کہ دیکھو گی تو پھرک جاو گی

نواب تقی خان صرف آرسی مصحف کی رسم ادا کر دوں
 کو گو دین اوٹھا حلو ت میں لے گئے۔ اب ادھر کا ذکر سنئے
 کہ نواب آسمان جاہ کو اتنی دیر بھی پہاڑ معلوم ہوئی کبھی آنکھیں

ملنے کہ نیند کا خمار ٹوٹے۔ کبھی جمائیوں پر جمائیاں لیتے کبھی دروازے
کی طرف دیکھتے۔ ہر چند کہ ایک پریر و ماہ و شش نہایت سریلی
آواز سے داغ دہلوی کی ایک غزل گارہی تھی اور چاروں
طرف سے واہ واہ کی صدا بلند تھی۔ مگر یہ کچھ اور ہی دُھن میں تھے
نواب انتظام الدولہ۔ کیا مطلع ہے اوہو ہو ہو

بتانِ ماہر و اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں

کہ جسکی جان جاتی ہو اسی کے دل میں سہتے ہیں

(مخاطب بہ نواب آسمان جاہ) آپ نے سنا؟

نواب آسمان جاہ۔ ہاں کیا اچھی ٹھہری ہے۔

انتظام الدولہ۔ (بسنکے) کیا خوب۔ یہ آپ ہن کہاں؟

اتنے میں شور و غل کی آواز آئی کہ دو لہا کو محل۔۔۔

بلوایا ہے۔ یہ حضرت سلامت تو اسی انتظار میں بیٹھے تھے ہی ہڑا

اوٹھ کھڑے ہوئے۔ باچھین کھل گئیں۔ مجلسِ راہین جو پہونچے

تو شہزادی بیگم نے آنجل ڈالا اور دو لہا کو دو لہن کے مقابل

مستند پر جا بٹھایا۔ پہلے آرسی مصحف کی رسم ادا ہوئی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ نہ کہ مشتری بیگم کا دو لھا لوگ سپرٹک ٹک کر رہ گئے ہیں لیکن کوئی رسم ادا کی۔

روح انسرا۔ وہ نہ ادا کی ہو لیکن صورت اون کی بھی کیسی دلچسپ ہے۔ اللہ جانتا ہے۔ یہ دونوں شہر بھر کی ناک ہیں۔

جب رحیمین ادا ہو چکین جلوت ہوئی سب لوگ باہر چلے آئے۔ سوائے دو لھا دو لھن کے کوئی نہ رہا تو نواب آسمان چلے اوٹھے۔ کمرے کے دروازے بند کئے۔ پردے برابر کھینچ دیئے کہ اکشر بے حیا عورتیں جنکو شرم و حیا چھو نہیں

گئی ہے تاکتی جھانکتی ہیں۔ ان سب کاموں سے فراغت کر دیں کے پاس آکر بیٹھے۔ دو لھن ذری کھسکی تو انھوں نے ہاتھ تھام کر کہا کہ اب کون شرم کا موقع ہے۔ ذری باتیں تو کرو اسی گھڑی کی تمنائیں تو گھل گھل کر پانی ہو گیا تھا۔

ایک تو خورشیدی بیگم کا حسن یوں ہی جادو فریب تھا۔ دوسرے مشاطگان چابک دست نے اور جوین دو بالاکر دکھایا تھا۔ وہ کامل مشکین کے سچ و نسیم۔ وہ سہاگ کے عطر کی

بو باس۔ وہ سو ہا لباس۔ معشوقانہ ادا۔ عروسانہ شرم نے
 نواب آسمان جاہ کے عشق کو شعلہ جنون پر پہونچایا۔ نواب
 آسمان جاہ کبھی اپنے کو دیکھتے۔ کبھی اوس ماہ سیمار نظر ڈالتے
 اور اپنے طالع فرخ پرنماز کرتے۔ انتہائے خوشی سے ان کی آنکھوں
 میں آنسو بھراے۔ دست نازنین کا بوسہ لیا اور کہا جانِ بن کو
 امید تھی کہ یہ دن آنکھوں سے دیکھوں گا۔ خدا ہمپر بہت مہربان ہے
 آؤ ہم تم دونوں صدق دل سے اوسکی درگاہ میں دعا مانگیں کہ جامع المنقرین
 ہم سب کو خوش و خرم رکھے

یہ کہکر نواب آسمان جاہ بہادر نے دونوں ہاتھ اوٹھا کر صدق
 دل سے دعا مانگنی شروع کی کہ خداوندِ ارجب تو نے اس بندہ عاجز
 حقیر کو اپنا تقصیر کی سوکھی ہوئی کشت امید کو اپنی بحرِ رحمت سے
 یوں سیراب نہ شاداب کیا۔ جب تو نے اس دلِ ناتوان کو اپنے امواج
 لطف و کرم سے یوں خندان کیا ہے تو پروردگارِ ابادِ حوادث
 سے بچا۔ مکروہاتِ زمانہ سے الگ رکھ۔ قلبی محبت کو ایک دوسرے
 کے ہمیشہ قائم رکھ۔ ہم سبھوں کے آئینہ دل میں غبارِ نفاق

نہ لگنے دے۔ ہم سب آپس میں مثل شیر و شکر بسر کریں۔ ایک دوسرے پر فدا۔ ایک دوسرے پر شیدا۔ خداوندِ اعظم جوادان بخش کہ ہم سب ساتھ لطف و آرام کے زندگی بسر کریں۔ اگر کسی کا رشتہ حیات ایک دوسرے سے کم ہو تو پروردگار صدقہ اپنے جیب کا بھی کو پہلے اٹھالینا۔

خوشیدی بیگم دل ہی دل میں آئین کہتی جاتی تھیں لیکن اس اخیر جملہ کو سنکر بتیا بھوگئیں۔ نواب آسمان جاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا اللہ جانتا ہے بس اب میں نہ ساتھ ٹونگی۔ واہ کیا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ ہاں خدا جانتا ہے یہی آرزو ہے کہ تھائے سامنے میں پہلے اس دنیا سے رحلت کروں نہیں تو خدا کی قسم مجھ سے جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کیا جائیگا۔ خوشیدی بیگم۔ اگر آپ کو مجھ سے محبت ہوگی تو پھر کبھی ایسی باتیں نہ کیجئے گا۔ وہ عورت نہایت خوش نصیب ہی جو شوہر کی زندگی میں مرجائے۔ میری تو دلی آرزو ہے کہ میں آپ کے قدموں

کے نیچے فدا ہوں

نواب آسمان جاہ - توبہ! یہ کیا ذکر ہے - آجکی شب ایسی باتیں نہ کرو - ہنسی خوشی کی باتیں کرو -

خورشیدی بیگم - اما جان بدلا کی ضعیف الاعتقاد ہیں - اگر سن پائیں کہ ہم بھون میں پہنچ کر ہو رہا ہے تو نیم مردہ ہو جائیں -

نواب آسمان جاہ - (بات ٹالنے کو) لیجئے صاحب اپنی انگوٹھی دیکھئے - کہئے میں امتحان میں پورا نکلا نا؟

خورشیدی بیگم - سچ کہنا - کسی اور کو دی تو نہ تھی -

نواب آسمان جاہ - خیر یہ بدگمانی اللہ اللہ

خورشیدی بیگم - جواب دیجئے - آنکھیں تو چار کیجئے - بس ہرگز کو کس نے دی تھی -

نواب آسمان جاہ عذر کرنے کو تھے ہی کہ خورشیدی بیگم نے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے سخت رنج ہوا تھا جو اون کے پاس انگوٹھی دیکھی تھی - اللہ جانے کیا کیا نہ توہمات دل میں پیدا ہوئے تھے - اور میں تو خط لکھ کر تم کو بھیجنے کو تیار بیٹھی تھی کہ خدا

اوستانی جی کا بھلا کرے۔ آپ ہی آپ آکر سارا قصہ بیان کر دیا
نواب آسمانجہاہ نے پوچھا کہ خط کا مضمون کیا تھا؟۔
لیکن خورشیدی بیگم نے باٹ ٹال دی اور کہا کہ اب جانے دو
اوسکا تذکرہ بھی نہ کرو مجھے رنج پہنچتا ہے۔

کوئی گھنٹہ آدھ گھنٹہ تک ادھر اودھر کی باتیں ہوا کین۔
رات زیادہ آگئی تھی۔ ایک طرف نیند کا خمار۔ دوسری طرف
وصل کا انتظار۔ آپس میں رمز و کنایہ کی باتیں ہونے لگیں
بیل و گل میں اشارے ہو گئے
باغبان سمجھے کنارے ہو گئے

اب آگے اور کیا لکھوں اسکا حال دو لہا دو لہن ہی خوب جانیں۔
صبح کو رخصتی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ہر شخص کے
منہ پر ہوا بیاں چھوٹنے لگیں۔ ہر طرف پتہ مردگی۔ ہر جا فسادگی۔
شب کو مکان تھا کہ جگمگا رہا تھا لوگ تھے کہ جاے میں سمانے
تھے۔ اور اب دیکھو تو مکان سُنان معلوم ہوتا ہے۔ ہر شخص
ملول و افسردہ بیٹھا ہے۔ کہیں جا بجا چھوٹے ہوئے انارکے

ڈھیر پڑے ہیں۔ کسی جگہ آرایش نوچی کھسوٹی رکھی ہوئی ہے۔ لوگ
ہیں کہ کچھ شب بیداری سے کچھ رخصتی کی اندرگی سے آنکھیں مل
رہے ہیں۔ ایک طرف حمیزوں کی فہرست لکھی جا رہی ہے مجلس
سے مغلانیان پیش خدمتین مسی و تقرنی و طلائی و جڑاؤ اشیاء
لالا کر انبار کر رہی ہیں۔ لیکن جو جو آتی ہیں سبھوں کی آنکھوں سے
آنسو مثل دریا جاری ہیں۔

برایتون مین الگ ایک ہلڑ مچا ہوا ہے۔ کوئی اپنا اسباب
دیکھ رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ دیکھنا وہ حقہ چھوٹ نہ جاے۔
سائیس ہیں کہ اپنے اپنے گھوڑوں کو تھان پر کس رہے ہیں۔
کہار پاکلی و مخافہ درست کر رہے ہیں۔ مجلس امین بڑی بیگم
و چھوٹی بیگم اور انکی طرف کی بیگمات مع مغلانیان دداؤ
آتوں سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ گو بڑی بیگم
بہت ضبط کر رہی ہیں اور ادھر ادھر کاموں کے واسطے دوڑ
بھی جاتی ہیں۔ لیکن رومال آنکھوں سے الگ نہیں ہو سکتا
آنسو ہر گھڑی روان ہیں۔

انٹنمین شہزادی بیگم نے پکار کر کہا کہ لو بوا اب دیر
ہوتی ہے۔ جلد رخصتی ہونی چاہئے۔

روشن آرا بیگم۔ (نواب تقی خان کی بہن) محافے بھی تو
کہا روں نے لا کر لگا دئے ہیں اب دیر کیسی؟

چھوٹی بیگم۔ (اتنی جلدی کیا ہے۔ لڑکیاں تو اب تمھاری ہوہی
چکین خواہ گھنٹہ بھر آگے لیجاؤ خواہ پیچھے۔

بڑی بیگم۔ (ایک مہری کی طرف رومال سے آنسو پوچھ کر) دیکھ
جا کے سکھیاں لگا دئے گئے ہیں یا نہیں۔

مہری (آنچل سے آنسو پوچھ کر) جی ہاں بڑی دیر سے رکھے ہوئے ہیں

بڑی بیگم و چھوٹی بیگم وغیرہ اٹھیں۔ پہلے مشتری بیگم
کے پاس آئیں۔ بڑی بیگم گلے لگا کر خوب روئیں اوس کے
بعد ماں بیٹی خوب پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔

بڑی بیگم۔ مشتری تجھ کو میری قسم۔ اس قدر تباہ حال نہ کرے اسکے
بعد کچھ کلمات تشفی کے کہہ سن کر انکو رخصت کر خورشیدی بیگم
کے یہاں جو پہونچیں تو دیکھا کہ عجب حال ہے مثل ابرنوبہار

آنسو و لکنا تار بندھا ہے۔ اور بچپن کے علاوہ آنسوؤں نے
 پلنگ سے ٹپک ٹپک کر چاندنی کو بھی تر تر کر دیا ہے۔ بڑی بیگم
 سے رانا نہ گیارہ وڑ کر اپنی بیٹی کو گلے لگا لیا۔ خورشیدی بیگم
 کی گھگھی بندھ گئی۔ ہر کس وناکس کی آنکھوں سے آنسو
 جاری۔ یہاں تک کہ سمدھنوں نے بھی رو دیا۔

بڑی بیگم بیٹا بین داری۔ اسقدر رنج نکر۔ نہیں تو مجھکو
 اور مارڈال لیگی۔ بیٹی آج تک کسی باپ مان کے گھر نہیں
 رہی ہے۔ بلکہ زیادہ عمر کی بیٹی بیٹھا رکھنا بدنامی کی بات
 ہے۔ ہم سب تو بڑے فرض سے ادا ہوئے۔ ہائین
 ہائین اسقدر کیوں روتی ہو۔ کہیں دور جانا ہے تھوڑا ہی۔
 اور پھر کل پرسوں تک جلو اے لیتی ہوں۔ لو اب چپ ہو
 تجھکو میری قسم۔

خورشیدی بیگم بڑی بیگم سے اور چپٹ کر رو لگیں
 بڑی بیگم سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار گلے لگا کر
 رونے لگیں۔

چھوٹی بیگم - (آنسو پونچھ کر) باجی تم خود تو پریشان ہو رہی ہو جب خود تمہارا یہ حال ہے تو سمجھاؤ گی کیسے۔

بڑی بیگم - مجھ سے ضبط نہیں ہو سکتا ہو نصیحتیں سمجھاؤ چھوٹی بیگم نے خورشیدی بیگم کو بہت سمجھایا اور کہا کہ خدا نکرے یہ کوئی رخصتی عمر بھر کی نہیں ہے جو اس قدر پریشان ہو رہی ہو۔ اور پھر جدائی بھی ہے تو ایک دن کی اگلے روز منگو الونگی زیادہ نہ روؤ۔ تمہارے رونے سے باجی نہایت پریشان ہو رہی ہیں۔ ہے ہے منہ تو کیسا لال ہو گیا ہے۔ آنکھیں سرخ انگارے کی طرح ہو گئی ہیں ناک رومال سے پوچھتے پوچھتے پھل پھل گئی ہے۔

الغرض تھوڑی دیر بعد جب آنسو کچھ تھمتے تو دو دلہانے دلہن کو گود میں اٹھا کر سکھپال پر بٹھا دیا۔ برات رخصت ہوئی۔ دو دلہا اور اسکے ہمراہی خوش خوش لباس اپنے گھر دھارے جس وقت سکھپال اٹھایا گیا اور سمدھنیں سب رخصت ہوئیں۔ بڑی بیگم چنگھاڑ مار کر فرس زمین پر گر پڑیں۔ لوگوں نے

اُٹھا کر کمرے میں لاسلایا۔ تھوڑی دیر بعد بڑی بیگم نے ایک
آہ سرد بھر کر کہا۔

بڑی بیگم۔ سچ ہے آباد ہے وہ گھر اور خوش نصیب ہیں
وہ مان باپ جن کی اولادین زیادہ ہوں۔ فرزند نرینہ ہو۔ ایک
کو بیاہ دیا تو دوسرے سے جی بہلا لیا۔ اگر بیٹی بد کی تو بہو گھر میں
نے آئے۔

چھوٹی بیگم (رو کر) اللہ جانتا ہے کیسا گھر سنان
معلوم ہو رہا ہے۔ یہ دونوں آنکھوں کی پتلیاں مکان کی روشنی
تھیں۔ ان دونوں کے دم سے ساری چہل پہل تھی۔ اب
مکان کاٹے کھاتا ہے

ادھر جیسی افسردگی تھی ویسی ہی اودھر خوشی تھی۔ چونکہ
نواب آسمانجاہ اور نواب تقی خان ایک ہی مکان میں رہتے
تھے۔ برات ایک ہی جگہ آپہنچی۔ یہاں بھی رسمیں ادا کیں۔
اور دونوں اپنی اپنی دولہن کو خلوت گاہ میں لے گئے۔ عیش و عشرت
سے شب بھر بسر کی۔ اگلے روز یہ لوگ تقریب چوتھی میں

چھوٹی بیگم صاحب کے یہاں گئے۔

چھوٹی بیگم صاحب نے بھی خوب جی کا حوصلہ نکالا۔ دونوں اماؤں کو

نہایت بیش بہا خلعت ہیرے کا مالا اور انگوٹھی دی۔ جب

نودن گزر گئے تو ایک دن خورشیدی بیگم اور مشتری بیگم میں

یوں باتیں ہونے لگیں

خورشیدی بیگم۔ بہن ہم سب کی تمنا تو اللہ کے حکم سے برائی

جو چاہا تھا سو پایا۔ لیکن اما جان اور خالہ جان کا بھی کچھ خیال ہو؟

کچھ تم نے تمیز کیا؟

مشتری بیگم۔ پوچھنے کی بات ہو۔ رخصتی کی فکر میں ملوں بیٹھی

رہتی ہیں۔ اللہ جانتا ہے آدھا بدن کیسا نہیں رہا ہے۔ کوفت

کرتے کرتے کھل گئی ہیں۔ لیکن یہ سب رنج بیکار ہے۔ میں چاہتی

ہوں کہ یہ لوگ یہیں بود و باش اختیار کریں گے۔

خورشیدی بیگم۔ اے نہیں کبھی اس خیال میں نہ بیٹھی رہنا آج

گلہ ہارنے مجھ سے کہا کہ بھائی بہن میں گفتگو ہو رہی تھی شہزادی

بیگم اوس ہفتے مجھے لکھنؤ لیجانا چاہتی ہیں۔ اما جان و خالہ جان

شہزادی بیگم اوس ہفتے مجھے لکھنؤ لجانا چاہتی ہیں۔ ابا جان و خالہ جان سے توجہ دائی ہو ہی گئی۔ لیکن تم سے الگ ہوئی۔ یہ تو جانی ہوئی بات ہے کہ روشن آرا بیگم اپنے بھائی مکھو لجانے لگی۔

مشتری بیگم۔ ہونٹھ کہیں لے نہ گئی ہوں۔ کی مجال ہے کہ مجھ کو یہاں سے لیجائے۔ جو میں کہوں گی وہی وہ کریں گے۔ کیا تھا کہ میرا حکم ٹالیں۔

خورشیدی بیگم۔ (سہسکر) افوہ۔ اس قدر اپنی حکومت جمالی۔

مشتری بیگم۔ تم اگر چاہو تو شہزادہ دولہا بھی تمہارے حکم کے خلاف نہ کریں۔ اللہ جانتا ہے وہ تو پامریہ غلام ہو رہے ہیں۔ جو تم کہوں گی وہی کریں گے۔ ایک کام کرو آج ہم اون سے اس بات کو کہیں گے تم بھی شہزادہ دولہا کو منالو۔ کیا اچھا ہو ہم سب ایک ہی جگہ مل جل کر رہیں۔

خورشیدی بیگم۔ خیر تقدیر آزمائی کرتی ہوں۔ شہزادی بیگم اسکے بہت دریے ہیں اسلئے کچھ دھڑکتا ہے۔

آج سبھون میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ نواب آسمانجاہ
ونواب تقی خان ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پہنچے

نواب آسمانجاہ (مشری بیگم سے) اہو ہو آج تو
آپ پر جو بن ٹپکا پڑتا ہے۔ کس مشاطہ چابکدست نے آپ
کی چوٹی گوندھی ہے؟

مشری بیگم۔ بی نرگس نے۔

اسپر ایک فرمایشی قہقہہ پڑا اور نواب آسمانجاہ جھینپ گئے
مشری بیگم۔ ہاں صاحب یہ بات پوچھنی تو بھول ہی گئی
تھی۔ یہ کون بھلمنا ہت تھی جی؟

نواب آسمانجاہ۔ آپ کا اشتیاق کھنچ لایا تھا۔

مشری بیگم۔ اللہ جانتا ہے بڑے بچیا ہو۔ میرا بس
چلے تو اس ڈھٹھالی کی وہ سزا دوں کہ تم بھی یاد کرو۔

نواب تقی خان۔ کیا ہوا تھا؟

خورشیدی بیگم۔ اللہ ایسے انجان ہیں کچھ جانتے ہی
نہیں بچا رہے۔ اور آپ کیا کم ہیں۔ یہ ڈھیلہ بازی کیسی۔

کہیں سرین لگ جاتا تو کیسا ہوتا۔

نواب تفتی خان۔ کیا خوب۔ مجھ سے قسم لوجو ڈھیلہ پھیکا بھی ہو
خورشیدی بیگم۔ آپ دونوں میں سے کسی نے تو پھیکا ہی
ہوگا۔ یکے در دبا شد دگر پردہ دارہ

مشتری بیگم۔ ہاں۔ اللہ جانتا ہے ان دونوں کی
حکرتیں مجھ کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں۔ وہ تو خیرت ہوئی
کہ کسی پر راز افشا نہیں ہوا اور

نواب آسمانجاہ۔ (ہنسکے) اور کیا۔ وصال ہوا۔

مشتری بیگم۔ بس زبان کو لگام دو بہت بڑھ چلے۔
خورشیدی بیگم۔ بہن چلو آج باغ چلین ایک جگہ بیٹھے بیٹھے
دم گھبرا اٹھا۔

نواب آسمانجاہ۔ میرے دل کی بات کہی۔ چلو ہوا آئیں۔
آخر اب چارپانچ روز میں تو لکھنؤ جانا ہے ہی

خورشیدی بیگم نے مشتری بیگم کی طرف نظر حیرت
سے دیکھا اور چپ ہو رہیں۔ جب باغ میں پہنچیں تو خورشیدی بیگم

نے کہا کہ آؤ بہن ذری بوٹ پلہ ہو اکھائیں۔ چلو اسکی بھی
سیر کر لیں۔

مشتری بیگم۔ جی معاف کیجئے۔ بندی پانی سے
بہت ڈرتی ہے۔ اللہ جانتا ہے ادھر بوٹ پر چڑھی اودھر
کلیجہ نکلا پڑتا ہے۔

خورشیدی بیگم۔ تم نہ جاؤ میں تو جاؤنگی۔

نواب اسمانجاہ۔ اس میں خوف کیا۔ کچھ زیادہ
پانی تو ہے نہیں۔ اور نہر بھی کچھ ایسی چوڑی نہیں۔ کسی بات
کا اندیشہ نہیں

نواب تقی خان۔ ہاں چلو۔ میرا بھی جی بہت چاہتا ہے۔
مشتری بیگم۔ (ناز سے) اے تو تم جاؤ نا۔ تمکو میں
روکتی ہوں تھوڑے عین نہ جاؤنگی۔

نواب اسمانجاہ۔ بغیر آپ کے انکو آرام کہاں۔

قصہ مختصر خورشیدی بیگم و نواب اسمان جاہ
بوٹ پر روانہ ہوئے۔ اور نواب تقی خان و مشتری بیگم

روشن پر ٹہلنے لگے۔

نواب آسمانجہاہ بوٹ کو آہستہ آہستہ چلا رہا
تھے اور خورشیدی بیگم پانی کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اکھاڑی
تھیں۔ ایک چھوٹی سی چھتری سر پر دھوپ کے روکے
کے واسطے لگائے ہوئے تھیں۔ کہین دست نازین
سے پانی اوچھاالتین کبھی کنول گئے جو اس پاس آجاتے
اوسکو توڑتیں۔

خورشیدی بیگم۔ بہن مشتری بیگم بڑی ڈرپوک ہیں
بھلا اس سے بڑھکر لطف مل سکتا ہے؟

نواب آسمانجہاہ۔ اس میں کیا شک مجھے بھی بوٹ کا
بڑا شوق ہے۔ جب میں اسکول میں پڑھتا تھا تو برس
چھ مہینے میں بوٹ کی دوڑ ہوتی تھی۔ بڑا میلہ ہوتا تھا ایک
ایک بوٹ پر دس دس لڑکے سوار ہوتے۔ جسکا بوٹ سب
بوٹوں سے آگے نکل جاتا اوسکو اسکول کی طرف سے
انعام ملتا۔ مجھکو تو کئی بار انعام ملا ہے دو چار ٹل ابھی تک

رہے ہوئے ہونگے نکود کھا دو لگا۔

خورشیدی بیگم۔ تو یہ دوڑ کہاں ہوتی ہے؟
نواب آسمانجاہ۔ اسی دریا میں۔

خورشیدی بیگم۔ اویں اللہ۔ دریا میں تو مجھے بھی خوف معلوم
ہوتا ہے ہزاروں جہاز لاکھوں شتیان آتی جاتی ہیں کہیں
ٹکڑے کر لگی تو چلے پھر خدا ہی حافظ ہے۔

نواب آسمانجاہ۔ اگر تیار ہوشیاری سے گھمایا جا
تو کیون ٹکڑے لگے

خورشیدی بیگم۔ (بھولے پن کے ساتھ) عورتیں تیر
سکتی ہیں یا نہیں؟

نواب آسمانجاہ۔ کیوں نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ (شرما کر) لیکن عورتوں کا پانی میں
تیرتے رہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اور معیوب بھی ہے۔
نواب آسمانجاہ۔ وہ کچھ ہولیکن نفع دکھنا چاہئے۔
کچھ بہت جاننا اسکا آئے وقت کام ہی آجاتا ہے۔

دیکھو لکھنؤ چل کے تمکو سکھا دوں گا۔ باغ میرا بہت وسیع ہے
لیکن نہر نہیں ہے۔ خیر برسات قریب ہے۔ جاتے ہی
برابر ہاتھ لگاؤ دوں گا۔ دو تین مہینے میں تیار ہو جائیگی۔

نواب آسمانجاہ بہادر تو نہر کی تیاری کی منکر میں غوطہ
ہوئے اور خورشیدی کو الم مفارقت نے نہایت بے قرار
کیا۔ خیال کیا کہ اب جانا وہاں ضرور ہوا۔ مان باپ سے چھوٹی
اتنے اتنے دنوں کی ملاقاتوں سے الگ ہوئی۔ چھوٹی
بیگم ہونگی نہ مشتری بیگم۔ جس قدر سوچتی تھیں آتش و خشت
شعلہ زن ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بے اختیار ہو کر آنسو نکل
ہی پڑے۔

نواب آسمانجاہ نے جو سراوٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتے
ہیں کہ رخسارہ جانان مثل گل در شبنم سے تر ہے۔ نہایت
حیران ہوئے کہ ابھی اسکا کیا سبب۔ ابھی ہنستے ہنستے
روئے کیون لگین۔ مثل برق بے قرار ہو گئے۔ دست نازنین
کابو لیا اور کہا جان من شد بتاویہ اشک فشانی کیون؟

رونا کس لئے۔

خورشیدی بیگم۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت
درد سے بھرنے آئے کیوں؟

نواب آسمانچاہ۔ جان من بات نہ ٹالو۔ بتدباؤ مجھ سے
تمھاری اشک ریزی نہیں دیکھی جاتی ہے۔ تم نہیں جانتی
ہو کہ تمھارا ذرا سا ملال بھی جی کا وبال ہوتا ہے۔ اگر تمھاری
خوشی کے واسطے جان بھی جاے تو دریغ نہ کروں۔ کس خیال
لے یہ آٹھ آٹھ آنسو رولایا ہے۔ اگر میری قدرت میں اسکی تلافی
ہے تب تو کوئی بات نہیں۔ اور اگر حد امکان سے باہر ہے تو
مجبور ہوں۔ لیکن اسپر بھی جان لڑا دو لنگا

خورشیدی بیگم۔ (مُسکرا کر) کچھ نہیں یوں ہی آنسو نکل پڑے
نواب آسمانچاہ۔ ظاہر کتنا ہی سکڑاؤ لیکن آنکھوں میں آنسو
ڈبڈبائے ہوئے ہیں۔ خدا گواہ ہے یہی جی چاہتا ہے کہ جس
کسی نے یہ رنج پہنچایا ہے اوسکو۔

خورشیدی بیگم۔ اللہ جانتا ہے اگر اور کچھ کہا تو اسی نہر

میں کو دپڑو گئی۔

نواب آسمانجاہ۔ تو زیادہ نہ ستاؤ کہہ ڈالو۔ تو تمکو

میرے سر کی قسم چھپاؤ نہیں۔

خورشیدی بیگم۔ (کاندھے پر ہاتھ رکھ کر) کہوں تو بُرا

تو نہ مانو گے۔ والدین کی جدائی جان کھاتی ہے۔ لکھنؤ اگر میرا رہنا

ہوا تو یہ مکان اوجاڑ ہو جائیگا۔ مجھے تو رنج ہو ہی گا ہماری جدائی

سے ابّا جان کا کیا حال ہوگا۔

نواب آسمان جاہ۔ (ہنسکے) بس اسی خیال نے اس نازک

کلیجہ کو دکھایا اور اسی کے سبب یہ نرگسی آنکھوں میں آنسو

بھر آئے تھے۔ (بوسہ آنکھوں کا لیکر) لو اس بوسہ کی قسم

ہے مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ جہاں چاہو رہو۔ دونوں اپنا مکان

ہے۔ جان میں تم اگر مجھ کو اپنے ساتھ ایک جھوٹے میں رہنے

کہو تو ساری عمارت اور شہزادگی پر لعنت۔ اور یہ تو محل عالی شان

ہے۔ اور شہر بھی بہترین ہندوستان ہے۔ کیوں نہیں پہلے ہی

مجھ سے کہا تھا۔ اتنے دنوں تک جو ناحق اپنے دل کو کڑھایا اسکی

یہی سزا ہے (ایک بوسہ لیکر)

خورشیدی بیگم - (ہنسکر) اللہ جانتا ہے میں ڈرتی تھی کہ میں

سُنکر بد دلغ نہ ہو جاؤ۔ اودھر مفارقت والدین جان کھاتی تھی
اودھر تنکو رنج دینا گوارا نہ تھا۔ میرے دل کا کچھ عجب حال تھا۔

نواب آسمان جاہ - یہ تمہارا دل نہیں ہے۔ میرا ہے۔ اگر اسکو
ناحق پھر ستایا تو مجھ سے بے نیکی نہیں۔

خورشیدی بیگم - شہزادی بیگم تو نہایت متعجب ہو گئی۔

نواب آسمان جاہ - (ہنسکے) مان وہ تو ساری چیزوں کا
سامان کئے بیٹھی ہیں۔

ادھر ان سبھوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی اودھر مشتری بیگم

نے بھی اپنا کام نکال لیا۔ مشتری بیگم ٹہلتے ٹہلتے تھک گئی تھیں۔

لب نہر ایک لوہے کا بچ رکھی ہوئی تھی اوسپر بیٹھ گئیں

نواب تقی خان نے ایک گلاب کا پھول توڑ کر دیا اور خود

بھی آکر بیٹھ گئے۔

مشتری بیگم - دیکھو اس بہار کو چھوڑ کر شتی پر سیر کرنے

گئے ہیں۔ یہاں خشکی تری دونوں کا لطف ہو (گلاب سے گھل کر)
 انا ہا کیا بوباس ہو۔ اور کیا تری ہے۔ جی چاہتا ہوں اسکا
 ایک بوسہ لے لے۔

نواب تقی خان۔ مجھکو تو یہ (گال چھو کر) کہیں اس سے
 زیادہ نرم و خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ ایک بوسہ جان بخش
 اسوقت سے ڈالو تو جی اوٹھوں۔

مشتری بیگم۔ (ہنسکے) تمہارے دشمن مدعی مرنے
 کب لگے تھے۔

نواب تقی خان۔ خدا گواہ ہے ایک بوسہ نہ وہ نہیں
 تو جنون ہو جائیگا۔

مشتری بیگم۔ (منہ دھو آؤ۔) ایسا سنا نہیں پایا ہے۔
 نواب تقی خان۔ منہ دھونا کیا کہو تو اسکی خاطر نہ رہیں
 غوطہ لگا کر آؤں۔

مشتری بیگم۔ ایک قول دو تو ایک کیا دو بوسے
 دوں۔

نواب تقی خان - (اوجھل کر) منظور والد منظور -
 مشتری بیگم - تو سوچ سمجھ بھی تولو - ایسا ہنیں پیچھے
 مکر جاؤ -

نواب تقی خان - میں نے تو کہہ ہی دیا منظور منظور
 ایسا کہ اب تم مکر جاؤ -

مشتری بیگم - (بوسہ دیکر) قسم کھاؤ کہ تم اپنی بودو
 باش اسی شہر میں اختیار کرو گے - اسی مکان اپنا قیام
 رکھو گے - مجھ کو میرے لوگوں سے جدا نہ کرو گے -

نواب تقی خان - منظور کی قسم کھاؤں - (آنکھ کا بوسہ دیکر)
 اس آنکھ کی یا اس گال کی یا اس ہاتھ کی -

مشتری بیگم - (ہاتھ جھٹک کر) جاؤ بس تمکو تو برابر دلگی
 و خوش طبعی سو جھتی ہے - اللہ جانتا ہے کبھی تم نے کوئی
 بات سوچ کر ہنیں کہی - جو بات ہوئی ہنسی تفریح میں اور آدمی
 نواب تقی خان - اچھا لو - (منہ پھلا کر اور گردن جھکا کر)
 منظور - منظور - منظور -

مشتری بیگم۔ اُف وہ۔ پیٹ مین بل پڑ گیا۔ جو نقل و تار
 ہو پوری۔ دیکھو چپ سے بیٹھو۔ وہ بوٹ پر سب چلے آ رہے
 ہیں۔ خورشیدی بیگم کے چہرے سے کیسی مسرت ٹپکی
 پڑتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ دو طھانے بھی منظور کیا
 نواب تقی خان۔ یہ کہئے آپ لوگوں میں کہی بدی تھی۔
 مشتری بیگم۔ ہاں بات تو یہی تھی۔ پھر کیا قول سے
 پھرنے کا ارادہ ہے؟

نواب تقی خان۔ (سنکے) ارادہ تو ایسا ہی ہے۔
 مشتری بیگم۔ اللہ جانتا ہے۔ پھر ہمسے بنے گی نہیں۔
 اتنے میں جالی بوٹ کنارے پر آ لگا۔ خورشیدی بیگم
 نے پکار کر کہا لو بہن اب آتی ہو۔
 مشتری بیگم۔ جی معاف کیجئے۔ اے اب او ترو بھی۔
 اندھیرا ہوتا آتا ہے۔ گھر چلو

نواب تقی خان نے خورشیدی کا ہاتھ پکڑ کے اوتارا۔
 خورشیدی بیگم نے مشتری بیگم کے کان میں کہا کہ میں نے

تو اپنا کام نکال لیا۔ اپنی تو کہو؟

مشتری بیگم۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ وہ میرے حکم سے سر تابی کر سکتے ہیں۔ اسے دیکھو ان دونوں میں سرگوشی کیا ہو رہی ہے (نواب آسمانجاہ سے) یہ تم لوگوں میں کیا بات ہو رہی ہے۔

نواب آسمانجاہ (ہنسکے) تقی خان میں اور مجھ میں معاملہ ہوا ہے کہ ایک رات کے واسطے اپنی اپنی بی بی بل ڈالیں۔
مشتری بیگم۔ چلو پہلے ہمایون جاہ (شہزادی بیگم کے شوہر) سے یہ شرط کر آؤ تو باتیں کرنا۔

آفتاب غروب ہو چکا تھا کہ یہ سب مکان میں پہونچے۔

شہزادی بیگم بڑی بیگم کی ملاقات کو آئی تھیں۔ نواب آسمان جاہ بہادر کو دیکھ کر ان کے پاس آئیں۔

شہزادی بیگم۔ لو بھیجی میں نے تو اپنا کام کر لیا۔ ساری چیزیں تیار ہیں۔ اب تم ریل کا تو انتظام کر لو۔ ایک گاڑی خاص کرنا۔
مشتری بیگم اور نواب آسمانجاہ مسکرانے لگے۔ اور

خوشیدی بیگم بھی سر نیچے کر کے مسکراتے لگیں۔

شہزادی بیگم۔ یہ تم لوگ مسکر کیا رہے ہو؟

نواب آسمان جاہ۔ کچھ نہیں۔ یوں ہی۔ باجی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں سچ سچ کہنا۔ تمکو مجھ سے محبت ہو یا نہیں۔ تمکو میری خاطر منظور ہے؟

شہزادی بیگم۔ لڑکے اپنا سا جی ہر کیا سمجھتا ہے۔

نواب آسمان جاہ۔ یہ تو نہ کہو۔ میں تمکو انعام کے برابر جانتا ہوں۔

شہزادی بیگم۔ پھر تو اس سے مطلب کیا؟

نواب آسمان جاہ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا جی اس شہزادی سے لگ گیا ہے کہ اب یہیں رہنے کو جی چاہتا ہے۔ تم خوشی دل سے اجازت دو کہ میں یہیں رہوں۔

شہزادی بیگم۔ وہاں کا مکان کیسا بے رونق ہو جائیگا۔

نواب آسمان جاہ۔ کیوں آخر تم ہو یا نہیں۔

شہزادی بیگم۔ (تموڑی ذریعہ سوچ کر) اگر میرے

دل سے پوچھو تو میری تو یہی خواہش ہے کہ اس ڈاکو کو اپنا
 کی ڈیوڑھی آباد کرو۔ دو لہن کو لے چلو۔ لیکن جب تم
 اس قدر اصرار کرتے ہو تو مجبور۔ مگر اتنا پھر کہو گی کہ اگر زیادہ نہیں
 تو پندرہ بیس دن کے واسطے بھی دو لہن کو لے چلنا سنا
 ہے آخر وہاں سارے کنبہ کا کنبہ لو لگا بے بیٹھا ہوا ہے۔
 دو لہن کی رونمائی کرانی ضرور ہے۔

نواب آسمانہ۔ آج شب کو سوچ لوں تو کل جواب دو
 کم۔ (ہنسکے) یہ کیوں نہیں کہتا کہ جو رو سے
 دن کو جواب دوں۔

نواب آسمانہ۔ (شرما کے) اب جو سمجھو۔

شہزادی بیگم۔ میں بہت خوش ہوئی کہ تم دونوں میں
 اس قدر محبت ہو گئی ہے۔ اللہ کرے ہمیشہ ایسی ہی قائم رہے
 یہ کہہ کے شہزادی بیگم بڑی بیگم ماہ۔ حلا آئیں۔
 نواب آسمان جاہ نے خورشیدی بیگم سے کہا کہ اب بتاؤ
 تمہاری کیا رائے ہو؟ میں نے سب تمہاری رائے پر

